TEXT LIGHT WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222138
UNIVERSAL LIBRARY

خوفناک محبت

١٨

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۹۳۳۳ Accession No. ۶۷۲

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

پڑھتا ہے۔ راہ نجات پڑھی ہے۔ خطوں کو خود ہی لوٹ کے نکال لیتا ہوں۔ مرید ہونے کے بعد مہینہ بھر میں دلائل الخیرات اور خواب نامہ بھی پڑھ کے یاد کر لی۔ اب آپ ہی بتائیے کہ مجھ میں کون سی کسر رہ گئی ہے جو کوئی مجھے شاہ صاحب نہ مانے گا؟

اور میاں بدّو فقیری نہ پڑھنے پر موقوف ہے نہ کسی کے ماننے پر۔ میاں یاد رکھو ہر کا بھجے سو ہر کا ہوئے۔"

Checked 1969.

یہ دھوتی بند بھائی جن سے بلاقی شاہ سے مڈبھیڑ ہوئی بستی کے شریفوں میں تھے۔ اصلی نام ہدایت علی تھا مگر وطن مالوف کے دوستوں کو ان کا بچپن کا بے تکلف لقب بدّو اس قدر پسند تھا کہ اس کی محبت میں اصلی نام بالکل بھلا دیا۔ بلاقی شاہ کی یہ گفتگو سن کے وہ بولے "اور کچھ آیا یا نہ آیا مگر باتیں بنانا خوب آ گئیں۔ تو تم نے اپنے باپ دادا کا کام چھوڑ دیا اور رنگے ہوئے سیار ہو؟ اور باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ کچھ رنگ جما لو گے۔"

بلاقی شاہ "کچھ نہ کچھ! اے میں تو ایسا رنگ جماؤں کہ آپ بھی یاد کریں۔"

بدّو "ہم تو جب قائل ہوں جب مولوی محمد عظیم کا مقابلہ کرو۔"

اتنے میں ایک اور قصباتی بزرگ پھاوڑا ہاتھ میں لیے ہوئے بے تحاشا جوار کے کھیت میں سے نکل پڑے اور بلاقی شاہ کی صورت دیکھتے ہی چلا اٹھے "اخاہ! میاں بلاقی ہیں۔ بھئی خوب کہی۔ ہاں مولوی عظیم کا رنگ پھیکا پڑے تو جانیں کہ تمہارا یہ رنگ چوکھا ہے۔ مگر اب کیا نقالی کرتے کرتے بہروپیے بھی بن گئے؟ لیکن جو کچھ ہو سو خوب ہو۔ چار پانچ مہینے سے غائب تھے آج مدت کے بعد دکھائی دیے تو نئے ٹھاٹھ سے۔ مگر میں تو بھئی اپنی وضع نہ چھوڑوں گا۔" اتنا کہہ کے پھاوڑا رکھ دیا۔ اور بلاقی شاہ کے ایک دھپ رسید کی۔

بلاقی شاہ ۔ (برا مان کے) "بس بس! میں اب وہ پرانا بلاقی نہیں بلکہ بلاقی شاہ ہوں۔ دلی میں جا کے مرید ہوا۔ فقیری اختیار کی۔ اور چار مہینے وہاں رہ کے ریاضتیں کر کے۔ اور علم باطن کو خوب سیکھ کے آیا ہوں۔ اور صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ اب جو ایسی باتیں کرو گے تو پرانی ملاقات میں فرق آ جائے گا۔ اور مقابلہ کرنے کو تو محمد عظیم کیا ہیں بڑوں بڑوں کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔"

یہ کہہ کے بُلاقی شاہ نے نہایت ناراضی کے ساتھ آگے کی راہ لی جب وہ دو چار قدم نکل گیا تو میاں بدّو نے اپنے نئے قصباتی رئیس سے کہا "میاں کچّو! یہ مسخرہ شاہ جی تو خوب بنا ہے۔ اور دو چار عورتیں پھنس گئیں تو چھنٹ چھنٹا کے اچھا خاصہ پیر مرشد بن جائیگا" یہ دوسرے بزرگ بھی قصبہ کے شرفا میں تھے۔ نام تو لطیف الدین تھا مگر بچپن میں ان کی کچھ ایسی حرکتیں تھیں کہ ماں باپ نے کچّو کچّو کہنا شروع کیا۔ اور بستی بھر میں اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ اپنے دوست بدّو کے یہ الفاظ سُن کے بولے "بھئی ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے۔ آؤ ہم سب بنا کے اِسے کھڑا کریں۔ اور مولوی محمد عظیم سے مقابلہ کرا کے اُن کا زور توڑیں"

بدّو۔ "یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔ محمد عظیم یوں چاہے کتنے ہی بڑے عالم فاضل ہوں مگر اپنے باپ ہی کے زمانے سے یہاں آ کے رہے ہیں۔ اور اتنے بڑے شریف بنتے ہیں کہ بستی بھر کے کسی گھر کو اپنے برابر کا نہیں مانتے۔ خدا جانے کہاں کے ٹکڑ گدے مفلس قلاش آئے۔ نصیب جاگے تو دادا محمد افضل کی بیٹی سے شادی ہو گئی۔ اُن کا جوان لڑکا مر گیا۔ اور ساری دولت اور ریاست اُن کے باپ کی ہو گئی۔ اب اُسی ریاست کے بوتے پر رئیس اور شریف بن گئے اور لگے غل مچانے کہ ہمارے برابر کوئی نہیں ہے"

کچّو۔ (ہنس کے) "بے شک کوئی اُن کے برابر کا نہیں ہے۔ مگر بلاقی ہوگا اور ہم سب جب اُس کی ولایت کے قائل ہو جائیں گے اور دوستوں میں بیٹھ بیٹھ کے اس کی تعریفوں کے پُل باندھیں گے تو کہاں تک لوگ نہ مانیں گے؟" یہ کہتے ہی گلا پھاڑ پھاڑ کے پکارنے لگے "بُلاقی شاہ! بُلاقی شاہ!"

بلاقی شاہ دو ایک کھیت نکل گیا تھا۔ ان کی آواز سنی تو پلٹ کے دیکھا اور دونوں صاحبوں نے ہاتھوں سے اشارے کر کر کے اُسے بلانا شروع کیا۔ وہ بگڑ کے گیا تھا مگر یہ دونوں قصبہ کے رئیس و شریف تھے دل میں سوچا کہ اُن سے بگاڑنا ٹھیک نہیں ہے" پلٹ آیا۔ اور قریب آ کے فاصلہ ہی سے کہنے لگا "وعدہ کیجیے کہ مجھے ستائیے گا تو نہیں؟ وہ دن گزر گئے۔ اب میں آپ کی

صحبت کا مسخرہ نہین ہون ؟

بدھو :- نہین نہین - مین نے دل لگی کے لیے نہین بلکہ ضرورت سے بلایا ہے ؟

بلاقی - (بالکل قریب آ کے) "جو حکم ہو فرمایئے ؟

بچو :- ہم نے ایک بات سوچی ہے - اگر تم کو منظور ہو تو پھر ہم دونون اور بستی کے سارے بھائی بند تمھاری فقیری کے قائل ہو جائین ؟

بلاقی :- مین آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار رہون ؟

بچو :- یہ تو تم جانتے ہو کہ محمد عظیم ہمارے ہی یہان کی دولت پا کے امیر ہو گئے - مگر اتنے ہی مین دماغ اس قدر بگڑ گیا کہ مارے غرور کے زمین پہ پاؤن نہین رکھتے اور اپنے آگے کسی کی کچھ ہستی نہین سمجھتے - بستی کے پرانے رئیس سچ پوچھو تو ہم ہین لیکن ہم غریب ہو گئے اور انھین خدا نے اطمینان دیا ہے - اور ہم جو غریبی کی وجہ سے سر نہین اٹھاتے تو ان کی اور بن پڑی - بستی بھر مین کوئی نہین ہے جس کے حسب و نسب مین عیب نہ نکالتے ہون ؟

بلاقی شاہ :- آپ سچ کہتے ہین - مگر اس کو مین کیا کرون ؟

بدھو :- تم یہ کرو کہ شاہ صاحب بن ہی آئے ہو اپنی فقیری اپنی کرامتون اور اپنے علون سے ان کا مقابلہ شروع کر دو - اور بات بات پر انھین ذلیل کیا کرو - اور ہر شخص کے سامنے ان کی برائیان بیان کیا کرو ؟

بلاقی شاہ :- مگر وہ عالم و فاضل ہین اور مین جاہل کالٹھ - ان کے سامنے میری کون سنے گا ؟

بچو :- تم خالی دعوے کرتے رہو ہم تمھارے کمالون کی تصدیق کرین گے اور تمھاری ولایت کو اس قدر مشہور کرین گے کہ قصبہ اور گرد و جوار کی بستیون مین بس تم ہی تم ہو گے ؟

بدھو :- اور فقیر کو علم سے کیا تعلق ؟ اور اگر تمھین اس سے کچھ اندیشہ ہو تو دیکھنا مین ان کے علم و فضل کو کس طرح مٹاتا ہون ؟

بلاقی شاہ :- آپ دونون ہمارے قصبے کے رئیس ہین اور اگر آپ ساتھ دین گے تو بے شک مجھے بڑی مدد ملے گی - اور آپ کی صلاح پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤن گا ؟

بچو "میری تو یہ تمنا ہی کہ محمد عظیم کا گھر تباہ ہو۔ اور ایسا بگڑے کہ کسی طرح سنبھالے نہ سنبھل سکے"

بلدو "میری بھی یہی آرزو ہے۔ محمد عظیم ہر جمعہ کو اپنی مسجد مین وعظ کہتے ہین مگر وہ وعظ کیا ہوتا ہے ہم سب لوگون پر تبرا ہوتا ہے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے میاں گیو (یہ لفظ غفور کی مرمت ہے) پر ایک کبڑیے نے دعویٰ کر دیا۔ دعویٰ سچا تھا لیکن اگر اُس کے مقدمہ مین گیو ہار جاتے تو دو چار بگھہ زمین جو رہ گئی ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتی اور روٹیون کو محتاج ہو جاتے۔ اور پھر ہمارے ایک بھائی کی بات مین فرق آتا۔ یہی سوچ کے مین نے دل مین ٹھان لی کہ چاہے کچھ ہو مین اُن کی طرف سے گواہی دون گا۔ اور مین گواہی نہ دیتا تو بیچارے کا پتہ نہ لگتا فقط میرے ایک جھوٹ بات کہہ دینے سے بستی کا ایک رئیس تباہی سے بچ گیا۔ مگر مین گواہی دے کے آیا تھا کہ دوسرے دن محمد عظیم نے وعظ مین جھوٹی گواہی دینے پر سارے بستی کے شریفون کو لے ڈالا۔ کوئی بُرائی نہ تھی جو اُٹھا رکھی ہو۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ سارے بھائی بندون پر لعنت کا مینھ برس رہا ہے۔ ایسے شخص کے ساتھ بھلا کوئی رعایت کر سکتا ہے؟ انشاء اللہ جی ہم بھی ایسی ہٹی پلید کرین کہ مولوی زندگی بھر یاد کرین"

بچو "اور ہم تمھارا ساتھ دین گے تو ساری بستی تمھارے موافق ہو گی"

بلاقی شاہ "مین حاضر ہون۔ جو حکم دیجیے گا اُس کے خلاف نہ کرون گا"

بچو "بس کل ہی سے گنڈے تعویذ مین مولوی محمد عظیم کا مقابلہ شروع کر دو۔ اور جو ملے اُس کے سامنے اُن کی دینداری اور بزرگی پر اعتراض جتانے لگو"

بلدو "ادھر ہم تمھاری باتون کی تائید کرین گے اور لوگون کو تمھارا معتقد بنا لین گے"

بلاقی شاہ "آپ کی طفیل مین میری عزت بڑھ جائے گی۔ اب سورج ڈوب گیا۔ اور گھر پہونچتے پہونچتے اچھی خاصی رات ہو جائے گی۔ جلدی چلیے۔ لیکن میان بچو دیکھو پھر کسی کے سامنے مجھ سے ڈھول دھپہ کی دل لگی نہ کرنا"

بچو "بھلا تمھارے کہنے کی بات ہے؟ ڈھولین لگائینگے تو پھر تمھاری تعریف

کس منہ سے کرین گے ؟"

مدّو "اجی اب تو ہم سب تمھاری بڑی آؤ بھگت کرینگے" یہ کہہ کے تینون نے بستی کی راہ لی۔ مولوی محمد عظیم سے مقابلہ کرنے اور اُن کے تباہ کرنے کی تدبیرین سوچتے ہوئے قصبہ کے اندر داخل ہوئے۔ اور مجوزہ منصوبے پر آپس مین خوب مضبوط عہد و پیمان کر کے سب نے اپنے اپنے گھرون کی راہ لی۔

دوسرا باب

میان بی بی کا اختلاف مزاج

مولوی محمد عظیم صاحب جن کا پہلے باب مین ذکر آیا پچھی پور کے رئیس اعظم اور بڑے زبردست عالم و فاضل تھے۔ اور بڑے صحیح النسب یادگاران سلف مین سے تھے۔ اُن کا سلسلہ نسب سید عمر مدنی تک پہونچتا تھا۔ اُن کی اولاد مین سے ایک بزرگ خراسان مین آئے۔ پھر چند روز کے بعد اُن کی اولاد نے ہندوستان کی راہ لی۔ اور دولت نگر نام ایک آباد و بارونق شہر مین توطن اختیار کر لیا۔ اس خاندان کے تمام لوگ صاحب علم و فضل اور مقتدایان امت تھے۔ اور جہان رہے تمام لوگون پر اُن کا بڑا اثر رہا۔ ادنی و اعلی سب اُن کا ادب کرتے۔ اور اُن کے ہر حکم کی بے عذر تعمیل ہوتی۔

دولت نگر مین اس خاندان کو رہتے کوئی دو ڈیڑھ سو برس ہوئے تھے کہ خاندان کے ایک بزرگ کی شادی پچھی پور کے عالی مرتبہ رئیس اور زمیندار محمد افضل کی بیٹی کے ساتھ ہوگئی۔ اس شادی سے ایک ہونہار لڑکا پیدا ہوا جس کی ولادت کے دو ہی تین سال بعد اُن بزرگ کا انتقال ہوگیا۔ اور نانا رئیس پچھی پور نے اس بچہ کو پچھی پور مین لا کے اپنے گھر مین رکھا۔ اور چونکہ جوان بیٹا ان کے دل کو داغ دے کے دنیا سے رخصت ہوگیا تھا نواسے کو فرزند بنا کے پالا۔

یہی لڑکا مولوی محمد عظیم تھے۔ جنھون نے ہوش سنبھالتے ہی نانا کے آغوش مین اعلی درجہ کی تعلیم پائی۔ عربی کے عالم و فاضل ہوگئے۔ اور مقتدائے شرع کے علاوہ علوم باطنی مین بھی ایسا درجہ پیدا کیا کہ ہزارہا آدمیون نے

اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُنھین کی پیروی مین اپنی نجات و فلاح سمجھنے لگے۔ محمد افضل نے مولوی محمد عظیم کو کمسنی ہی مین ہونہار دیکھ کے اپنی پوتی اُن کے عقد مین دے دی جو ساری جائداد کی مالک اور بہت بڑی خاندانی دولت و ثروت کی وارث تھی۔ اس لیے کہ اُن کا اور کوئی پوتا یا پوتی نہ تھی جو جائداد موروثی کو بٹاتی یا اُس کی دعویدار ہوتی۔

اس طریقہ سے مولوی محمد عظیم علاوہ فضل و کمال کے بستی کے لیے رئیس اعظم ہو گئے کہ اُن کی ٹکر کا قرب و جوار مین کوئی اور رئیس نہ تھا۔ گرد و پیش کی ساری زمین اُن کے قبضہ مین تھی۔ اور لاکھون روپیون کا نقد جواہرات ریاست کے خزانے مین موجود تھا۔ یہ امر بستی کے اور ملکی بھائیون کو گران گزرا جو اس دولت مند خاندان سے دُور کی قرابت رکھتے تھے۔ اور کسی اولاد نرینہ کے نہونے کی وجہ سے وراثت کے امیدوار تھے۔ بہتون کا خیال تھا کہ اُس لڑکی کی شادی پُرانے بھائی بندون مین ہو جائے گی۔ اور خاندان کی جائداد اور دولت پُرانے عزیزون ہی مین رہے گی۔ مگر اس شادی نے سب کے وضو ٹھنڈے کر دیے۔ اور ساتھ ہی تمام قرابتدارون کے دل مین حسد کی آگ بھڑک اُٹھی۔

مولوی محمد عظیم کی بی بی زینب بہت ہی رحمدل پاکدامن اور بھولی بھالی لڑکی تھی۔ اُسے فاضل شوہر سے بڑی محبت تھی۔ اپنی ساری دولت اور جائداد شوہر ہی کے ہاتھ مین دے دی تھی۔ اور سارے سیاہ و سفید کے وہی مالک تھے۔ اور جو چاہتے کرتے وہ کسی معاملہ مین دخل نہ دیتی۔ مگر خرابی یہ تھی کہ زینب کو کسی قسم کی تعلیم نہین دلائی گئی تھی۔ اور صحبت بھی سوا قصبہ کی جاہل ضعیف الاعتقاد عورتون کے کسی شائستہ اور ذی عقل خاتون کی نہین نصیب ہوئی تھی۔ میان عالم و فاضل۔ اور مرشد طریقت۔ بی بی جاہل اَن پڑھ اور مورکھ نادان۔ آخر تک نبھ جانا کوئی آسان کام نہین ہے۔ ہان دیہات کی لڑکیون مین شوہر پرستی کا جو زبردست مادہ ہوا کرتا ہے زینب مین بھی پورے کمال کے ساتھ موجود تھا۔ وہ شوہر ہی کو اپنی دنیا و عقبیٰ سمجھتی۔ اُنھین کے نام سے جیتی۔ اور چاہتی کہ میان ہر وقت اُسی کے پاس بیٹھے رہین بس ایک ہی بات کی اُسے تمنا تھی

اور وہ یہ کہ میان سامنے بیٹھے ہون اور وہ دن رات اُن کی صورت دیکھ دیکھ کے خوش ہوا کرے۔"

لیکن مولوی محمد عظیم ہر وقت گھر ہی مین نہین رہ سکتے تھے۔ اُنھین طالب علمون کو عربی کے علوم عالیہ کی تعلیم دینا تھی۔ مریدون کو رموز باطن سے آشنا کرنا تھا اور عبادت و ریاضت کے مراحل طے کرانے تھے۔ روز دو چار استفتون کے جوابات بھی فقہ و حدیث کی کتابون کا مطالعہ کر کے لکھنے تھے اور ان تمام دینی مشاغل کے علاوہ دو ایک گھنٹے ریاست اور نواب کے معاملات مین صرف کرتے تھے۔ خادمون کو ہدایتین کرنی تھین۔ احکام جاری کرنا تھے۔ خلاصہ یہ کہ رات کے دس بجے سے لے کے صبح کے سات بجے تک تو وہ محل کے اندر رہتے اس کے سوا ایک لمحہ کو بھی ڈیوڑھی کے اندر قدم رکھنے کی نوبت نہ آتی۔ ابتداءً زینب نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ بار بار ماؤن اور لونڈیون کو بھیج بھیج کے مولوی صاحب کو بلاتی۔ مگر مولوی صاحب یہ فقرہ "ابھی آتا" کہہ کے ٹال دیا کرتے۔ آخر جب یہ دیکھا کہ ماما ہر وقت کھڑی رہتی ہے تو ایک دن اُسے ایسا ڈانٹ دیا کہ پھر کبھی اُسے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور مولانا نے قطعی حکم لگا دیا "جب تک مین باہر رہا کرون خبردار مجھے اندر سے کوئی بلانے کو نہ آیا کرے۔" اس کا سخت رنج و ملال زینب کو بڑا ملال ہوا۔ اور رات کو جو مولانا اندر آئے تو شکوون کا دفتر کھول دیا۔ اور اُس کے ساتھ آنسوؤن کا دریا بہا دیا۔ مولانا نے محبت کے ساتھ آنسو پونچھے تسلی دی۔ تشفی کی۔ اور کہا "بھلا یہ ممکن ہے کہ مین تمھارے ملال کو ایک گھڑی کے لیے بھی گوارا کر سکون؟ تمھاری خوشی مین میری خوشی ہے۔ مگر تمھین خیال کرو کہ عام لوگون کے سامنے ہر وقت ماما سر پر سوار رہے گی تو دیکھنے والے کیا کہین گے؟ ماسوا اس کے باہر جانے کے بعد مین ایسا کامون مین پھنس جاتا ہون کہ دم لینے کی فرصت نہین ملتی؟"

زینب "اور تمھاری یہی سخت محنت کہ نہ دن کو دن سمجھتے ہو نہ رات کو رات مجھ سے نہین دیکھی جاتی۔ مین چاہتی ہون کہ جہان اور سب کام کرتے ہو ایک گھڑی بھر کو میرا خیال کر کے اندر بھی چلے آیا کرو۔"

مولانا "کیونکر چلا آیا کرون؟ پڑھانا چھوڑ دون تو جو کچھ پڑھا لکھا ہے

بھول جائے۔ مریدوں کو تعلیم نہ دوں تو تھوڑی بہت صفائے قلب جو حاصل کی ہے رخصت ہو جائے۔ اور پھر تمہارے علاقہ کا کام نہ کروں تو سارا انتظام ہی درہم برہم ہو جائے۔"

زینب "بھاڑ میں گیا علاقہ اس کا انتظام بگڑتا ہے تو بگڑنے دو۔ جان ہے تو جہان ہے۔ خدا نہ کرے تمہارے دشمن اس رات دن کی محنت سے بیمار پڑ گئے تو میں کیا کروں گی؟"

مولانا "نہیں چاہے اس کی پروا نہ ہو مگر مجھے تو ہے۔"

اس جملے میں کوئی ناگواری کی بات نہ تھی مگر زینب کو بہت ہی برا معلوم ہوا۔ اور ایک ٹھنڈی سانس کے ساتھ بولی "ہاں انھیں سب چیزوں کی پروا ہے۔ نہیں ہے تو ایک مجھ کمبخت کی۔"

مولانا نے بی بی کی اس بے وجہ ناراضی کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور کہا "میرے پاس تمہارے اِن فضول وہموں کا کچھ علاج نہیں ہے۔" کھانا کھا کے فارغ ہو ہی چکے تھے یہ الفاظ کہتے ہی عشا کی نماز میں مصروف ہو گئے اور زینب جو پہلے ہی نماز پڑھ چکی تھی دوپٹہ میں منھ لپیٹ کے پلنگ پر پڑ رہی۔ اور چپکے ہی چپکے اس قدر روئی کہ آنکھیں سُجا لیں۔

زینب کے لیے سب سے بڑی اور اصلی رنج کی یہ بات تھی کہ شادی کو دس بارہ برس گزر گئے اور اسوقت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اور اُسے اولاد کی بیحد تمنا تھی۔ چونکہ اُس کے باپ کو بھی خدا نے اولاد نرینہ سے محروم رکھا تھا۔ اور غیر خاندان کا داماد موروثی جائداد کا مالک ہو گیا تھا۔ اب اُس کے بھی لڑکا نہ ہونے سے اندر باہر تمام لوگوں نے چپکے چپکے کہنا شروع کیا کہ "اس خاندان کو فقیر کی بددعا ہے کہ ہمیشہ اولاد سے محروم رہے گا۔" ان خیالوں کی سُن گن کبھی کبھی زینب بھی پا جاتی۔ اور اُس کے زخمی دل کو ایک نئی ٹھیس لگ جاتی۔ ان باتوں نے اُسے شکستہ خاطر اور شکستہ خاطری سے چڑچڑا بنا ہی دیا تھا اس پر شوہر کی طرف سے رُکھائی نظر آتی تو قیامت ہو جاتی۔

مولانا کو اپنے علمی مشاغل اور عالمانہ متانت کی وجہ سے بی بی کی دلداری

کی نہ فکر تھی اور نہ دلداری کرنا آتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میاں کی طرف سے بی بی کا دل تھوڑا ہو گیا۔ مگر زینب کوئی شہر کی امیرزادی نہ تھی جن میں اکثر ایسے اوقات میں بے عصمتی اور آوارگی کے خیالات پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ وہ ایک دیہات کی باعصمت و پاکدامن لڑکی اور ایسی لغزشوں سے کوسوں دور تھی۔ لیکن قصباتی جہالت اور بردباشت نے اُس کو بھی میاں کی طرف سے ویسا ہی بے پروا بنا دیا جیسے کہ میاں تھے۔

چند ہی روز میں مولوی محمد عظیم نے بی بی کی بے اعتنائی کو محسوس کیا۔ اور رات کو کھانا کھا [illegible] کہا کہ بی بی کیوں رُکی ہوئی ہیں۔ حتی الامکان بات کرنے کو [illegible] ہیں۔ اور مجبوراً کسی بات کا جواب بھی دیتی ہیں تو بہت ہی مختصر۔ پہلے چاہا کہ اس بات کو ٹال جائیں مگر دل نے نہ مانا اور پوچھ ہی بیٹھے "کئی دن سے تمھیں رُکا ہوا پاتا ہوں۔ آخر اس کا سبب؟"

زینب "کچھ نہیں۔ کبھی کبھی گھر کے جھگڑے پریشان کر دیتے ہیں اور تم سمجھتے ہو کہ میں تم سے رُکی ہوئی ہوں۔ اور ہوں بھی سہی تو تمھیں اس کی کیا فکر؟ تم نے تو صاف کہہ دیا کہ علاقہ کی پروا ہے میری پروا نہیں!"

مولانا "یہ تو میں نے کبھی نہیں کہا۔ تم خواہ مخواہ کو مجھے الزام دینا چاہتی ہو تو ہو جو چاہو کہو!"

زینب "اے اُس روز تم نے صاف صاف میرے منھ پر کہا اور آج مکرے جاتے ہو!"

مولانا "میں نے بے شک کہا تھا کہ تمھیں چاہے علاقہ کی پروا نہ ہو مگر مجھے ہے یہ ہرگز نہیں کہا کہ تمھاری پروا نہیں ہے۔ علاقہ تم سے ہے یا تم علاقے سے ہو"

زینب "زبان سے نہ کہا نہ سہی۔ تمھاری باتوں سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے۔ میرے پاس دن کو بیٹھنا تمھیں قسم ہو گیا ہے۔ بلاتی ہوں تو سماعت نہیں کرتے۔ جو کوئی بلانے جاتا ہے تو اُس کی شامت آ جاتی ہے۔ میری پروا ہوتی تو تمھاری طبیعت کا یہی رنگ ہوتا؟"

مولانا "میں دن کو اندر نہیں آتا تو کوئی کام ہی کرتا ہوں!"

زینب ”یہی تو مین کہتی ہون کہ سب کامون مین تمھارا دل لگتا ہے ایک اُلجھن ہوتی ہے تو میرے پاس بیٹھ کے۔ یہ بھی میری قسمت“ یہ کہتے ہی زینب زار و قطار رونے لگی۔ اُسے روتے دیکھ کے مولوی محمد عظیم نے گھبرا کے کہا ”این! آخر یہ رونے دھونے کا کون سا موقع تھا؟“

زینب ۔(ہچکیان لے لے کے) ”ہاے رونا تو میری قسمت ہی مین ہے ۔ قسمت کو [illegible] آگ نہ لگی ہوتی تو خدا بے وارثا کیون رکھتا؟ ایک بھی لڑکا ہوجاتا تو پھر مجھے تمھاری پروا نہ رہتی“

مولانا ”یہ خدا کی مصلحتین ہین۔ جو چیز جسے مناسب سمجھتا ہے دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ لڑکا ہوتا اور ایسا نالائق ہوتا کہ ہمین جینا دشوار ہوجاتا“

زینب ”ہان تمھین جینا دشوار ہوجاتا مگر میری زندگی ہو جاتی۔ بُرا بھلا جیسا ہوتا میرے لیے اچھا تھا۔ تمام لوگون کے یہ طعنے تو نہ سنتی کہ خدا نے یہ گھر ہی بےچراغ کر دیا ہے؟ اور فقیر کی بد دعا ہے کہ اس گھر کا ہمیشہ بے وارث مرے“

مولانا ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ! بھلا کسی فقیر کا مین نے یا تم نے کیا بگاڑا ہے جو ہمین بد دعا دے گا؟ جو کچھ خدا ے تعالیٰ کی مرضی مین ہے ہوگا۔ نہ کسی کی دعا سے کچھ ہوتا ہے نہ بد دعا سے“

زینب ”تمھاری باتون سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھین اس کی فکر نہین۔ اور فکر کیون ہونے لگی تھی؟ مٹی تو ہر طرح میری خراب ہوگی“

مولانا ۔(مسکرا کے) ”خفا نہ ہو تو ایک اور شادی کر لون۔ شاید تمھاری یہ شکایت رفع ہو جائے“

زینب ”کیون نہین موے پر سو دُرّے مارو۔ ہان کوئی بات میرے حق مین اُٹھا نہ رکھنا۔ لیکن یہی ارادہ ہے تو پہلے مجھے مار کے قبر مین رکھ لو۔ پھر جو جی چاہے کرنا“

مولانا ”کسی کا مارنا جلانا میرے اختیار مین ہوتا تو تم بے اولاد کیون رہ جاتین“

زینب ”مگر جب منظور بھی ہو؟ بڑے مولوی ہو۔ پیر مرشد ہو۔ رات دن وظیفہ جپا کرتے ہو۔ جب دیکھو تسبیح کھٹکھٹایا کرتی ہے۔ اور بڑے زبردست

عمل اور تعویذ معلوم ہیں۔ کسی کو تعویذ دیے جاتے ہیں کسی کو نقش یا شکر پڑھ کر دی جاتی ہے۔ کسی کے لیے چلّے کھینچے اور ختم پڑھے جاتے ہیں۔ کسی بات کی کوئی شکایت کرے کوئی نہ کوئی تدبیر ہوتی ہی ہے۔ مگر میرے لیے کچھ نہیں کیا۔ حضور ان سے کہتی کہ ایک تعویذ مجھے لکھ دیجیے مگر جب دل سے چاہیے تبھی ہو۔ نہ یہاں تو شادی کا شوق ہے نہ ارمان ہے کہ کوئی دلہن بیاہ لائیں اور مجھے ستایا کریں اور کہ ماریں۔ ابھی تک فقط دل میں تھا۔ آج زبان سے بھی نکل گیا۔

مولانا "تم تو مذاق کی باتوں پر بھی بگڑنے لگتی ہو۔ میں کیا دوں [illegible] رکھتے ہیں [illegible] پاس رکھا نہیں۔ سچ پوچھو تو نہ تعویذ سے کچھ ہوتا ہے نہ عمل سے۔ یہ باتیں خدا کی مشیت پر موقوف ہیں۔"

زینب "تو یہ تم جو [illegible] کو روز تعویذ بانٹا کرتے ہو خالی فریب دینے کے لیے ہے؟"

یہ جملہ مولانا کو ناگوار گزرا۔ اور کوئی کہتا تو منھ نوچ لیتے۔ مگر زینب پر کیا بس تھا۔ غصہ کو دبا کر بولے۔ "اور تم ہی کچھ نہ کہو ہیں مکار اور فریبی ہزاروں جھوٹا بدمعاش ہوں۔ دنیا کی حالت یہ ہے کہ اگر صاف صاف کہہ دو کہ تعویذ سے کچھ نہ ہوگا تو کوئی یقین نہیں مانتا۔ مجبوراً ان کے اطمینان کے لیے پڑھنا پڑتا ہے۔ کچھ نہ کچھ لکھ کے دے دینا ہوتا ہے۔ جنھیں مرنے کا یقین نہیں آتا تو عمل ہی ایک تعویذ لکھ کے دے دوں گا۔ چاہو تو لونڈی کو بھیج کے منگا لینا۔"

زینب "میں ایسا تعویذ لے کے کیا کروں گی جس کا خود تمھیں کو اعتبار نہیں۔ اور جب تمھارے دل ہی کو نہیں لگی ہے تو تمھارے دعا تعویذ سے کیا ہو سکتا ہے؟"

مولانا "نہیں۔ میں اپنا ایک بھروسے کا تعویذ دوں گا جس کا اکثر امتحان ہو چکا ہے۔"

زینب "اے ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ تعویذ اور عمل سے کچھ نہیں ہوتا یا اتنی دیر میں ایسا اثر پیدا ہو گیا کہ اس پر تمھیں بھروسا ہے اور اکثر اسے آزما چکے ہو!"

مولانا ۔ (چہرے کی اُڑتی ہوئی رنگت کو روک کر اور جھلّو زخفت کی زبان پر ہنستی پکڑ کے) "تمھاری بدگمانی ٹھیک ہے۔ مین نے بے شک اس بارے مین کمی کی۔ حکیمون تک کا معمول ہے کہ ساری دنیا کا علاج کرتے ہین مگر اپنے اور اپنے گھر کے علاج کو ٹالا کرتے ہین۔ انسان کا مزاج ہی کچھ ایسا واقع ہوا ہے۔ خیر اب مین عہد کرتا ہون کہ آیندہ اس معاملہ مین کمی نہ کرون گا۔" اور دل مین کہا "بی بی کو راضی رکھنا ضرور ہے۔ اگر ان کا اطمینان گنڈے تعویذون ہی سے ہوتا ہے تو یہی سہی۔ میری بلا سے۔ اب یہی مصلحت ہے کہ مین اپنی تھوڑی سی بے توجہی تسلیم کر لون۔ یہ کمبخت جھگڑا کسی طرح مٹے جس سے روز لڑائی ہوا کرتی ہے۔"

زینب "خیر تمھارے تعویذون کو مین آزماؤن گی۔ خدا کرے اُن مین اثر ہو۔ مگر مین تو تمھین چاہتی ہون۔ اور آج تم نے شادی کا نام لیا ہے تو مجھے اور دہشت کا پیدا ہو گیا۔ اب بھی تمھاری بے توجہی کی یہی حالت رہی تو مین قسمت کو رو دے ہی جاؤن گی۔ اور کہین جیسا کہتے ہو ویسا ہی کر بھی بیٹھے تو مین مر ہی جاؤن گی۔"

مولانا "مین جیسی قسم کہو کھانے کو تیار ہون کہ دوسری شادی کرکے تمھارا دل ہرگز نہ دکھاؤن گا۔ مگر دن کے آنے مین زیادہ اصرار نہ کرو۔ باہر اتنے کام ہین کہ دن کو میرا اندر آنا دشوار ہے۔"

زینب "تو پھر رات کو بھی باہر ہی سو رہا کرو۔ تمھین اندر آنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

مولانا "تم تو کچھ عجیب بے وقوف سی ہو۔ خدا جاہل سے سابقہ نہ ڈالے۔"

زینب "اے میرے سابقہ پر تو تم زندگی بھر پچھتاؤ گے۔ میری آہ خالی تھوڑے ہی جائے گی جتنا مین روتی ہون اُتنا ہی تم کو نہ رُلا لیا تو اپنے باپ کی بیٹی نہین۔ بس جاؤ۔ باہر ہی جاکے سوؤ۔ اب تمھین یہان رہنے کی ضرورت نہین۔"

مولانا "کچھ سڑن ہوئی ہو؟ آخر اس کی کون سی ضرورت ہے کہ مین دن رات تمھارے ہی پاس بیٹھا رہون؟"

زینب "اُنھون! اس کی بالکل ضرورت نہین! ضرورت تو اس بات کی ہے کہ تم رات دن باہر ہی رہو۔ خیر اب کہنا سننا بیکار ہے۔ مین نے قسم کھالی ہے کہ تمھارے پاس نہ رہون گی۔ بس جاؤ خدا حافظ۔ اور نہین جاتے تو مین خود

چلی جاتی ہون۔ کہین اور جاکے پڑ رہون گی۔"

مولانا: "استغفر اللہ! جہان تک مین دبتا ہون تم آپے سے باہر ہوئی جاتی ہو۔ اس جائداد کے بھروسے پر یہ گھمنڈ ہے تو مجھے اس کی پروا نہین۔ مین جہان رہون گا چار پیسہ کما لون گا۔"

زینب: "جائداد کا تو مین نے نام بھی نہین لیا۔ اور نہ مین جائداد کو مانگتی ہون۔ لیکن اپنی ذات پر ہر شخص کو اختیار ہے۔ میرا دل تم سے اور تمھارا دل مجھ سے نہین ملتا۔ تمھین میرے پاس بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ تو مجھے بھی تمھارے پاس بیٹھنا نہین گوارا۔ اس وقت تک مین نے یہ مصیبت بہت جھیل لی مگر اب نہین جھیل سکتی۔ اور عہد کر لیا ہے کہ تم چاہے مر ہی کیون نہ جاؤ تمھارے پاس نہ آؤن گی۔" یہ کہتے ہی جھنجھلاہٹ کے ساتھ دس سیر کے بھاری پاندان کو اٹھا کے دھم سے نیچے پھینک دیا۔ اور اٹھ کے چلی گئی۔

زینب کے جانے کے بعد مولانا محمد عظیم سناٹے مین آ گئے۔ بڑی دیر تک دم بخود رہے۔ آخر دل مین یہ فیصلہ کیا کہ "اس وقت میرا چلا جانا ہی ٹھیک ہے" اور اٹھ کے باہر آ گئے۔ اور اپنے بیٹھکے مین پلنگ بچھوا کے سو رہے۔

تیسرا باب

قصباتی بھائی بندون کی کارستانی

مذکورۂ بالا واقعہ کو ایک ہفتہ گزر گیا۔ اور میان بی بی ہون کا سامنا نہین ہوا۔ بی بی اپنی ضد پر اڑی ہوئی ہین۔ اور میان الگ پھولے ہوئے ہین۔ وہ اپنے دل مین کہہ رہے ہین کہ "مجھ سے جورو کا غلام بن کے نہین رہا جائے گا۔ اس سے تو مر جانا اچھا ہے۔ انھین اپنی دولت پر غرور ہے تو انھین مبارک رہے مجھے پروا نہین۔ مین دب کے رہنے والا نہین ہون۔ جہان جاؤن گا اچھا رہون گا۔ ہزارون مرید ہین وہ خبر لین گے۔ یا خدا نے عزت دی ہے۔ اثر دیا ہے۔ دوڑ دھوپ کے نوکری ہی کر لون گا تو بھی برا نہ رہون گا۔ جس رات کو لڑائی ہوئی ہے اس کی صبح ہی کو مین نے تعویذ لکھ کے بھیج دیا تھا کہ اسے دیکھ کے شاید سیدھی ہو جائین۔ مگر

اُس کا اُلٹا اثر ہوا۔ تعویذ پھاڑ کے پھینک دیا اور کہلا بھیجا کہ مجھے تمھاری ضرورت نہین تو تمھارے تعویذ کی بھی ضرورت نہین! بھلا یہ اُن کے سہنے کی بات تھی۔ سنتے ہی میرے تن بدن مین آگ لگ گئی۔ اور کہلا بھیجا کہ تمھین میری ضرورت نہین رہی تو مجھے اب تمھاری بھی ضرورت نہین ہے۔ اب اپنے بناے کا کاروبار بھی اپنے ہی ہاتھ مین لو۔ مجھے اُس سے کوئی واسطہ نہین۔ اُس کی وجہ سے مجھے خواہ نخواہ شرمندہ ہونا پڑیگا اور اب مین تمھارے ستانے اور تمھارا دل دکھانے کے لیے تمھارے پاس نہین آنا چاہتا ہون اب الگ تھلگ ہی رہنا [illegible]۔ اسی طرح [illegible] جاتی رہی۔ اور کیا عجب کہ چند روز مین ساری قدر و قیمت معلوم ہو [illegible] پیدا کر کے مولانا باہر ہی رہنے لگے۔ علاقہ کے تمام کاغذات اور [illegible] دیے۔ اور [illegible] تدریس اور مراقبہ و مکاشفہ کے دینی مشاغل مین مصروف ہو گئے۔

بی بی بھی زمیندار کی بیٹی۔ اور بلا کی ضدن و نخوت والی تھین۔ اگرچہ دل مین حسرت ایک آفت رہتی تھی۔ اور کسی کام مین دل نہ لگتا تھا۔ مگر یہ ہمت نہ تھی کہ اُٹھ کر میان کو خوشامد کر کے راضی کرین۔ اور اپنی طرف سے پیام دے کے معذرت خواہ ہون۔ لوگ [illegible] چھوٹے دن ظہر کی نماز پڑھ کے بیٹھی ہی تھین کہ گلشن نام لونڈی نے آ کے کہا "بی بی [illegible] آپ کے [illegible] باہر کھڑے ہین اور کچھ کہنا چاہتے ہین۔ بُدّو کی نسبت جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہین قریب کا عزیز اور ایک صاحب کا بھائی بُدّو [illegible] تھے۔ پہلے اُن سے پردہ بھی نہ ہوتا تھا۔ مگر جب سے مولانا محمد عظیم سے عقد ہوا اُنھون نے بی بی کو مجبور کر کے اُن سے پردہ کرانا شروع کیا تھا۔ تب آج کل افکار مین کسی مشیر اور صلاح نیک دینے والے کی خود ہی آرزومند ہو رہی تھی۔ بُدّو کا نام سنتے ہی اُنھون نے ڈیوڑھی مین بلا لیا۔ اور دروازے کے پاس جا کے کہا "بھائی بُدّو تمھارے یہان خیریت تو ہے؟" بُدّو نے سلام کر کے کہا "ہان بہن سب طرح خیریت ہے۔ مین نے آج اپنے گھر مین سنا کہ آج کل تم سے اور دولھا بھائی سے کچھ رنج ہو گیا ہے۔ مجھے یہ سُن کے بڑا ملال ہوا۔ بہن بستی مین اب فقط تمھارا گھر رہ گیا ہے جو سارے قصبہ کی ناک ہے۔ خدا اسے نظر بد سے بچاے۔ اگر خدانخواستہ تمھاری وقعت اور دولت مین فرق آگیا

تو سارے بھائی بندون کی عزت خاک مین مل جائے گی - اسی خیال سے دوڑا آیا کہ جہان تک بنے تم سے ہمدردی اور تمھاری مدد کرون "

زینب " ہان تمھارے بھائی خواہ مخواہ کو خفا ہوگئے ہن "

بُدو " یہ بہت بُرا ہے - اس مین چاہے تمھارا قصور ہو یا اُن کا کوئی اسے اچھا نہین کہہ سکتا ہے۔ جس طرح ہو سکے اُنھین گھر مین بُلاؤ اور اپنا قصور قبول کر کے اُنھین راضی کر دو "

زینب " یہ تو مجھ سے نہ ہوگا کہ وہی مجھ پر ظلم کرین اور وہی بے قصور بھی مانے جائین - جب تک وہ اس بات کو قبول نہ کرین گے کہ اُن کی زیادتی ہے مین تو اُن کے سامنے ناک رگڑنے کو نہ جاؤن گی "

بُدو " تم کو اتنی ضد نہ کرنی چاہیے - یہ تو خیال کرو کہ وہ مرد ہین اور تم عورت ہو - عورت ذات کو مرد کے آگے جھکنا ہی پڑتا ہے "

زینب " تو بھائی مین اُن عورتون مین نہین ہون "

بُدو " آخر تم چاہتی کیا ہو ؟ "

زینب " اُنھین میری پروا نہین - بے رخی کی حد ہو چکی - کوئی کب تک صبر کیا کرے ؟ دن کو کوئی سر پٹک کے مر جائے اندر قدم نہین رکھتے - آدمی بُلانے جاتا ہے تو جھڑک دیتے ہین - اور شکایت کرو تو اُلٹے بگڑتے ہین "

بُدو " تمھاری راے ہو تو مین تمھاری طرف سے جا کے اُن کو سمجھاؤن اور جس طرح بنے اندر بھیج دون "

زینب " سمجھانے کا تمھین اختیار ہے - مگر میری طرف سے کچھ نہ کہنا "

بُدو " تمھاری طرف سے کچھ نہ کہون گا تو کام کیسے چلے گا ؟ اور وہ کیون راضی ہونے لگے تھے ؟ "

زینب " وہ چاہین راضی ہون یا نہ ہون مین تو اُن کے سامنے عاجزی نہ کرون گی - مین نے مُنا کل کسی سے کہہ رہے تھے کہ مین بی بی کا غلام بن کے نہ رہون گا - پھر بھلا مین لونڈی بن کے کیون رہنے لگی تھی ؟ ہرگز نہین - اُنھین سو دفعہ غرض ہو آ کے مجھ سے قصور معاف کرائین اور وعدہ کرین کہ پھر کوئی بات میری مرضی کے خلاف نہ ہوگی "

ہدّو - (ہنس کے) "بھلا کون سا مرد ہے جو اس طرح بی بی کے سامنے عاجزی سے ہاتھ جوڑے گا؟"

زینب "نہین جوڑتے تو اپنے گھر خوش رہین"

ہدّو "بہن ایک بات کہون بُرا تو نہ مانوگی؟"

زینب "نہین - مین بُرا نہ مانون گی - جو کچھ تمھارے دل مین ہو صاف صاف بیان کردو"

ہدّو "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اولاد نہ ہونے کے صدمے سے تمھارا دماغ بگڑ گیا ہی - اصل مین تمھاری ہی زیادتی ہے اور تم ہی اُلٹے مولوی صاحب کو الزام دیتی ہو - اور اگر پہلے تم نے زیادتی نہ کی ہو تو اب تو تمھاری زیادتی مین کوئی شک رہا نہین"

زینب "یہ بھی میری قسمت کہ تمھاری نظر مین بھی مین ہی بُری ہون اور میری ہی زیادتی ہے"

ہدّو "مین تمھارے ہی لیے کہتا ہون - اور تم جانتی ہو کہ تمھارے ہی فائدے مین سارے بھائی بندونکا بلکہ ساری بستی کا نفع ہے - ایسی ضد کس کام کی کہ جس مین سوا نقصان کے کوئی بھلائی کی صورت نہین - اچھا تم اُن کے پاس کسی کو بھیجنا یا اُن کے سامنے قصور وار بننا نہین گوارا کرتی ہو تو کسی ایسے بزرگ سے کام لو جو اپنے تعویذون اور عملون سے میان کو تمھارا غلام بنا دین"

زینب "ایسا عامل یہان کون ہے؟ یہان تو جو کچھ ہین وہی ہین - اور وہ جو تعویذ دین گے اپنے ہی مطلب کا دین گے"

ہدّو "آج کل یہان ایک نئے عامل آگئے ہین جن کے عملون کا زور بندھا ہوا ہے"

زینب "مین تو مدت سے اس کی تلاش مین تھی - کسی اچھے عامل کو بتا دو گے تو بھائی مجھ پر بڑا احسان کروگے - بلکہ زندگی بھر کے لیے مجھے مول لے لوگے"

ہدّو "تو کسی عورت کو بھیج کے بلاقی شاہ سے مدد لو - مین نے اُن سے ایک کام مین مدد لی تھی - اُنھون نے ایک ایسا تعویذ دیا کہ تیر بہدف ثابت ہوا - بس دو ہی تین دن سے اُس کا اثر نمودار ہو گیا - تم سب سے پہلے اسی بات کو آزما کر دیکھو

کہ وہی تین دن مین دولھا بھائی خود ہی آکے تھاری خوشامد کرتے ہین یا نہین "
زینب " مین اسی وقت گلشن کو اُن کے پاس بھیجتی ہون۔ تم اُسے اُن کا پتہ بتا دو" یہ کہتے ہی زینب نے گلشن کو پکارا۔ اور جیسے ہی وہ آئی کہا " دیکھو بھائی ہدّو سے بُلاقی شاہ کا پتہ پوچھ کے اچھی طرح سمجھ لو۔ مین آج ہی تھین اُن کے پاس بھیجون گی "

میان ہدّو نے گلشن کو بُلاقی شاہ کے مکان کا پتہ بتایا۔ اور دوبارہ آنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوئے۔

اُن کے جاتے ہی زینب نے گلشن کو الگ لے جاکے سمجھایا کہ بُلاقی شاہ کے پاس جاکے میری طرف سے کہو کہ کوئی ایسی تدبیر کیجیے کہ مولوی صاحب جو مجھ سے بگڑ گئے ہین اپنے کیے پر نادم ہوکے خود ہی آکے عاجزی سے معذرت خواہ ہون اور اپنا قصور معاف کرائین۔ (پانچ روپیہ دے کے) یہ پانچ روپیہ اُن کی نذر کرنا اور کہنا کہ اگر کام ہوگیا تو مین سو روپیہ آپ کو دون گی۔ اور اس کے علاوہ اور بہت سے کام لون گی "

گلشن اُسی روز شام کو جھٹ پٹے وقت بلاقی شاہ کے مکان پر پہونچی۔ بُلاقی شاہ نے ہدّو اور بچّو کی مدد سے دو ہی چار روز مین رنگ جما لیا تھا۔ مکان کے باہر ایک لمبی ہوئی کوٹھری مین بوریے پر بیٹھے تھے۔ اور بار بار بیٹھنے کا آسن ایک بیقراری کے ساتھ بدلتے رہتے۔ آنکھین مل مل کے لال کر لی تھین اکثر لوگون سے ہوش و حواس کی باتین کرتے کرتے یکایک ایک نعرۂ مستانہ مارتے اور مجنونون کے سے دو ایک بے معنی کلمات زبان سے نکل جاتے۔ چار پانچ معتقدین بہت ادب سے سامنے دوزانو بیٹھے تھے۔ جو سر جھکائے مراقبے مین تھے۔ اُن کی اس وضع و حالت نے گلشن پر ایسا رعب بٹھا دیا کہ خوف سے کانپتی ہوئی سامنے گئی۔ اور خاموش کھڑی ہو رہی۔ دو تین منٹ کے بعد بُلاقی شاہ نے اُس پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی۔ بے تحاشا ایک قہقہہ مار کے ہنسے اور بولے " آگئی! آگئی! " یہ کہتے ہی جوش کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سہمگین گلشن کا کانپتا ہوا بیجان ہاتھ پکڑ کے کوٹھری سے باہر نکال لائے۔

اور سب سے الگ لیجا کے چپکے چپکے کہا "اپنی بی بی سے کہہ دینا کہ تمھارے میاں اگرچہ بڑے مکار ریاکار چالاک اور دغا باز ہین مگر تم اُن سے نہ لڑا کرو۔ تمھارا یہی کام ہے کہ اُن کی اطاعت کرو"

گلشن "مگر وہ تو خفا ہو گئے ہین اور بی بی یہی چاہتی ہین کہ اُنھین خوشامد یا عاجزی نہ کرنا پڑے اور میان خود ہی اپنی حرکت پر نادم ہو کے چلے آئین۔ اور اپنا قصور معاف کرائین"

یہ سنتے ہی بلاقی شاہ نے زمین سے ایک چٹکی خاک اُٹھا کے اُس پر کچھ پڑھ کے دم کیا پھر وہ گلشن کے ہاتھ مین دی۔ اور کہا کسی آدمی کو دینا کہ اِسے سوتے وقت مولوی کے بچھونے پر ڈال دین۔ وہ اس پر ایک دفعہ لیٹ جایا چاہین پھر سوا جورو کے پاس آ کے قصور معاف کرانے کے اور کوئی کام نہین کر سکتے۔ اسکے بعد اپنی تہمت مین سے نکال کے ایک تعویذ دیا اور کہا اسے بہتر یہ ہوگا کہ چھپکے یا چاندنی مین اس طرح لگا لین کہ میان کی اِس پر بار بار نظر پڑا کرے۔ اور یہ نہین ہو سکتا تو جوڑے ہی مین باندھ لین۔ پھر ساری دنیا اُن کی لونڈی ہو جائے گی اور اُنھین کسی کی تابعداری نہ کرنا پڑے گی"

اب بلاقی شاہ پھر اپنی کوٹھری مین جانے کے لیے مڑے تھے کہ گلشن نے پانچ روپیہ نذر کے طریقے سے پیشکش کیے۔ اور آیندہ کا وعدہ بتایا۔ روپیہ دیکھ کے شاہ جی ہنسے اور کہا "یہ بھی لیتی آئی ہے؟ مین سمجھا کہ بھول آئی۔ خیر لاؤ" یہ کہہ کے اس مین سے ایک روپیہ گلشن کو دیا۔ اور باقی چار روپیہ اُس کے سامنے ہی ایک مرید کو بُلا کے اُس کے ہاتھ مین دیے اور حکم دیا کہ اسی وقت ان کی مٹھائی لا کے اُس پر امام غلطی کی نذر کر دینا" اتنا کہا اور پھر جا کے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

گلشن بلاقی شاہ کے پاس سے واپس جاتے وقت رات کے اندھیرے مین ڈر ڈر کے ادھر اُدھر چھپا چھپ نگاہون سے دیکھتی ہوئی جا رہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے آ کے اُس کا آنچل پکڑ لیا۔ پلٹ کے دیکھا تو ایک شخص نظر آیا کہ جو سر پر ڈھاٹا باندھے ہے۔ اُوپر سے نیچے تک ایک سفید لمبی چوڑی چادر مین لپٹے ہوئے

ع ۵ امام غلطی عرب مین ایک بزرگ زبردست عالم گزرے ہین جن کو وہان کے تمام عالم مانتے تھے

کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفن پہنے ہے - اور ایک پانچ ہاتھ کا لٹھ اُس کے ہاتھ میں ہے - دیکھتے ہی مارے خوف کے گلشن کی گھگی بندھ گئی - اُسکی یہ حالت دیکھ کے اُس شخص نے آنچل چھوڑ دیا - اور گھبرا گھبرا کے کہنے لگا "گلشن! گلشن! دیکھو اس قدر آپے سے باہر نہ ہو - لوگ سُنیں گے تو چاروں طرف سے دوڑ پڑیں گے - اور ہماری تمہاری کچھ کہنے سننے کا موقع نہ ملے گا" مگر گلشن اب تک بدحواس اور فاترالعقل تھی - اُس کی صورت بار بار سہم کے دیکھتی اور ڈر کے پیچھے ہٹتی - اب قریب تھا کہ ایک چیخ مار کے ساری بستی کو سر پر اُٹھا لے کہ اُس شخص نے بڑھ کے اپنے ہاتھ سے اُس کا منھ بند کر دیا - اور کہا "خدا کے لیے پہچانو - میں کوئی غیر یا چور ڈاکو نہیں ہوں - نہ پہچانے جانے کے خیال سے جو میں نے ڈھاٹا باندھ لیا - اور سارا جسم چادر میں لپیٹ لیا تو تم ڈر گئیں - میں ہدو ہوں"

تام سُن کے گلشن کے حواس درست ہوئے - اور چند منٹ تک ایک سکتہ کے عالم میں رہ کے بولی "تھوڑی دیر آپ اور نام نہ بتاتے تو میرا دم نکل جاتا - رات کو بھیس بدلنے کی کون ضرورت تھی؟ خدا خدا کر کے اب جان میں جان آئی ہے"

ہدو "تم بلاقی شاہ کے پاس ہو آئیں؟ انھوں نے کیا تدبیر بتائی ہے؟"

گلشن "اُنھوں نے تھوڑی سی مٹی دی ہے کہ مولوی صاحب کے بچھونے پر ڈال دی جائے - اور سر پر باندھنے کو ایک تعویذ دیا ہے - اور کہا ہے کہ کل ہی تمھارے میاں آ کے عاجزی سے تمھارے سامنے ناک رگڑیں گے"

ہدو "بس تو اب جانو کہ تمھارا مطلب پورا ہو گیا - میں تو یہی چاہتا ہوں کہ میاں بی بی میں بگاڑ نہ ہونے پائے - اس کام میں بہن زینب کو بلاقی شاہ سے بھی مدد ملے گی"

گلشن "اور آپ کی بڑی احسان مند ہیں کہ مصیبت کے وقت میں حرج کر کے دوڑے آئے - ورنہ آج کل کون کسی کو پوچھتا ہے؟"

ہدو "ہم تو اُن کے ہر طرح خیر خواہ ہیں - اور اُن کی عزت کو اپنی عزت سمجھتے ہیں مگر گلشن تم اتنا کام کرنا کہ بلاقی شاہ سے اپنی بی بی کو ملائے رکھنا - مولوی صاحب کو معلوم ہو گا تو اس سے بہت ناراض ہوں گے - اور بلاقی شاہ کی یہ حالت ہے

کہ ننگی شمشیر ہین۔ جو بات دل مین آتی ہے بے تکلف کہہ بیٹھتے ہین۔ وہ اکثر تمھارے میان کی پیری مریدی اور اُن کے صوفی و مرشد بننے پر اعتراض کر دیا کرتے ہین۔ اس کی خبر تمھارے میان کو بھی پہونچ گئی ہے۔ اور بُلاقی شاہ کے جانی دشمن ہو رہے ہین۔ اگر کہین اُن کے کان مین بھنک پڑ گئی کہ اُن کی بی بی بلاقی شاہ کی معتقد ہین تو بہت ہی ناراض ہون گے۔ اور تم جو اُن کے پاس گئی تھین اس لیے تمھارے بھی پیچھے پڑ جائین گے۔ بلکہ بس چلا تو بے مارے نہ چھوڑین گے۔ اس لیے اول تو اس کا پوری طرح خیال رکھنا کہ بلاقی شاہ کے تعلقات مولوی صاحب کو معلوم ہی نہ ہون۔ اور اگر معلوم بھی ہو جائین تو اُس وقت تمھارا یہ کام ہو گا کہ تمھاری بی بی سے کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جو بلاقی شاہ کو ناگوار گزرے۔"

گلشن:۔ "آپ نے اچھا کیا کہ بتا دیا۔ جہان تک بنے گا یہ باتین مولوی صاحب سے چھپائی جائین گی۔ اور یہ تو کسی طرح ممکن ہی نہین ہے کہ بی بی بُلاقی شاہ کے خلاف کوئی بات زبان سے نکالین۔"

ہدہد:۔ "مین نے اس لیے کہا کہ بُلاقی شاہ کے مزاج مین جلال بہت ہے۔ اگر بگڑ گئے اور کوئی بُری بات زبان سے نکال بیٹھے تو تم تمھاری بی بی اور مولوی سب خاک مین مل جائین گے۔ اُن کی زبان مین خدا نے کچھ ایسا بلا کا اثر دیا ہے کہ جو کلمہ زبان سے نکلتا ہے اُسی وقت پورا ہوتا ہے۔"

گلشن:۔ "بے شک ایسا ہی ہے۔ اس وقت مجھے بھی یہی نظر آیا۔ مین بی بی کو پوری طرح سمجھا دون گی۔ اور اُنھین اِن شاہ صاحب کا ایسا معتقد بنا دون گی کہ کبھی مخالفت کی اُنھین جرأت ہی نہ ہو گی۔"

ہدہد:۔ "یہ تو کرو ہی گی۔ ایک تدبیر اور کرو۔ گھر کے اندر جتنی عورتین ہین اور جن جن لوگون کا تمھاری بی بی پر اعتبار ہے اُن سب کو اپنے موافق بنا لو۔ جو کہ تمھارے موافق ہی کہے۔ اس مین اگر کچھ لینے دینے کی ضرورت ہو تو اس مین کمی نہ کرنا۔ مجھ سے کہنا مین بندوبست کر دون گا۔ مگر یہ نہ ہو کہ محل کے اندر کوئی تمھارے خلاف ہو۔ اگر تم نے ایسا انتظام کر لیا تو پھر اگر مولوی صاحب کو خبر بھی ہو گئی تو تمھارا کچھ نہ بگاڑ سکین گے۔"

گلشن "اچھا مین اس کا بھی بندوبست کرلون گی - مگر خدا کرے بُلاقی شاہ کی یہ مٹی اور تعویذ پورا اثر دکھائین اور جلدی دکھائین - پھر آپ جیسا کہیے گا کردون گی"

ہدو "مین تمھارے ہی لیے کہتا ہون - میرا اس مین کیا فائدہ ؟ مگر تمھاری بی بی سے ایک محبت ہے جس کی وجہ سے چپکا نہ بیٹھا گیا - یا یہ خیال ہے کہ تمھارے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوجائے"

گلشن "کیا مین سمجھتی نہین ہون ؟ آپ خیرخواہ نہ ہوتے تو آپ کو کیا پڑی تھی کہ میان بی بی کا جھگڑا چکانے کو اُٹھ کھڑے ہوتے ؟ آپ اطمینان رکھین - جو جو باتین آپ نے بتائی ہین اُن سب کا مین انتظام کرلون گی"

ہدو "اور جو کچھ واقعات پیش آئین دوسرے تیسرے آکے مجھ سے کہہ جایا کرنا"

گلشن "اور جو کام کاج سے چھٹی نہ ملے تو کیا کرون ؟"

ہدو "ضرور کوشش کرکے وقت نکالنا - تم اور تمھاری بی بی دونون عورت ذات ہو - اور عورتین ناقص العقل ہوتی ہین - کوئی بات اُلٹی پڑگئی تو پھر کسی کے بنائے نہ بنے گی - مین سوچ سمجھ کے بتادیا کرون گا کہ ہر معاملہ مین کیا کرنا چاہیے - یہ مین جو کچھ کہہ رہا ہون تمھارے ہی بھلے کو کہہ رہا ہون - یہ نہ جاننا کہ اس مین میری کوئی غرض ہے"

گلشن "اچھا مین وعدہ کرتی ہون کہ آپ کو ذرا ذرا سی باتون کی بھی خبر پہونچادیا کرون گی"

ہدو "اب مین تم سے خوش ہوا - اور لو یہ دو روپیہ لیتی جاؤ - اس وقت میری وجہ سے تم ڈر گئین - اور دیر تک تمھارا دل دھڑکتا رہا - اس کا معاوضہ یہی ہے کہ یہ روپیہ تم قبول کرلو" گلشن نے روپیہ لے کے ڈلی تمباکو کی بٹوے مین رکھ لیے - اور میان ہدو سے رخصت ہو کے بی بی کے پاس پہونچی - اور دل مین بہت ہی خوش تھی کہ آج تھوڑی دیر مین تین روپیہ کما لیے - گلشن نے اُسی وقت سے گھر کی تمام ماماؤن چھوکریون اور عزیز و قریب عورتون کے ملانے کی کوشش شروع کردی - اور اس کی تدبیرین سوچتی ہوئی گھر پہونچی -

چوتھا باب

مکار دوست

میان بدّو گلشن کو رخصت کر کے چند ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ اُن کے عزیز دوست میان بجّو مل گئے اور کہنے لگے "سچ سچ بتاؤ یہ کون پری زاد تھی؟ یار یہ اکیلے ہی اکیلے! مگر تعریف کرو کہ مین بھی کیسا تاک مین لگا ہوا تھا۔ اور تم نے اگرچہ بھیس بدل لیا تھا۔ اور سر سے پاؤن تک سارا بدن چھپائے تھے مگر مین آواز سے پہچان گیا۔ اور قریب ہی ٹھٹک کے کھڑا ہو رہا"

بدّو "واہی ہو گئے ہو۔ بھلا مین عورتون کی تاک مین پھرتا اور تمھین خبر نہ ہوتی۔ اُس چکر مین تم ہی رہا کرتے ہو"

بجّو "اچھا تو بتاؤ نہ۔ یہ کون تھی؟ اور اس وقت رات کے اندھیرے مین اُس سے کیا مشورہ کرنا تھا؟"

بدّو "میان یہ تو مولوی محمد عظیم کے گھر کی لونڈی گلشن تھی"

بجّو "شاباش شاباش! اچھے گھر سیند دی۔ سچ سچ بتانا خود اُس سے لسرکا ہے یا اُس کی بی بی سے؟ اُستاد دیکھو جھوٹ بولنے کی سند نہین ہے"

بدّو "لاحول ولاقوۃ۔ تمھارے دل مین جو بات آتی ہے ایسی ہی آتی ہے؟ لو صاف صاف سن لو اُس روز بلاقی شاہ سے جس بات پر ہم تینون نے عہد کیا تھا وہ یاد ہے؟"

بجّو "ہان یاد ہے۔ وہ بھلا بھولنے والی بات ہے؟"

بدّو "ہان تم بھول ہی گئے۔ مگر مین اُسی فکر مین غلطان پیچان تھا کہ آج مجھے پتہ لگا کہ محمد عظیم اور اُن کی بی بی مین کھنچ گئی۔ اور مولوی صاحب نے باہر سونا شروع کر دیا۔ مین نے دل مین کہا اس سے اچھا موقع نہ ہاتھ آئے گا۔ فوراً پہونچا۔ اور بہن زینب سے ڈیوڑھی مین کھڑے ہو کے ہمدردی ظاہر کی۔ اور میان سے ملاپ کر لینے کا مشورہ دے کے جب آزما لیا کہ وہ اور کسی طرح میان سے نہین راضی ہون گی تو یہ تدبیر بتائی کہ بلاقی شاہ سے مدد لیجیے۔ وہ اپنے عمل کے زور سے

مولوی صاحب کو آپ کا غلام بنا دین گے وہ فقرے مین آگئین۔ اور اپنی اسی لونڈی گلشن کو بلاقی شاہ کے پاس بھیجا جنھین مین نے پہلے سے خبر کر دی تھی۔ اس وقت گلشن اُن سے مل کے واپس جا رہی تھی مین نے راستہ مین روک کے اُس کو اپنا دوست بنا لیا۔ اور اُس کے ذریعہ سے اس بات کا انتظام کر دیا کہ گھر کے اندر کی سب عورتین ہمارے موافق ہو جائین۔"

بچو "بھئی یہ تو تم نے بڑا کام کیا۔ مین تمھاری چالاکی کا قائل ہو گیا۔ لیکن تم تو زینب کو مشورہ دے آئے ہو کہ میان سے ملاپ کر لین!"

ہدو "ہان اسی بات کا تعویذ مین نے بلاقی شاہ سے بھی دلوایا ہے۔"

بچو "ہم نے آپس مین عہد کیا ہے وہ اس گھر کے بگاڑنے کا ہے نہ بنانے کا۔ مگر تم تو میان بی بیون مین ملاپ کرا کے اُنھین اور فائدہ پہونچا رہے ہو۔"

ہدو "اسی لیے کہتا ہون کہ تمھین عقل چھو نہین گئی ہے۔ میان اس وقت تو ملاؤن گا۔ اور ہمیشہ اپنی زبان سے ملے رہنے ہی کا مشورہ دون گا۔ مگر اس کے بعد ایسی بگڑواؤن گا کہ قیامت تک ملاپ نہ ہو۔ اور ایسی خوبصورتی کے ساتھ کہ ہم لوگ اُن کے دوست اور خیر خواہ ہی بنے رہین۔ دشمن کو دوست بن کے مارنا چاہیے۔ دشمن بن کے مارا بھی تو کیا؟"

بچو "لیکن اب بغیر ہماری کوشش کے خود ہی بگڑ گئی ہے تو خواہ مخواہ کو میل کرانے کی کیا ضرورت ہے؟"

ہدو "بڑی سخت ضرورت۔ تاکہ ہمارا اعتبار قائم ہو۔ مولوی صاحب اور زینب دونون کے دونون ہمین اپنا سچا دوست اور خیر خواہ سمجھین۔ اور ہمارے مشورون پر آنکھین بند کر کے عمل کرنے لگین۔ اور اب تو میان بی بی مین کل ہی میل ہو جانے کی سخت ضرورت ہے۔"

بچو "یہ نئی ضرورت کون سی پیش آگئی؟"

ہدو "وہ یہ کہ بلاقی شاہ نے اسی میل ہونے اور مولوی صاحب کو زینب کا تابعدار بنانے کے لیے تعویذ دیا ہے اور اور تدبیرین بھی کی ہین۔ لہٰذا اُن کا اثر قائم ہونے کی ضرورت سے دونون مین ملاپ ہونا لازمی ہے۔"

بچو "واہ میان ہدو واہ! سچ تو یہ ہے کہ جتنی دور کی بات تم سوچتے ہو

ہمارا وہاں تک خیال بھی نہیں پہونچ سکتا۔"

بڈھو۔" اب کام شروع کیا ہو تو پورا ہی کر کے رہنا چاہیے" یہ کہہ کے ہدو نے بچو کو رخصت کیا۔ اور آگے کی راہ لی۔

اس وقت رات کے دس بجنے کو تھے آسمان پر تارے چھٹکے ہوئے تھے۔ کہکشان کسی مہ جبین کی مہ سیندور بھری مانگ کی طرح سر پر آگئی تھی۔ اور اس میں عقد ثریا اس طرح اُلجھا ہوا تھا جس طرح کسی آراستہ و پیراستہ دُلھن نے اپنی مانگ کے اوپر جھومر پہن لیا ہو۔ بچھی پور میں اس وقت بالکل سناٹا ہو گیا تھا۔ لوگ گھروں کے اندر لیٹے ہوئے تھے۔ اور دروازے خوب اچھی طرح بند کر لیے گئے تھے۔

میاں ہدو نے پہلے تو اپنے گھر کی راہ لی۔ مگر دو قدم چل کے ٹھٹکے۔ پھر کچھ سوچے۔ اور دیکھا کہ ان کا رخ مولوی محمد عظیم کے عالی شان محل کی طرف پھر ہو گیا۔ جس کا ایک سر بفلک برج ظلمت شب کا سیاہ لباس پہنے یہاں سے نظر آ رہا تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ اس محل کی طرف جا رہے ہیں۔ اور دل میں کہتے جاتے ہیں "ہاں آج کا کام کل پر نہ اُٹھا رکھنا چاہیے۔ اگر یہ راز ورنہ کھلا گیا تو مولوی صاحب یونہیں اُکھڑے اور بگڑے رہیں گے۔ حالانکہ ہمارے دوست بلاقی شاہ کے تعویذ کا اثر کل ہی ظاہر ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ مجھ سے بدگمان ہیں۔ نہ مجھے اچھا سمجھتے ہیں اور نہ میرا کچھ اعتبار ہے۔ مگر مجھے اپنی سی کرنا چاہیے۔ اس وقت تنہائی ہوگی۔ اور غالباً اطمینان کی ملاقات ہوگی۔ باہر سوتے ہی ہیں۔ اندر سے بلانا بھی نہ پڑے گا۔"

دل میں یہی باتیں کرتے ہوئے دولت مند و صاحب علم۔ متین و پرہیزگار۔ نیک نفس و پاکباز رئیس بچھی پور کے شاہانہ قصر میں داخل ہوئے۔ مریدوں اور باطنی ریاضت کرنے والے طلبۂ علم باطن کی آمد و رفت کی وجہ سے پھاٹک کھلا ہوا تھا اندر پہونچ کے دیکھا کہ مکان کے صحن میں تختوں کے چوکے پر مرید حلقہ باندھے مصروف مراقبہ ہیں۔ اور درمیان میں مولانا محمد عظیم سر جھکائے کمال خود فراموشی کے عالم میں سیر باطنی کر رہے ہیں۔ میاں ہدو حلقۂ طالبین کے پیچھے ذرا فاصلہ پر نہایت ادب سے خاموش بیٹھ گئے۔ اور انتظار کرنے لگے کہ یہ روشن ضمیری کی صحبت ختم ہولے تو مولانا سے باتیں کروں۔"

اسی انتظار مین گیارہ بج گئے۔ اور جیسے ہی گھڑی مین گیارہ بجنے کی آواز آئی مولانا نے مراقبہ سے سر اُٹھا کے "الا اللہ!" کی ایک ضرب لگائی۔ اور ساتھ ہی سارے اہل حلقہ نہایت جوش کے ساتھ ضربین لگانے لگے۔ دس ہی منٹ مین کئی مریدون کی حالت متغیر ہو گئی۔ جو زمین پر تڑپتے اور بیقراری کے ساتھ اُٹھ اُٹھ کے گرتے تھے۔ اور عجیب جوش وخروش اور اضطرار و اضطراب کے عالم مین ضربین لگائے جاتے تھے۔ دس منٹ کے بعد مولانا نے ضربین لگانا موقوف کین۔ مگر اُن چند بیتاب واز خود رفتہ طالبون پر وہی عالم اضطراب طاری تھا۔ اور ضربین لگائے جاتے تھے۔ مولانا نے بڑھ کے اُن کے سینون پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے اُن کو بہت کچھ سکون ہوا۔ پھر مریدون نے پانی چھڑک چھڑک کے اُنھین ہوشیار کیا۔ اور جب سب کی حالت درست ہوئی تو سب سلام کر کر کے رخصت ہوئے۔

اب سب لوگ چلے گئے۔ اکیلے ہدو اپنی جگہ پر خاموش بیٹھے ہین جن کے دل پر ان باتون کا ایسا رعب پڑا تھا کہ لب ہلانے کی جرأت نہین ہوتی۔ مولانا نے رات کے اندھیرے مین اُنھین نہین پہچانا۔ اور پوچھا "آپ کون صاحب ہین"

ہدو "مین ہون۔ آپ کا حلقہ بگوش ارادت ہدو"

مولانا "ہدو! تم اس وقت کہان؟ خیریت تو ہے؟"

ہدو "گھر مین بیٹھے بیٹھے جی گھبرایا۔ دل مین آئی کہ آپ کی قدمبوسی حاصل کرون۔ یہان آتے ہی حلقہ بگوش ارادت بن گیا"

مولانا۔ (مسکرا کے) "کیا تمھین بھی عبادت وریاضت کا شوق ہے؟ مگر تم کو اپنے کاروبار سے اتنی فرصت کہان؟"

ہدو "مجھے کام ہی کون سا ہے؟ کھیتی باڑی کی جو تھوڑی بہت نگرانی کرتا ہون ہر طرح کر سکتا ہون؟"

مولانا "خدا نے شوق دیا ہے تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے عزیزون اور برادری کے لوگون مین سے بھی ایک شخص ہمارے حلقہ مین شریک ہوگا۔ مگر تم ابھی اس حلقہ کے متحمل نہ ہو سکو گے۔ پہلے کم از کم چھ مہینے سیدھی سادی عبادت

کردیا پابندی سے نماز پڑھو۔ اور دو ایک وظائف جو بتا دیے جائیں اُن کا ورد رکھو۔ چھ مہینے کے بعد میں تمھیں اپنے مریدون میں شامل کر کے شریک حلقہ کرلون گا۔"

بدو۔" جو حکم ہو میں اُس کے بجا لانے کو حاضر ہون۔ مگر اتنی اجازت ہو کہ مغرب و عشا کی نماز روز یہان حاضر ہو کے آپ کے پیچھے پڑھا کرون اور وہ وظیفے بھی ارشاد ہون۔"

مولانا۔" اس کے لیے کل بعد عصر ملنا۔"

بدو۔" بہت خوب۔ لیکن اجازت ہو تو اس وقت ایک اور امر عرض کرون۔"

مولانا۔" ضرور۔"

بدو۔" مین نے آج سنا کہ ہماری بہن میں اور آپ میں کچھ ملال ہو گیا ہے۔ اس کا مجھے بے حد صدمہ ہوا۔ پھوٹ اور نفاق بے دولتی کا پیش خیمہ ہیں۔ بستی میں سارے بھائی بندون کا جو حال ہے ظاہر ہے۔ کون ہے جو تباہ حال و پریشان نہیں۔ اور سب کی تباہی کی بنیاد سچ پوچھیے تو یہی پھوٹ ہوا کی ہے۔ بستی بھر مین فقط ایک آپ کا گھر رہ گیا ہے جس سے ہم سب لوگون کی عزت ہے۔ اس گھر مین بھی نفاق کو قدم آتے دیکھ کے میرا دل خوف سے کانپ گیا۔ (اتنا کہہ کے بدو ہاتھ جوڑ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور) نہایت ہی عاجزی سے ہاتھ جوڑ کے عرض کرتا ہون کہ اس نفاق کو اپنے گھر سے دور کیجیے۔ ورنہ ہماری رہی سہی عزت خاک میں مل جائے گی۔ اور ہم سب تباہی میں پڑ جائین گے۔"

بدو کی تقریر نے مولانا کے دل پر بڑا اثر کیا۔ آنکھون میں آنسو ڈبڈبا آئے اور جوش دل کو ضبط کر کے کہا " افسوس! یہ تقدیری معاملات ہین۔ مگر الحمد للہ کہ اگر ہمارے گھر پر پھوٹ کی نحوست منڈلا رہی ہے تو ایک تمھارا سا نیک صلاح دینے والا عزیز بھی موجود ہے۔ تم مجھ سے جو کہو کرنے کو تیار ہون۔ مگر تمھاری بہن کو کون سمجھائے؟ وہ جب ضد پر آجاتی ہین تو کسی کی نہین سنتین۔"

بدو۔" مین پہلے انھین کے پاس گیا تھا۔ بہت سمجھایا۔ ہر طرح منت سماجت کی۔ جو آپ سے کہا ہے اس سے بڑھ کے اُن سے کہا ——"

مولانا۔" تو وہ تم سے ملی تھین ؟"

ہدو۔" جی ہان ملی تھین۔ کسی طرح اپنی ضد سے باز ہی نہین آتین ——"

مولانا۔" کیا تم کو اندر اپنے سامنے بلا لیا تھا ؟"

ہدو۔" جی نہین۔ سامنے کیسے بلاتین ؟ مجھے ڈیوڑھی مین بلایا۔ اور پردے کی آڑ سے باتین کرتی رہین "

مولانا۔" تو تمھارے کہنے کا اُن پر کچھ اثر ہوا ؟"

ہدو۔" کچھ نہین۔ مین نے لاکھ کہا کہ دولھا بھائی سے اپنا قصور معاف کرا ؤ۔ اور اُنھین خوشامد کر کے بلاؤ مگر وہان ایک ہاتھی اور بہرا رہین "

مولانا۔" اب تم ہی انصاف کرو کہ ایسی حالت مین کس کا قصور ہے ؟"

ہدو۔" قصور اُن کے سوا کس کا ہو سکتا ہے ؟ اور عورت جو اپنے شوہر کو ناراض کرے وہ ہر حال مین گنہگار اور خدا کی رحمت سے دور ہے۔ مگر افسوس اُن پر کچھ زور نہ چل سکا "

مولانا۔" تو پھر مین کیا کرون ؟"

ہدو۔" وہ عورت ہین۔ اور جاہل نادان۔ اور پھر اس کے ساتھ حد درجے کی ضدن۔ آپ کو خدا نے علم و فضل دیا ہے۔ نیک و بد کو جانتے ہین۔ مزاج مین حلم بے نفسی و فروتنی ہے۔ اور بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ مصلحت کیا ہے۔ آپ کو حدیث شریف کا یہ مضمون بھی معلوم ہے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور پسلی ہی کی طرح ٹیڑھی اور سخت ہے۔ آپ اُسے سیدھا کرنا چاہین تو ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی۔ آپ یہ بھی خیال کر سکتے ہین کہ بہن اگر اپنی ضد کو نہین چھوڑتین تو یہ اُن کی سرشت ہی ہے۔ ایسی حالت مین مجبوراً آپ ہی نرمی اختیار کیجیے اس لیے کہ گھر کے بنے رہنے کے واسطے آپ دونون مین ملاپ رہنا لازمی ہے "

مولانا۔" اگر مین نے کوئی سختی کی ہو تو کہو کہ نرمی اختیار کرون "

ہدو۔" میری یہ عرض ہے کہ آپ اُن کی ضد مان لین۔ وہ اپنی حماقت سے نہین جھکتین۔ اور معذرت خواہ نہین ہوتین تو آپ ہی گوارا کر لیجیے کہ اُن سے معذرت خواہ ہو جیے۔ اور چل کے کہہ دیجیے کہ مین اپنا قصور مان کے معافی

مانگتا ہوں۔ اور پھر کبھی تمھاری دلشکنی نہ کروں گا۔"

مولانا" در اصل یہ امر بالکل خلاف واقعہ ہوگا۔ اس لیے کہ نہ میں نے اُن کا دل دُکھایا۔ اور نہ اُن کا کوئی قصور کیا ہے۔ لیکن تمھیں اصرار ہے تو مجھے اس میں بھی عذر نہیں۔ میں تو ہر وقت اسی کا منتظر رہتا ہوں کہ اُن کے پاس سے کوئی بلانے کو آئے اور بے تکلف چلا جاؤں۔ مگر کوئی نہیں آیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی گلشن یہاں آئی۔ میں سمجھا تھا کہ تمھاری بہن کا کچھ پیام لائی ہوگی۔ مگر مجھ سے بات بھی نہ کی۔ فقط میرا بچھونا جھاڑ کے اور برابر کرکے چلی گئی۔"

بدو۔ (دل میں) تو لاتی شاہ کی تسخیر والی مٹی پہونچ گئی۔ (آواز سے) وہ نہیں بلائیں تو بے وقوف ہیں۔ آپ ہی صبح کو نماز کے بعد اندر چلے جائیں۔ اور خوشامد درآمد سے یا جس طرح بنے اُنھیں راضی کرلیں۔"

مولانا" مجھے اس میں بھی تامل نہیں۔ اور تمھاری یہی خوشی ہے تو میں قبول کیے لیتا ہوں۔ لیکن خوب یاد رکھو کہ ایسی دکھاوے کی بے اصول رضامندی نبھنے والی نہیں ہوسکتی۔ اُن کا دماغ اور بگڑ جائے گا۔ مجھ پر سخت حکومت شروع کردیں گی۔ اور ایسی باتوں کی خواہش مند ہوں گی جو مجھ سے نہ ہو سکیں گی۔"

بدو" آپ اس وقت راضی کرلیں۔ پھر میں انھیں سمجھا لوں گا۔ اور امید ہے کہ آئندہ اُن سے کوئی ایسی بات نہ سرزد ہوگی۔"

مولانا" تو بہتر ہے۔ میں کل صبح کو جا کے جس طرح بنے گا انھیں راضی کرلوں گا اور حتی الامکان کوشش کروں گا کہ پھر ایسی رنجش کی نوبت نہ آئے۔"

اس کی میاں بدو نے نہایت ہی عاجزی سے شکریہ ادا کیا۔ اور دوسرے دن بعد عصر حاضر ہونے کا وعدہ کرکے اپنے گھر آئے۔ اور مولانا فوراً جا کے بچھونے پر لیٹ رہے۔ اس لیے کہ تہجد کے وقت اُٹھنا تھا۔ مگر بہت دیر تک نیند نہیں آئی۔ اس لیے کہ بی بی کی بے وجہ خوشامد سے اُن کا دل متنفر تھا۔ ایسی فروتنی بالکل خلاف مصلحت نظر آتی تھی۔ اور سمجھتے تھے کہ ایسی بے محل عاجزی سے بی بی کا دماغ اور بگڑ جائے گا۔ مگر وعدہ کرچکے تھے۔ اور یہ غیر ممکن تھا کہ انھوں نے جو کہا ہو نہ کریں

پانچوان باب

جادو چل گیا

آج رات زینب کے خیالات پر کچھ ایسا اثر پڑ گیا تھا کہ پچھلے کے وقت تک آنکھ نہ لگی - اِن دنون میان سے لڑائی ہو جانے کے بعد اکثر راتون کو اُسے میان کے خیال سے اور طرح طرح کی پریشانیون کے باعث نیند نہ آتی تھی - اور اگر آ بھی جاتی تو کوئی پریشان خواب دیکھ کے چونک پڑتی - اور ایسی سہمی ہوئی جاگتی کہ گھنٹون کے لیے فرصت ہو جاتی - تاہم تھوڑا بہت سو بھی لیتی تھی - مگر آج یہ قیامت ہوئی کہ تین بجے شب تک صدہا کروٹین بدل ڈالین - نیند نے جیسے آنے کی قسم کھائی - اس کی وجہ یہ تھی کہ گلشن اور گھر کی عورتون نے جو سازش مین شریک تھین مُلاتی شاہ کی ٹٹی کی بے انتہا تعریف کر دی تھی یقین دلادیا تھا کہ اُس کا کوئی ذرہ بھی مولوی صاحب کے جسم سے چھو گیا تو اسکے چھوتے ہی وہ بیتاب ہو کے اندر دوڑے آئین گے - پانچ منٹ بھی تو اُن سے باہر نہ ٹھہرا جائے گا -

چنانچہ ساری رات اسی انتظار مین گھڑیان گنتے گذری تھی کہ مولوی محمد عظیم صاحب آتے ہون گے - کوئی کھٹکا ہوتا اور وہ چونک کے دیکھنے لگتی کہ آ تو نہین گئے - آدھی رات کے بعد کئی بار کان مین آواز آئی کہ جیسے مولوی صاحب پکار رہے ہین " دروازہ کھولو " گھبرا کے پلنگ پر اُٹھ بیٹھی لیکن پھر جو خیال کیا تو کچھ نہ تھا - حیرت اور ناگواری کے ساتھ بولی " این! کیا میرے کان بج رہے ہین ؟" اور مایوسانہ انداز سے پھر تکیے پر سر رکھ کے لیٹ رہی "

صبح ہونے کو تھی کہ آنکھ لگ گئی - دو ہی گھنٹہ غافل رہی ہو گی کہ نماز کی پرانی عادت ہونے کے باعث پھر آنکھ کھل گئی - اور اُس نے گھبرا کے دیکھا کہ سفیدۂ صبح نمودار ہے - اور صبح کے پھیکے تارے اُس کا اُترا ہوا خوبصورت چہرہ بن گئے ہین اُٹھ کے چوکی پر گئی - وضو کیا - رقت قلب ، اور خضوع وخشوع

سے نماز پڑھی۔ مگر آنکھوں مین اب تک ایسی نیند بھری ہوئی تھی کہ فریضۂ فجر سے فارغ ہوتے ہی پھر لیٹ رہی۔ اب شوہر کے آنے سے تو مطلقاً یاس ہو گئی تھی۔ خمار شب کا ہجوم ہوا۔ اور لیٹتے ہی آنکھ ہو لگی تو پہر دن چڑھے تک غافل سویا کی۔

یہ رات بھی اُس کی زندگی مین یادگار رہتی۔ اس لیے کہ گو اس مین شب فراق ہی کی سی بے لطفیان۔ پریشانیان۔ اور انتظار کی بیتابیان تھین مگر صحیح معنون مین اسے شب فراق نہین کہہ سکتے۔ بے شک انتظار تھا۔ اور شوہر ہی کا انتظار تھا۔ لیکن ایسا انتظار نہین جیسا کسی کو شوق وصل مین ہوتا ہے۔ بلکہ یہ انتظار صرف اپنی تدبیرون کی کامیابی۔ اور بُلاقی شاہ کے عمل کی تاثیر کے ظاہر ہونے کا تھا۔ دراصل وہ شوہر پر غلبہ پانے اور اپنی فتح کے شوق مین بیقرار تھی۔ اُس کی شوق کی آنکھون کے سامنے کوئی ایسی تصویر نہ تھی کہ محترم مقدس شوہر آکے ہم کنار و ہم پہلو ہون گے۔ بلکہ یہ نقشہ نظر کے سامنے پھر رہا تھا کہ تھوڑی دیر مین فاضل و عارف اور اپنے علم و عمل پر ناز کرنے والے شوہر مجھ سی جاہل بی بی کے سامنے غلامون کی طرح خوشامد کر رہے ہون گے۔ ہاتھ جوڑے کھڑے ہون گے۔ جُھک جُھک کے قدم لیتے ہون گے۔ اور مین منھ نہ لگاؤن گی۔ جب تک گھنٹون ناک نہ رگڑوا لون گی پاس نہ بیٹھنے دون گی۔

چنانچہ اسی قسم کا ایک خواب دیکھتے دیکھتے شوہر کو سخت جواب دینے کے جوش مین آنکھ کھل گئی تو گھبرا کے آنکھین ملتی ہوئی اُٹھ بیٹھی۔ اور یہ دیکھ کے کہ دن بہت آچکا ہے اور آفتاب بلند ہو گیا اپنے بے وقت سونے پر پچھتائی۔ اور گلشن کو آواز دی۔ گلشن نے حاضر ہو کے کہا "بی بی آج تو آپ بہت سوئین!"
زینب "سونا کیسا مجھے رات بھر کروٹین بدلتے گزری ہے۔ اُسی کا خمار تھا کہ نماز کے بعد آنکھ لگ گئی"۔ اب گلشن نے منھ دھونے کے لیے پانی اور منجن وغیرہ لا کے رکھ دیا۔ زینب نے اُٹھ کے ہاتھ منھ دھوئے۔ اور منھ پونچھ کے بالون مین کنگھی کرنے لگی۔ کنگھی کرتے کرتے گلشن سے کہا "تم بُلاقی شاہ کی مٹی کا بڑا زبردست اثر بتاتی تھین۔ مگر اس وقت تک تو کچھ

نہ ہوا - مجھے رات بھر اسی کا خیال رہا - تو نے بچھونے پر مٹی ڈالی بھی تھی یا نہیں کچھ دھوکا تو نہیں ہو گیا ؟"

گلشن "دھوکا بھلا کیا ہوگا ؟ میں نے خود اپنے ہاتھ سے جا کے ڈالی تھی "

زینب "اُن کے دھوکے میں کسی اور کے بچھونے پر تو نہیں ڈال دی ؟"

گلشن "بی بی - کچھ میں سٹرن تو تھی نہیں جو اور کے بچھونے پر ڈال دیتی "

زینب "تو معلوم ہوتا ہے خوف کی گھبراہٹ اور جلدی میں تو نے کسی کونے پر ڈال دی اور وہ اُن کے پنڈے میں نہ لگ سکی "

گلشن "شاید ایسا ہی ہو - مگر بی بی آپ کے سر کی قسم مجھے اُس وقت نہ کسی کا ڈر تھا اور نہ کسی بات کی گھبراہٹ تھی "

زینب "تو پھر کیا بجوگ پڑ گیا جو اس وقت تک کچھ اثر نہیں دکھائی دیتا ؟ تم تو کہتی تھیں کہ اس مٹی پر اُنھیں بڑا دعوی ہے - کوئی کیسا ہی بگڑا ہو دم بھر میں آ کے عاجزی سے خوشامد کرنے لگتا ہے "

گلشن "اُنھوں نے کہا تو یہی تھا - اور کئی آدمیوں سے بھی اُس کی بڑی تعریف سُن چکی ہوں - مگر آپ نے وہ تعویذ بھی سر میں پہنا ؟"

زینب "تعویذ تو نہیں پہنا - میں نے کہا کہ صبح کو کنگھی کرتے وقت جھومر نکال کے پہنوں گی اور اُس میں اُس تعویذ کو باندھ لوں گی - مگر اُس کا اثر تو اُس وقت ہو گا جب وہ یہاں آ چکیں گے "

گلشن "یہی تو حضور سے غلطی ہو گئی - تعویذ کا اور اُس مٹی کا تو ساتھ ہے - بغیر تعویذ کے اکیلی مٹی کیا اثر کرتی ؟ میں بھی کہتی تھی کہ بلاقی شاہ کسی بات کا دعوی کریں اور وہ پوری نہ ہو - یہ کیسے ممکن ہے ؟ مگر آخر سمجھ میں آ گیا نہ ؟"

زینب "اچھا اب - اس وقت پہن لوں ؟ ایسا تو نہیں ہے کہ اب مٹی کا اثر جاتا رہا ہو ؟"

گلشن "اب اسے تو خود شاہ صاحب ہی بتا سکتے ہیں - مگر حضور بسم اللہ کر کے جھومر میں تعویذ باندھ کے پہن تو لیں - اگر اب بھی کچھ اثر نہ ہو گا تو میں اُن کے پاس جا کے دریافت کر آؤں گی "

زینب کنگھی کر رہی تھیں۔ سونے کے مرصع جھومر کو تانبے کی پٹاری سے نکال کے اُس میں تعویذ کو باندھا اور اُسے بالوں میں اٹکا کے چوٹی گوندھ لی۔ اب پھر ہاتھ منھ دھوئے۔ اور رومال سے منھ پونچھ رہی تھی کہ کمال حیرت سے کیا دیکھتی ہے کہ مولوی محمد عظیم صاحب اپنے تمام دینی و تعلیمی مشاغل کو چھوڑ کے پریشان و اندوہناک صورت بنائے سامنے چلے آتے ہیں۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی زینب نے گلشن سے کچھ کہنا چاہا مگر زبان سے کوئی لفظ نکلنے نہیں پایا تھا کہ مولانا شگفتہ مزاج گھر والی کے سامنے مودب کھڑے ہو کے مسکرائے۔ اور کہا "اچھا میرا ہی قصور سہی۔ اور مانے لیتا ہوں کہ لڑائی فقط میری ہی بد مزاجی سے ہوئی۔ اب تو تم قصور معاف کرو گی یا اب بھی تامل ہے؟"

زینب۔ (نہایت متین اور روکھا چہرہ بنا کے) "تمہیں اپنے قصور کا حال معلوم ہو گیا۔ اور قصور معاف کرانے آئے ہو۔ مگر یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ پھر تم سے ایسا قصور نہ ہو گا؟"

بی بی کے ان دل شکن کلمات نے مولوی صاحب کے دل کو ایک کاری خنجر سے زیادہ تکلیف دی۔ دل میں کہا "لعنت ہے ایسے شوہر ہونے پر اگر اس طرح میں نے صفائی کر بھی لی تو کے دن نبھے گی؟ لیکن اب میں نے وعدہ ہی کر لیا ہے تو چاہے کیسی ہی توہین ہو برداشت کروں گا۔ اور بے راضی کیے واپس نہ جاؤں گا" یہ سوچ کے بولے "اب میں صفائی کر لینے کا تہیہ کر کے آیا ہوں۔ تم جو کہو کرنے کو تیار ہوں زبانی وعدے کا اعتبار نہ ہو تو تحریری اقرار نامہ لکھ دوں؟"

زینب "مجھے لکھا پڑھی کی ضرورت نہیں۔ مگر اتنا کہے دیتی ہوں کہ میرا دل اب بہت نازک ہو گیا ہے۔ اب کی جو تمہاری طرف سے بے رُخی یا بے پروائی ہوئی تو ہرگز نہ برداشت کر سکوں گی۔ خیر اب تم نے اقرار کیا ہے تو آؤ بیٹھو اور جب تک کہوں میرے پاس بیٹھے رہو"

مولانا "دن بھر کی چھٹی کر کے تو میں آیا ہی ہوں جب تک کہو گی بیٹھا رہوں گا"

زینب (گلشن سے) "جاؤ ناشتہ لے آؤ" زینب نے حکم کی تعمیل کی۔ دسترخوان

بچھایا - اور کچھ پراٹھے کچھ انڈے اور تھوڑی سی مٹھائی لاکے دستر خوان پر چن دی - دسترخوان کو تیار دیکھ کے زینب نے میاں کو کھانے کا حکم دیا - میاں نے کہا " آج جی چاہتا ہے کہ ہم تم ساتھ کھانا کھائیں "

زینب " تمہاری یہی باتیں تو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتیں - رنڈیوں اور بازاری بالزادیوں کو ساتھ کھلاتے کھلاتے تم نے مجھے بھی ویسا ہی سمجھ لیا - شریف عورتیں کہیں ساتھ نہیں کھاتی ہیں - انکا قاعدہ ہے کہ میاں کو کھلا کے جو کچھ بچتا ہے خود کھاتی ہیں "

مولانا " میرے نزدیک تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں - عرب کی تمام شریف زادیاں آج تک شوہروں کے ساتھ کھاتی ہیں - اور آنحضرت صلعم کے زمانے میں بھی پاکدامن بی بیوں کا اکثر یہی معمول تھا "

زینب " یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم قائل نہ ہوگے - قائل ہو جاؤ تو علم میں بٹہ نہ لگ جائے ؟ مگر یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارے بہکانے میں آجاؤنگی - میں اپنی پرانی وضع نہیں چھوڑ سکتی - لے کھانا ہو تو کھاؤ - مجھے زیادہ باتیں بنانا نہیں آتیں "

آخر مولانا نے جبراً و قہراً دو چار لقمے کھا کے ہاتھ دھو ڈالا - بی بی نے پان بنا کے دیا - اور اُسی دسترخوان پر بیٹھ کے خود کھانے لگیں - اب مولوی صاحب خاموش بیٹھے تھے - اور پورے اطاعت کیش شوہر بنے ہوئے تھے - تھوڑی دیر کے بعد اس بے مزہ صحبت سے اُکتا کے کہا " اجازت دو تو میں باہر جا کے طلبہ کو ایک سبق پڑھا دوں ؟

زینب " اے ہاں یہاں کا بیٹھنا تو مارے باندھے کا سودا ہے - خیر جاؤ مگر خبردار - جس وقت بلاؤں فوراً چلے آنا " مولانا نے بجاآوری حکم کا وعدہ کیا - اور اُٹھ کے باہر گئے - اُن کے جاتے ہی گلشن نے کہا " بی بی اب تو آپ نے مٹی اور تعویذ کا اثر دیکھ لیا ؟ "

زینب " مجھے تو ان کے آنے پر اس وقت حیرت ہو گئی - اور کیسے غریب بنے ہوئے بیٹھے [illegible] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] مزاج ہی بدل گیا - کبھی اور بھی تم نے انھیں ایسا نیکبخت دیکھا تھا ؟ "

گلشن :" جی نہین - یہ اسی مٹی کا اثر ہے - معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے جادو کر دیا "

زینب :" بھئی مین تو بلاقی شاہ کے عمل کی قائل ہو گئی - تم اسی وقت جا کے اُنھین سوروپیہ دے آؤ - اور کہہ دینا کہ اسی پر موقوف نہین - جہان تک ہو سکے گا مین برابر آپ کی خدمت کیے جاؤن گی - آپ کی بس اتنی عنایت ہو کہ اُن کی یہی حالت رہے - بلکہ آج شام کو بُلا لانا - جو کچھ کہنا ہے مین خود اُن سے کہہ سُن لون گی - اور اُنھون نے قبول کیا تو اُن کی مرید ہو جاؤن گی "

تھوڑی دیر کے بعد گلشن حُسن عقیدت سے بُلاقی شاہ کے پاس جانے کے لیے چادر اوڑھ رہی تھی کہ میان بدّو نے اطلاع کرائی اور زینب نے فوراً پردے کے پاس جا کے کہا " بھائی تم نے بہت ہی اچھی تدبیر بتائی تھی - تمھاری بڑی احسان مند ہون - بُلاقی شاہ صاحب نے ایک ہی دن مین اُن کو سیدھا کر دیا "

بدّو :" ہان ابھی مین نے یہان ڈیوڑھی پر آ کے سنا کہ مولوی صاحب اندر آ کے آپ سے ملے - اور ملاپ کر کے واپس گئے "

زینب :" ملاپ! اے بھائی اُنھون نے آتے ہی اپنا قصور قبول کیا - عاجزی کے ساتھ اپنا گناہ معاف کرایا - وعدہ کیا کہ پھر کبھی ایسا قصور نہ ہو گا - بھلا اُن سے ایسی امید تھی - کچھ نہین یہ ساری برکت بُلاقی شاہ صاحب کی مٹی اور تعویذ کی تھی - مجھے تعویذ پہنے آدھا گھنٹہ بھی نہ ہوا ہو گا کہ حاضر ہو گئے "

بدّو :" مین نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ بلاقی شاہ سے بڑا عامل چراغ لے کے ڈھونڈھیے نہ ملے گا - اور صاحب وہ تو عجیب شخص ہین - فقیرون مین فقیر - دنیا دارون مین دنیا دار - کوئی کام نہین جو قابلیت سے انجام نہ دیتے ہون - بہن اُن کا دامن نہ چھوڑنا - تمھین پھر ایسا آدمی نہ ملے گا - جس کام کو کہو ایسی ایمانداری اور لیاقت سے کرتے ہین کہ تعریف نہین ہو سکتی "

زینب :" میرا تو ارادہ ہے کہ اُن کی مرید ہو جاؤن "

ہدو۔ "بہت اچھی بات ہے۔ مگر بہن ابھی اس مین جلدی نہ کرنا۔ مولوی صاحب کا دل اُن سے صاف نہین ہے۔ اگر سنا کہ تم اُن کی مرید ہوگئین تو اُنھین بہت ناگوار ہوگا۔"

زینب "ناگوار ہوگا تو ہوا کرے۔ مین کچھ اُن کی لونڈی نہین ہون۔ اور اب تو اقرار کر چکے ہین۔ میرے کامون مین شاید دخل نہ دین۔"

ہدو۔ "ہان مجھے یہ بھی کہنا تھا کہ بہن اب تم نے مولوی صاحب کو دبا لیا ہے تو پھر کبھی ہمسنے نہ دینا۔ کبھی اس رنگ ہی پہ نہ آنے پائین کہ کسی بات مین تمھاری مخالفت کا حوصلہ ہو۔"

زینب "اب بھلا وہ کیا میرے سامنے سر اُٹھائین گے؟ بلاقی شاہ کی ایسی ہی نظر عنایت رہی تو تم دیکھ لینا کہ مین اُنھین کیسا کچے دھاگے مین باندھ کے رکھتی ہون۔"

ہدو۔ "مگر بہن تعریف یہ ہے کہ درمیان مین مخالفت یا ملال نہ پیدا ہونے پائے۔"

زینب "اب تو وہ مخالفت کرنے کے قابل ہی نہین رہے۔ مگر بھائی یہ گھر بے چراغ ہے۔ اور تمھارے بھائی جو بے رُخیان کرتے ہین اس کی بھی اصلی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اُنھین اولاد کی امید نہین باقی رہی۔ کوئی اس کی تدبیر نہین کرتے؟"

ہدو۔ "اب بھی تمھین بتانے کی ضرورت ہے؟ بلاقی شاہ صاحب سے کہو۔ اُن کی توجہ ہوگئی تو خدا تمھین اولاد سے محروم نہ رکھے گا۔"

زینب "مگر بھائی یہ بات تو اُن کے سامنے میری زبان سے نہ نکلے گی۔ تم کہہ سُن کے اُنھین راضی کر دیتے تو بڑا احسان کرتے۔ رہی اُن کی خدمت۔ اس کے لیے مین ہر طرح موجود ہون۔"

ہدو۔ (مسکرا کے) "ہان مین سمجھا۔ خیر مضائقہ نہین۔ مین آج کہون گا۔ اور وہ جو تعویذ بھیجین یا جو تدبیر بتائین اُس مین خبردار کوتاہی نہ کرنا۔" زینب نے اظہار شکر گزاری و مسرت کے ساتھ اطمینان دلایا اور میان ہدو رخصت ہو کے اپنے گھر گئے۔

چھٹا باب

میان بی بی کا بگاڑ

اس واقعہ کو تقریباً دو مہینہ گزر گئے - زینب بُلاقی شاہ کی مرید ہوگئی - اور اُس سے یہان تک تعلقات بڑھے کہ روز رات کو آکے ملتا ہے - اور زینب نے پردہ اُٹھا دیا - گھنٹون پاس بیٹھی باتین کیا کرتی ہے - اندر باہر کا کوئی کام بغیر بُلاقی شاہ کے مشورے کے طے نہین ہوتا - پورا داروغہ بُلاقی شاہ ہے - اور اُن کے برتے پر اکڑنے والی خودرائے بی بی اپنے مغلوب شوہر کی قسمت کا فیصلہ بھی اُسی کے مشورے سے کرتی ہے - بُرے اور پوچ کے مشورون اور غیر متوقع کامیابیون نے بُلاقی شاہ کا دماغ اس قدر بگاڑ دیا ہے کہ پہلے تو مولانا محمد عظیم کی مذمت بستی کے عام لوگون ہی کے سامنے کیا کرتا تھا اب خود اُن کے گھر مین بیٹھ کے اور خاص گھر والون کے منھ پر اُنھین صلواتین سناتا اور سیکڑون طرح کے نام رکھتا ہے - ابتدا اگر فقط چند جہلا یا فتنہ جو اُس کے شریک تھے اب زینب کی ایسی رئیسۂ عظمیٰ پر قابو پانے کی وجہ سے ساری بستی اُس کے گنڈے تعویذون پر فریفتہ اور اُس کے کمالات باطنی کی معتقد ہوتی جاتی ہے - اور کہین کہین بستی کے پڑھے لکھے معزز لوگون مین بھی اُس کا ذکر وقعت کے ساتھ ہونے لگا ہے -

مولانا محمد عظیم نے جب پہلے پہل اُس کا تذکرہ سنا تو ہنسے کہ ایک ادنیٰ شخص جو قوم کا بھانڈ اور میراثی ہونے کے علاوہ بالکل اَن پڑھ جاہل ہے فقیری بھیس اور گیروا بستر کر کے کس طرح ولایت کا دعویدار ہوا ہے! اور عوام الناس مین دام تزویر پھیلا رہا ہے - اُس کی جرأت پر متعجب ہوئے اور عوام کی زود اعتقادی پر افسوس کیا - دو چار روز کے بعد اُنھون نے سنا کہ بُلاقی شاہ اُنھین گالیان دیتا پھرتا ہے - اور وظیفہ و عمل مین خود اُن کے مقابلے کا دعویدار ہے - اس پر اُنھین اور ہنسی آئی مگر ضبط کیا اور مطلق پروا نہ کی - اور ظاہر ہے کہ ایک عالم بے بدل اور فاضل اجل کو ایک مکار جاہل کی لغو

ہرزہ سرائیون کی کیا پروا ہوسکتی ہے؟ طلبہ اور مرید اکثر آکے اُس کی دریدہ دہنی کا تذکرہ کرتے اور وہ کہہ دیتے "کہ بکنے دو - وہ مجھے بُرا کہہ کے اپنا دل خوش اور اپنا بازار فریب گرم کرلیتا ہے اور میرا کچھ بگڑتا نہین"

اب یکایک اُنھین یہ اطلاع ملی کہ بلاقی شاہ خود اُن کے گھر مین آتا ہے - اُن کی بی بی اُس کی معتقد ہین - جن کے سامنے بیٹھ بیٹھ کے وہ اُنھین بُرا بھلا کہتا ہے - یہ خبر ایسی نہ تھی کہ اسے بھی وہ نہین ٹال دیتے اور دل پر اثر نہ پڑتا - چپکے ہی چپکے پتہ لگانا شروع کیا - اور روز بروز زیادہ حالات معلوم ہوتے گئے - یہانتک کہ سنا اُن کی بی بی فقط شاہ جی ہی کی معتقد نہین بلکہ اُس کی مُرید بھی ہین - اور سیکڑون روپیے جو اُنھون نے اپنی خوش انتظامی سے پس انداز کیے تھے اِس مکار بھانڈ کی نذر ہوئے جاتے ہین - اس کا بہت ملال ہوا - دل ہی دل مین بے انتہا برہم ہوئے - اور کہا "بی بی کا دباؤ ماننے اور جورو کی خوشامد کرنے کا یہ نتیجہ ہے - واقعی عورت اس قابل نہین ہے کہ اُس پر بھروسا کیا جائے"

گذشتہ میل ہونے کے بعد انھون نے دل مین عہد کرلیا تھا کہ اب کبھی بی بی سے نہ بگاڑین گے - حتیٰ کہ دن کو بھی جب کبھی بی بی کی کوئی ماما یا لونڈی بُلانے کو آتی سب کام چھوڑ کے اور ہر طرح کا حرج کرکے اندر دوڑے جاتے - مگر اس واقعہ سے خیالات نے پھر پلٹا کھایا - اور دل مین کہا "یہ تو مجھ سے نہ ہوسکے گا جورو کی اطاعت جہان تک ہوسکتی تھی کی - اب نہین ہوسکتی - یہ یقین ہے کہ اب کی مخالفت کا نتیجہ بہت بُرا ہوگا مگر ہو - مین شوہر ہون زرخرید غلام نہین ہون"

مولانا محمد عظیم پورے ایک دن رات اسی غصہ مین رہے - میان ہدہد جو اُن کے بھی دوست بنے ہوئے تھے اور اُن کی احمق بی بی کے بھی چپکے سے آکے مشورہ دے گئے کہ "جورو کو ہرگز حد سے نہ گزرنے دینا چاہیے - اس سے زیادہ بیہودگی کیا ہوگی کہ ایک جاہل مکار خاص آپ کے گھر مین بیٹھ کے آپ کو بُرا بھلا کہتا ہے اور وہ ٹھنڈے کلیجے سُن لیتی ہین - جہان تک مناسب تھا مین نے آپکو اُنسے موافقت رکھنے کی صلاح دی - لیکن اب جو کچھ ہو رہا ہے اس کو تو کوئی شریف

نہ گوارا کرے گا۔" اس مشورے نے مولانا کا غصہ اور بڑھا دیا۔

دوسرے دن رات کو کوئی آٹھ بجے ہوں گے۔ اندھیری رات کے آسمان پر تارے کھلے ہوئے تھے۔ اور بستی کے گلی کوچوں میں سناٹا تھا کہ مولوی صاحب کو اُن کے ایک مخبر مرید نے آکے خبر دی کہ "بلاقی شاہ آیا ہے۔ اور اندر بیٹھا زیٹیں اُڑا رہا ہے۔ اپنی تعریف میں جھوٹ کے پُل باندھ دیے ہیں۔ اور بات بات میں آپ پر اعتراض کرتا ہے۔" مولانا دور وزے سے مشتعل ہو رہے تھے یہ خبر سنتے ہی سخت برافروختہ ہو کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنی جریب ہاتھ میں اُٹھا لی۔ اور اندر گھُسے چلے گئے۔ اتفاقاً بلاقی شاہ اس وقت کہہ رہا تھا "ہم لوگوں کا مسلک تو عشق و محبت کا ہے۔ نہ ہمیں نماز وروزے سے سروکار ہے نہ قرآن و حدیث سے۔ خدا کے دربار کے رند ہیں۔ یونہیں اُس سے لو لگائے رہتے ہیں تو روزہ کیسا؟ اور نماز کس کی؟ ہمیں نہ مولوی محمد عظیم کی ایسی ریاکاری کی نماز آتی ہے۔ نہ اُن کے سے دکھاوے کے روزے رکھتے ہیں۔ نہ اُن کا سا وظیفہ جانتے ہیں نہ اُن کے سے اوراد۔ نہ اُن کی طرح قرآن پڑھتے نہ حدیث پڑھاتے ہیں۔ اُن کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ اور یہاں ظاہر و باطن یکساں ہے۔ بس ہمارا مذہب عشق ہے۔

ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف	گر کعبہ ہوا تو کیا؟ بتخانہ ہوا تو کیا؟"

اسی قدر کہنے پایا تھا کہ مولانا ایک بلائے ناگہان کی طرح سر پر جا پہونچے۔ بے تحاشا زور سے ایک لکڑی رسید کی اور کہا "حرام زادے! عورتوں اور جاہلوں میں بیٹھ کے کفر بکتا اور عورتوں کو بہکاتا ہے؟" بلاقی شاہ چند متفنی لوگوں کے ابھارنے سے دعوے تو بڑے بڑے کرنے لگا تھا مگر دل کہاں سے لاتا؟ مولانا کی صورت دیکھتے ہی حواس جاتے رہے۔ ارادہ کیا کہ اُٹھ کے بھاگے مگر کھڑاویں پہنے تھا۔ اُٹھتے ہی پاؤں دوہرا ہو گیا۔ گرا۔ مگر جھٹ پٹ پھر اُٹھا۔ اور کھڑاویں بغل میں دبا کے ننگے پاؤں بھاگا۔

بلاقی شاہ تو رفوچکر ہو گیا۔ مگر میاں کی یہ حرکت دیکھ کے زینب کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میاں کا رعب اُس پر رہا ہی نہ تھا۔ بے اختیار طیش میں

آکے چلائی "اُن بیچارے نیک دل سیدھے سادے ولی اللہ کے ساتھ گستاخی کی تو کون بڑا کام کیا؟ بڑے مرد ہو تو ادھر آکے میرا سامنا کرو۔"

مولوی صاحب غیظ و غضب کے جوش مین آپے سے باہر تھے ہی بی بی پر جھپٹ پڑے اور تابڑ توڑ کئی لکڑیان رسید کردین۔ زینب کو یقین تھا کہ بُلاقی شاہ کے عمل نے مجھے شیر اور شوہر کو بھیڑ بنا دیا ہے۔ میرا سامنا ہوتے ہی خوشامد کرنے لگین گے۔ مگر اُس کی امید کے خلاف مولانا نے جب اُس کے ساتھ بھی زد و کوب کا سلوک کیا تو چلا چلا کے رونے اور سر پیٹنے لگی کہ "ہے ہے مار ڈالا ارے لوگو دوڑو! اس اللہ کے دشمن کو نکالو جس نے میری ساری عزت خاک مین ملا دی۔"

مولانا۔ "عزت مین نے خاک مین ملا دی یا تم نے؟"

زینب۔ (گلا پھاڑ کے) "میرے پیر کو مارا اور مین جو بولی تو مجھے بھی مار کے چکنا چور کر ڈالا۔" اتنا کہتے ہی دھاڑین مار مار کے رونا شروع کیا۔

مولانا۔ "اتنی ہی نہین تم اس سے بھی زیادہ سزا کی مستحق ہو۔ تم اس قابل نہین ہو کہ تمھارے ساتھ شریفون کا سا سلوک کیا جائے۔ مین نے ہر طرح اطاعت اور خوشامد کر کے دیکھ لیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ تم یون سیدھی طرح ماننے والی نہین ہو"

اب زینب کے ساتھ گھر کی تمام عورتون۔ ماماؤن۔ پیش خدمتون اور لونڈیون نے بھی سر پیٹ پیٹ کے رونا۔ ماتم کرنا۔ اور کوسنا شروع کر دیا تھا۔ اور دم بھر مین اس طرح گھر سر پہ اُٹھا لیا کہ تمام محلے والے اور اُن کے بعد بستی کے اور لوگ دوڑ پڑے۔ بھائی بند جن مین زیادہ معزز و ممتاز بڈھے۔ بچے۔ ٹبو اور اسی کینڈے کے اور بزرگ تھے ڈیوڑھی کے اندر گھس آئے اور پکار پکار کے پوچھنے لگے "ارے کیا ہوا کیا؟ خیریت تو ہے؟"

زینب۔ (رو رو کے) "بھائی خیریت ہی ہوتی تو روتا کاہے کا تھا۔ اب انصاف تم ہی لوگون کے ہاتھ ہے۔ مین اپنے پیر بُلاقی شاہ کے پاس بیٹھی باتین کر رہی تھی کہ بلا کی طرح گھس آئے۔ شاہ صاحب کو مارا جو بچارے اپنی جان بچا کے بھاگ گئے۔ پھر مجھے اتنا مارا کہ مار کے اُتو کر دیا۔"

مولانا "آپ نے کہین اور بھی یہ اندھیر دیکھا ہے کہ بغیر مجھ سے پوچھے گچھے ایک بدمعاش شخص کو اندر گھسیٹ لیا۔ پردہ ورده سب موقوف۔ بناؤ چناؤ کیے اُس کے پہلو مین بیٹھی ہین اور وہ مجھے گالیان دے رہا ہے۔ سب باتین گوارا کین۔ مگر اس بیحیائی اور بے شرمی کو مین ایک لمحہ کے لیے بھی نہین برداشت کر سکتا"

زینب "آگ لگے۔ اس جھوٹ کو۔ خدا کرے منھ مین کیڑے پڑین۔ مین بناؤ چناؤ کرکے بیٹھی تھی! پیر سے کسی نے بھی پردہ کیا ہے جو مین کرتی؟"

مولانا "وہ بدمعاش کب تمھارا پیر ہوا؟ اور کب تم نے مجھ سے اُس کی مُرید ہونے کی اجازت لی تھی؟"

زینب "مین کچھ تمھاری لونڈی نہین ہون کہ جو کام کرون تم سے پوچھ کے کرون؟ جس پر میرا عقیدہ تھا اُس کی مرید ہو گئی"

نجو "اور یہ بدمعاش آپ نے کس کو کہا؟"

زینب۔ (چلا کے) "میرے مرشد بلاقی شاہ کو۔ اور کسے کہین گے؟ اُن کے سامنے اِن کا چراغ نہین جلتا۔ اُسی نے گالیان دین گے تو کسے دین گے؟"

نجو "مولوی صاحب مین نے آپ کا بہت پاس و لحاظ کیا۔ مگر پھر ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالیے گا۔ بلاقی شاہ کے ایسے ولی کامل کو جو بدمعاش کہے وہ خود حرامزادہ شریر بدمعاش ہے"

مدو۔ (نجو کو روک کر) "جانے بھی دو۔ غصہ مین مولوی صاحب کی زبان سے نکل گیا ہوگا"

نجو "یہ تو یونہین میری زبان سے بھی نکل گیا۔ بلاقی شاہ کا مین بھی مرید ہون۔ اور اُن کو بڑا صاحب کمال درویش اور ولی اللہ جانتا ہون۔ میرے سامنے کوئی اُنھین بُرا کہے تو منھ سے زبان کھینچ لون"

اب مولانا کے بھی بہت سے مرید اور طلبہ دروازے پر ٹھٹ لگائے کھڑے تھے۔ اُنھون نے نجو کی زبان درازی سُنی تو باہر ہی سے پکار پکار کے کہنا شروع کیا کہ ہمارے شیخ اور اُستاد کی خدمت مین کسی نے گستاخی کی چھانی پر

چڑھ کے خون پی لین گے۔

مولانا محمد عظیم نے جو یہ رنگ دیکھا کہ دونون طرف سے لوگ فساد پر آمادہ ہین ارادہ کیا کہ خود چلے جائین۔ اور بغیر اس کے کہ بی بی اور اُن کے ساتھ والیون کی گالیون اور بچو کی درشت بانی کا کچھ بھی جواب دین واپس جانے کے لیے مڑے۔ مگر بچو نے آگے بڑھ کے دکا۔ اور مار پیٹ پر آمادہ ہو گئے۔ بُدّو اور گپو نے انھین ڈھکیل کے الگ کیا۔ اور کہا ”زیادہ آپے سے باہر نہ ہو“

بچو ”مین تمھاری مروت سے چھوڑے دیتا ہون۔ بڑے مولوی بنے ہین اور بی بی پر یہ ظلم۔ اگر ان مین ذرا بھی سمجھ ہوتی تو ہماری بہن زینب کے پاؤن دھو دھو کے پیتے۔ جس کے صدقے مین امیر بنے۔ شریف ہو گئے۔ اور یہ ساری عالمی اور مرشدی چل رہی ہے“

بدّو ”یہ میان بی بی کی لڑائی ہے تم اس مین دخل دینے والے کون؟“

مولانا ”اچھا تو مین اب جاتا ہون۔ اس لیے کہ مین ایسے حضرات سے مقابلہ کرنے کی لیاقت نہین رکھتا“

زینب ”مجھے مارنے ہی کو تھے؟ اب میرے بھائی بند اور حمایتی بدلہ لینے کو آگئے تو بھاگے جاتے ہو؟ عورت ہی پر ہاتھ اُٹھانے کے لیے شیر تھے؟ غیرت دار ہو تو اب بولو۔ یہ نہ سمجھو کہ میرا کوئی نہین ہے۔ ساری بستی میرے ساتھ ہے“

بچو ”بے شک۔ بے شک۔ ہم ہین آخر کس لیے؟“

بدّو۔ (بچو سے) ”اب جانے دو۔ جو کچھ ہوا ہوا۔ ایسی باتون کو طرح دینا چاہیے۔ ہمارا تمھارا یہ کام ہے کہ میان بی بی مین ملاپ کرا دین ——“

زینب۔ (بات کاٹ کے) ”اب ملاپ ہو چکا۔ ایک دفعہ تمھارے کہنے سے ملاپ کر لیا تو اُس کا یہ پھل ملا ہے——اب قیامت تک تو ان سے ملوت ہونگی نہین“

بچو ”بہن تم دیکھو تو سہی کہ مین کیا کرتا ہون۔ کل ہی تو مقدمہ دائر ہوگا۔ بلاقی شاہ بیچارے سیدھے سادے آدمی اُن پر ہاتھ اُٹھایا ہے تو اب

تمدر و عافیت بھی معلوم ہوگی۔ مین اسی وقت جا کے تھانے پر رپورٹ کرتا ہون۔ کل ہی مقدمہ نہ دائر کرا دیا ہو تو شریف نہیں مجھے رذیل کہنا۔

اب مولوی صاحب نے بی بی کے فتنہ جو بھائی بندون کا یہ رنگ دیکھا تو باہر نکلے۔ اور اپنے مریدون اور طلبہ کو سمجھا بجھا کے ہٹا لے گئے۔ جہان تک بنا اُن کی تسلی و تشفی کی۔ اور باہر کے بیٹھکے مین ٹھہرے جہان نشست رہتی تھی۔ اُن کے جانے کے بعد بدو نے چھجو سے کہا مین تم سے کہتا ہون کہ لڑنے سے کیا فائدہ؟ اشارے پر اشارے کر رہا تھا کہ بلاقی شاہ صاحب کی طرف سے دعوی کرا دو۔ زبان سے کہتا تو مولوی صاحب کو بدگمانی ہوتی۔ یہ بھی غنیمت ہوا کہ آخر مین تم سمجھے۔ اب اسی وقت جا کے فوجداری مین دعوی کرنے کا بندوبست کرو۔ زینب سے، مگر بہن تم کو اس مقدمہ مین گواہی دینی ہوگی۔ سارا دارومدار تمھاری ہی شہادت پر ہے۔ اور تم سے کہے دیتا ہون کہ مولوی صاحب بغیر اس کے سیدھے نہ ہون گے۔

زینب "مین تو سچ سچ بیان کر دون گی۔"

بدو "اور یہ کون کہتا ہے کہ جھوٹ کہو۔ میری تو اب بھی یہی رائے تھی کہ تم مین اُن مین ملال نہ پیدا ہوتا۔ مگر اس کو کیا کرون کہ مولوی صاحب حد سے گزرے جاتے ہین۔"

چھجو "تمھاری انھین لگی لپٹی باتون سے تو یہ خرابیان پیدا ہوئی ہین۔ ورنہ بھلا کسی کی مجال تھی کہ بلاقی شاہ کے ایسے فرشتہ سیرت بزرگ کو مارتا۔ یا ہمارے خاندان کی سرتاج بہن زینب پر ہاتھ اُٹھاتا۔"

زینب "بھائی بدو یہ مین مانتی ہون کہ تم میرے ہی بھلے کے لیے کہتے ہو مگر جانے جو کچھ ہو مجھ سے اُن کے ہاتھ کی جوتیان تو نہ کھائی جائین گی۔ اب مجھے اُن سے میل کرنے کی صلاح نہ دینا۔"

بدو "مین تو تمھارے ہی بھلے کو کہتا ہون۔ اور ہر حال مین تمھارے ساتھ ہون۔"

زینب "تو اتنی میری مدد کرو کہ بلاقی شاہ کا یہان آنا نہ چھوٹے۔ وہ خفا ہوتے ہون گے۔ اور اب مین کس منہ سے بلاؤن۔ لیکن تم سے کہے دیتی ہون کہ

جو کچھ ہو بُلاقی شاہ سے ضرور ملون گی ہین تو اب اُنھین دکھا دکھا کے ملون گی۔ اور خوب بن سنور کے اُن کے سامنے آیا کرون گی۔ دیکھون میرا کیا کر لیتے ہین؟ لیکن خود بُلاقی شاہ نے آنا چھوڑ دیا تو غضب ہو جائے گا۔"

پچو۔ "اُن کے آنے کا مین ذمہ دار ہون۔ اور اس کا بھی کہ اُن پر کوئی ہاتھ نہ اُٹھانے پائے۔"

ہدو۔ "مولوی صاحب خود ہی ایسی باتین نہ کرین گے۔ اور مقدمہ کے دائر ہوتے ہی اُن کے وضو ٹھنڈے ہو جائین گے۔"

پچو۔ (زینب سے) "بہن مین اب جاتا ہون۔ اور جب کبھی ضرورت ہو مجھے بُلا بھیجنا۔ مین خدا کی قسم تمھاری حمایت مین جان دے دون گا۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ بُلاقی شاہ کو سے مین کل ہی صبح کو آؤن گا۔ اور کل ہی مقدمہ بھی دائر کر دون گا۔ مگر تمھین آخر تک ہمارا ساتھ دینا ہو گا۔"

زینب۔ "مین بھائی تمھارے ساتھ ہون۔ اور وہ چاہے سر پٹک کے رہ جائین اب اُن کا سامنا نہ کرون گی۔"

سب نے زینب کے [illegible] اطمینان کیا۔ اور رخصت ہو کے اپنے گھرون کو گئے۔

ساتوان باب

برگشتہ بخت جوڑا

مولوی محمد عظیم صاحب بہت ہی بگڑ گئے تھے۔ جاہل مرید اگرچہ مار پیٹ پر آمادہ ہو گئے تھے مگر اُنھون نے اپنی نیک نفسی و پاک باطنی سے سب کو روک دیا اور دل ہی دل مین سوچنے لگے کہ کیا کیا جائے۔ اسی فکر مین شب کی معمولی صحبت مراقبہ ملتوی کر دی۔ عشا کی نماز سے فارغ ہو کے سب کو رخصت کر دیا۔ اور غور کرنے لگے کہ بی بی سے کیا برتاؤ کیا جائے۔ آخر سوچتے سوچتے گلشن کو بُلوا بھیجا۔ اور وہ جیسے ہی آئی اُس سے تنہائی مین پوچھا "تمھاری بی بی کیا کر رہی ہین؟"

گلشن " بیٹھی رو رہی ہین - اور اپنی بے عزتی سے زیادہ اپنے پیر بُلاقی شاہ کے مارے جانے کا صدمہ ہے "

مولوی صاحب " اچھا اُن سے جا کے کہو کہ جو کچھ ہوا خود مجھے اس کا صدمہ ہے - مگر بعض اوقات انسان کا نفس قابو سے باہر ہو جاتا ہے - مین اس پر نادم ہون - اور اُن سے معذرت کرنا چاہتا ہون "

گلشن " حضور اس وقت تو وہ اس قدر طیش مین ہین کہ میری نہ سنین گی "

مولوی صاحب " تو مین خود چلون ؟ "

گلشن " آپ کا اس وقت چلنا اور بُرا ہو گا - وہ قسم کھا رہی ہین کہ آپ سے ملین ہی گی نہین "

مولوی صاحب " لاحول ولا قوۃ الا باللہ ! عورتین بھی کس قدر جلد ہر بات کی قسم کھانے کو تیار ہو جاتی ہین ؟ اور اس کا خیال نہین کہ وہ عہد نبھ بھی سکے گا یا نہین - آخر اُن کا ارادہ کیا ہے ؟ "

گلشن " اب مین کیا جانون کیا ارادہ ہے ؟ وہان تو میان بچو نے مقدمہ دائر کرانے کا ارادہ کیا ہے - اور بی بی اُن کے موافق گواہی دینے کو تیار ہین "

مولوی صاحب " استغفر اللہ ! وہ یہ چاہتی ہین کہ بُلاقی کے مقابلہ مین مین ذلیل ہون اور مجھے سزا ہو ؟ خیر چلو تو سہی - مین خود اُن سے گفتگو کرون گا "

گلشن " آپ کی خوشی ہے تو چلیے مگر میرے نزدیک تو آپ کو اندر جا کے اور ملال ہو گا "

مولوی صاحب " جو ہو " یہ کہہ کے مولانا نے اُٹھ کے اندر کی راہ لی - اور گلشن لپک کے آگے گئی تا کہ بی بی کو خبر کر دے - اندر پہونچ کے مولوی صاحب نے دیکھا کہ زینب اپنے دالان سے اُٹھ کے بھاگین - اور دُور جا کے کہا " اب میرے ہاتھ پاؤن مین اتنی طاقت نہین ہے کہ تمھارا سامنا کرون "

مولوی صاحب " دو باتین تو سُن لو "

زینب " جو کچھ کہنا ہو وہین سے کہو - میرے پاس نہ آنا "

مولوی صاحب " اور جو تنہائی مین کہنے کی باتین ہون ؟ "

زینب "اب جو کچھ ہوگا چار آدمیون کے سامنے ہوگا۔ مین اکیلی پاس نہین آسکتی"
مولوی صاحب "کیون بے وقوف ہوئی ہو؟ آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟"
زینب "اس سے بُرا کیا انجام ہوگا جو ہو چکا"
مولوی صاحب "دیکھو سمجھو۔ فساد کرنے والون کے فقرے مین نہ آؤ۔ وہ لوگ ہم پر حسد پہلے ہی سے کر رہے ہین۔ موقع پا کے گھر کو مٹا دین گے اور پھر تم بیٹھ کے پچھتاؤ گی۔ مجھ سے اگر کوئی غلطی یا بے اعتدالی ہوگئی تو اُس پر نادم ہون اور جس طرح کہو معافی مانگنے کو تیار ہون"
زینب "پہلے بھی تو معافی مانگ چکے تھے؟ نہین اب میرا تمھارا نباہ نہ ہوگا تم میرے پیر بُلاقی شاہ کو گالیان دیا چاہو اور مین اُن کی مرید ہون"
مولوی صاحب "بُلاقی بنا ہوا مکار ہے۔ اُس کی پچھے دار باتون مین نہ آؤ۔ اور مین اس کو ہرگز برداشت نہ کر سکون گا کہ تمھارے پاس اُس کی آمد و رفت ہو"
زینب "اور اُن کی آمد و رفت ہوگی۔ دُنیا چھوٹ جائے مگر مین اُن کو نہ چھوڑون گی"
مولوی صاحب "کیا تمھارے متعلق اب مجھے کسی قسم کا اختیار نہین ہے"
زینب "کسی بات کا نہین"

اس جواب پر مولانا کے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔ لاکھ ضبط کیا نہ رہا گیا۔ اور کہا "برگشتہ عورت! افسوس تو نے میری محبت میرے خلوص۔ میری سچائی اور میری وفاداری کی قدر نہ کی۔ تو مجھ سے نہین ملتی تو مین بھی اب تجھ سے نہین ملتا۔ لیکن یاد رکھ کہ ایک دن تو پچھتائے گی۔ اور اپنے کیے پر نادم ہوگی۔ مگر وہ ندامت بے سود ہوگی۔ میری ناراضی تیرے لیے دنیا اور عقبیٰ دونون جہان مین نہایت ہی بُری ثابت ہوگی۔ اور تو دین و دنیا مین اس کی جواب دہ ہوگی" یہ کہہ کے مولانا نے گلشن سے کہا کہ "تو میرے ساتھ باہر تک چل" گلشن کو ساتھ لے کے باہر آئے۔ اور ریاست اور

زمینداری کے متعلق جس قدر کاغذات تھے سب کو باہر کی ایک کوٹھری مین بند کر کے اور قفل لگا کے کنجی گلشن کو دی۔ اور کہا "یہ کنجی لے جاکے اپنی بی بی کو دے دو۔ اور کہہ دینا کہ جب اُنھین سے موافقت نہین ہے تو ایک گھڑی بھی میرا یہان ٹھہرنا مناسب نہین ہے۔ اُن کپڑون کے سوا جو پہنے ہون مین کوئی چیز ساتھ نہین لیے جاتا ہون۔ اب اُنھین اختیار ہے کہ اپنے کاغذات اور اپنے معاملات جس کے چاہین سپرد کر دین۔ مجھے سروکار نہین۔ اور نہ اب مین اس مکان یا اس بستی مین ٹھہرون گا۔ جن کی وجہ سے تھا وہی میری نہین تو مین یہان رہ کے کیا کرون گا؟"

گلشن "مگر میان ابھی آپ کا جانا اچھا نہین ہے۔ یہ لوگ نالش کرنے والے ہین آپ چلے گئے تو اُن کا زور اور بڑھ جائے گا۔ اور سب کہین گے کہ مجرم نہ تھے تو بھاگ کیون گئے؟"

مولوی صاحب "جس کا جو جی چاہے کہے" یہ کہہ کے مولانا نے اپنی چھڑی اُٹھائی۔ دو تین مریدون اور طالب علمون کو جو گھر ہی مین رہتے تھے ساتھ لیا۔ اور چل کھڑے ہوئے۔

اُن کے جاتے ہی گلشن نے دوڑ کے بی بی کو خبر کی۔ اور کوٹھری کی کنجی آگے ڈال دی۔ برگشتہ بخت زینب پر اس قدر شامت سوار تھی کہ میان کے چلے جانے پر نادم ہونے کے بجائے اُس کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ معلوم ہوتا ہے سزا سے بچنے کے لیے میان بھاگے جاتے ہین۔ اور چونکہ وہ اب لازمی طور پر اپنے اور بلاقی شاہ کے پٹنے کا انتقام لینا چاہتی تھی۔ لہذا حماقت سے اُسے فکر ہوئی کہ اگر اس وقت یہ نکل گئے تو پھر ہاتھ نہ آئین گے اور جیسی سزائین اُنھین دینا چاہتی ہون نہ دے سکون گی۔ فوراً گلشن کو دوڑایا کہ ہدو اور بچو کو بلا لا۔ دونون فوراً آموجود ہوئے۔ اور زینب نے ساری سرگذشت اول سے آخر تک کہہ سُنائی۔

بچو "اچھا ہوا۔ خس کم جہان پاک۔"

ہدو "مین یہ تو نہین کہہ سکتا کہ اُن کا چلا جانا اچھا ہوا۔ لیکن ہان جھگڑا البتہ

دور ہوگیا۔"

زینب "اور بھائی وہ چلے گئے تو پھر مقدمہ کس پر دائر کروگے؟ اور مجھے اپنی اور اپنے مرشد کی مار کا بدلہ کیسے ملے گا؟ میں تو کہتی ہوں کہ جس طرح بنے اُن کو زبردستی رُکواؤ۔"

بچو "مقدمہ کے لیے تو اُن کا چلا جانا اور اچھا ہوا۔ یہاں تو پیروی کرتے۔ اور ممکن تھا کہ جواب دہی کرکے بری ہو جاتے۔ اب اُن کے بھاگ جانے میں تو ہمیں یک طرفہ ڈگری مل جائے گی۔"

بدو "اور ہم وارنٹ جاری کرا کے خاموش بیٹھ رہیں گے۔ وہ جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور بہن تمھارا اُن سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ کبھی یہاں آنے کی جرأت ہی نہ ہوگی۔"

زینب "تمھارے نزدیک جو مناسب ہو۔ کرو۔ مگر مقدمہ ضرور دائر کر دینا۔"

بدو اور بچو دونوں نے پورا اطمینان دلایا کہ ہم بغیر مقدمہ دائر کیے دم نہ لیں گے۔ اور رخصت ہو کے باہر نکلے۔ دروازے سے تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ یکایک جوش مسرت سے بیتاب ہو کے ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اور بدو نے کہا "ہیں ہم دونوں بڑے خوش نصیب۔ کتنی آسانی سے مطلب پورا ہوگیا؟ مگر میں یہ نہیں جانتا تھا کہ مولوی صاحب اتنی جلدی بھاگ نکلیں گے۔ اب ریاست کا انتظام ہمارے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ اور سارے علاقے میں ہماری حکومت ہوگی۔"

اس وقت تک تو بدو اور بچو ہم خیال اور ہم نوا تھے مگر اب نفع اُٹھانے کا وقت آیا تو حسد اور بنی آدم ہونے کی خواہش پیدا ہونا شروع ہوئی۔ بچو نے دل میں کہا "اگر سارا انتظام بدو کے ہاتھ میں چلا گیا تو میرا کیا فائدہ ہوگا۔ مگر بہن زینب کو اُن پر بھروسا اتنا ہے کہ انھیں کے ہاتھ میں کارخانہ ہوگا۔" اسی بدنفسی کے مالیخولیا میں آخر اس قدر ہیجان ہوا کہ پوچھ ہی بیٹھے "تو اب انتظام کون چلائے گا؟"

میاں ہدو تو دل میں مطمئن تھے کہ میرے سوا کسی کا نام نہیں آسکتا۔ بے پروائی سے بولے "اب ابھی اس پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ میرے ہاتھ میں ہوا تو کیا اور تمھارے ہاتھ میں ہوا تو کیا؟"

بچو "نہیں بھائی یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کام کو ہم دونوں آپس میں بانٹ لیں۔ بعد کو جھگڑا پیدا ہوا تو کیا ہوگا؟"

ہدو بچو کے منشے کو سمجھ گئے۔ اور دل میں کہا "یہ بھی ابھی سے اپنی گون گانٹھ رہے ہیں۔ مگر میرا بھلا کیا مقابلہ کریں گے؟ ایسی تدبیر نکالوں کہ یہ بھی بچا یاد کریں۔ کہا" بھئی سنو۔ اگر ہم میں تم میں سے کوئی بھی اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے گا تو اول تو زینب دل میں خیال کریں گی کہ یہ سب اپنے مطلب کے ساتھی ہیں۔ اور پھر بستی میں جتنے بھائی بند ہیں سب کو ہماری کامیابی پر حسد آئے گا۔ بعض بعض مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ظاہر میں ہم دونوں الگ رہیں۔ اور سارا کام کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں دیں جو بالکل غیر ہو اور کسی قسم کی قرابت یا عزیز داری نہ رکھتا ہو۔"

بچو "ایسا کون شخص ہے؟"

ہدو "بلاقی شاہ! اگر وہ مختار اور نائب ریاست مقرر ہوا تو کسی کو کچھ کہنے کا حق نہ ہوگا۔ زینب بھی مرید ہونے کی وجہ سے خوشی خوشی قبول کر لیں گی۔ بلاقی شاہ جاہل آدمی ہے۔ بغیر ہماری مدد کے کچھ نہ کر سکے گا۔ ہم جس راہ چلائیں گے چلے گا۔ اور ساری ذمہ داریاں اُسی کے سر جائیں گی۔ اگر کوئی خرابی اُٹھ کھڑی ہوئی تو وہی پکڑا جائے گا۔ اور ہم صاف الگ ہو جائیں گے۔"

بچو "بات تو معقول ہے؟ مگر ایسا نہ ہو کہ بلاقی دولت کے نشہ میں مست ہو کے ہمیں بھول جائے۔"

ہدو۔ (ہنس کے) "کیسی باتیں کرتے ہو؟ وہ ہمیں بھلا بھول سکتا ہے۔ اول تو اُس سے کام چل نہ سکے گا۔ سب باتیں ہمارے ہی اختیار میں رہیں گی۔ اور ہم ہی ہم ہوں گے۔ نام فقط اُس کا رہے گا۔ اور اس ہی

کی آڑ مین ہم جیسا اچھا شکار کھیل سکین گے یون تھوڑا ہی کھیل سکتے ہین؟"
بچو:" اچھا تو بس اُسی کے نام مختارنامہ کرادو"
بچو کا یہ جواب سُن کے بدو نے دل مین کہا " وہ مارا! کیسا چکمہ دیا ہے؟ بلاقی کو جو انھون نے چپت رسید کی تھی اُسے زندگی بھر نہ بھولے گا۔ اور مین اُسے اکیلے مین اور یاد دلاتا رہون گا۔ اِن کا تو دل مین دشمن اور اِن کے خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ اور اُس وقت مین اِن سے بھی اس چالبازی اور خودغرضی کا بدلہ لے لون گا۔ (زبان سے) " اُس کے سوا اور کسی کے نام مختارنامہ ہو ہی نہین سکتا۔ اور دیکھنا کہ اُس کے عہد مین ہم تم کیسے مزے اُڑاتے ہین۔ اُسے اُلو بنا کے ساری دولت اپنے گھر مین بھر لین گے۔ اور آخر مین ایسی تدبیر کرین گے کہ وہ بھی پکڑا جائے۔ اور وہی بھانڈ کا بھانڈ رہ جائے"
بچو:" تم جو بات سوچتے ہو لاجواب سوچتے ہو۔ تو بس کل ہی ایک دعوی دائر کرا دیا جائے اور جہان تک بنے کل ہی بلاقی شاہ کے نام مختارنامہ بھی ہو جائے۔ کوئی ایسی تدبیر ہوتی کہ مولوی صاحب زینب کو طلاق دے دیتے۔ پھر کسی بات کا کھٹکا نہ رہتا"
بدو:" طلاق سے فائدہ؟ یہ تو ممکن نہین کہ زینب کی دوسری شادی ہو۔ نہ برادری والے اِسے ہونے دین گے اور نہ زینب خود کرین گی؟"
بچو:" اجی مین تو چاہتا تھا کہ آمد و رفت بڑھا کے زینب سے آشنائی کر لیتا"
بدو: (قہقہہ مار کے) " یہ تو تم اب بھی کر سکتے ہو۔ مولوی صاحب نکل ہی گئے۔ اور زینب کو اولاد کا شوق ہے"
بچو:" تم اور بلاقی شاہ مدد دو تو یہ کام ضرور پورا ہو جائے۔ مین تو خدا کی قسم اُس کی صورت پر عاشق ہو گیا۔ جس وقت سے دیکھا ہے کلیجے پر سانپ لوٹ رہا ہے۔ دل کو رہ رہ کے تسلی دیتا ہون مگر کمبخت نہین مانتا۔ تم نے بھی دیکھا ہی ہے۔ بھلا ایسی پری جمال مہ جبین کہین اور بھی دیکھی تھی؟"
بدو:" تو تم عاشق ہو گئے؟"

بچو ” دل و جان سے - اور اسی عشق کا جوش تھا جو میں اُس ظالم حسینہ کی طرفداری میں مولوی محمد عظیم سے لڑنے اور دست و گریبان ہونے کو تیار ہو گیا “

بدو ” مگر زینب بے وقوف ہے - احمق ہے - نا عاقبت اندیش ہے “

بچو - (بات کاٹ کے) ” یہ الفاظ نہ کہو اِن سے اُس کی توہین ہوتی ہے - اِن سب لفظوں کے عوض میں فقط ” بھولی “ کا پیارا لفظ زیادہ موزون ہے “

بدو - (مسکرا کے) ” ہاں بھولی بھالی اور سیدھی سادی ہے مگر بے عصمت نہیں معلوم ہوتی - اس معاملہ میں اُس پر کسی کا زور نہ چلے گا “

بچو ” زور تو بہت اچھی طرح چلے - لیکن ہاں یہ شرط ہے کہ بلاقی شاہ اور تم اُسے اس طرف توجہ دلاؤ - تم نے تھوڑی بھی مدد دی تو میری آرزو پوری ہو جائے گی “

بدو ” زور دینا کیسا ہم جان لڑا دینگے - لیکن بلاقی شاہ کے نام مختارنامہ تو ہو جانے دو “

بچو ” عشق میں صبر نہیں ہوتا - مگر میں تمھارے وعدے کے سہارے پر صبر کرون گا “ اس گفتگو کے بعد دونوں رخصت ہو کے اپنے اپنے گھر گئے -

---

آٹھوان باب

بلاقی شاہ کی نیابت

گذشتہ رات کی صبح سچ پوچھیے تو اس پڑاسنے بدنصیب گھر ہی کے لیے نہیں ساری بستی کے واسطے نہایت ہی نحوست و بدقسمتی کی صبح تھی - کیونکہ مولوی محمد عظیم کا ایسا فاضل اجل اور عالم باعمل جس سرزمین کو چھوڑ کے چلا جائے اُس سے زیادہ منحوس و تباہی زدہ کون مقام ہو سکتا ہے ؟ اور جس عورت کو ایسا پاک نفس و پاکدامن شوہر چھوڑ کے چلا جائے اُس سے بڑی بدقسمت اور برگشتہ بخت کون عورت ہو گی ؟ لیکن افسوس زینب کی احمقانہ ضد اور اُس کے اعزا اور قرابتمندوں کی فتنہ انگیزی سے یہاں یہ دن نہایت ہی مبارک خیال کیا جاتا ہے - قصبات کی بہت ہی کم عورتیں اپنے شوہرون کے خلاف ہوتی ہیں

اس لیے کہ میان بی بیون کی لڑائی کے کرشمے زیادہ تر شہرون مین نظر آیا کرتے ہین - مگر پھر بھی دیہات مین زمینداری اور جائداد کی ہوس نے بارہا ایسے نمونے پیش کر دیے ہین - خصوصاً جب عورت مین شوہر کی قدر کرنے کی لیاقت نہ ہو اور اُس کا دل ضد - خود پرستی - خاندانی نخوت - اور بیجا بدگمانیون سے لبریز ہو تو یہی حالت پیدا ہو جاتی ہے جو آج زینب کے گھر کی ہے -

مولوی محمد عظیم تو چلے گئے - مگر اتنی برکت اب بھی چھوڑ گئے ہین کہ عام عورتون کے خلاف زینب نماز کی پابند ہے - صبح کو نماز کے بعد کچھ دیر وظیفہ بھی پڑھتی ہے - آج ہنوز وظیفہ سے فارغ نہین ہوئی تھی کہ فتنہ انگیز اعزا آنا شروع ہو گئے - سب کے پہلے میان بدو آئے - جن سے اب بہت ہی کانا پردہ رہ گیا تھا - وہ تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہون گے کہ زینب نے وظیفہ سے فراغت کر کے پاس کی صحنچی مین الگنی پر رزائی ڈلوائی اُس کی آڑ مین خود آ بیٹھی - اور پان بنانے کے لیے پاندان کھولنے کے ساتھ کہا " بھائی بدو - تم خوب آگئے - مین رات بھر اسی اُلجھن مین رہی ہون کہ اب کیا ہوگا؟ سارا کارخانہ اُن کے ہاتھ مین تھا - وہی اسامیون سے لیتے دیتے تھے - اور جو چاہتے تھے کرتے تھے - مین پردے کی بیٹھنے والی کیا کر سکتی ہون؟"

بدو " سب ہو جائے گا - کوئی گھبرانے کی بات نہین ہے - اور وہ کام ہی کون سا بڑا ہے؟ گھر کے اندر کا انتظام تم سے اچھا کون کرے گا؟ باقی رہا باہر کا کارخانہ تو تم جس سے کہو گی ہم آنکھون سے کر دے گا"

زینب " آخر کسی کو نائب اور منتظم مقرر کرنا ہی پڑے گا؟ بغیر اس کے نہ گاؤن کا روپیہ وصول ہو سکتا ہے اور نہ مقدمون کی پیروی ہو سکتی ہے"

بدو " ہان بہن - یہ کام تو انشاء اللہ اب پہلے سے اچھے چلین گے - تمھارے میان کو روزے نماز تقوے طہارت - تعلیم و تدریس - اور مراقبہ و مکاشفہ سے کبھی اتنی فرصت ہی نہ ملتی تھی کہ مقدمون کی پیروی کرتے - یا رعایا پر سختی کر کے رقم وصول کرتے - بیسیون سے لگان بڑھانے کی ضرورت ہے

مبیون کے نیچے بہت سارو پیہ دبا ہوا ہے۔ یہ کیون ؟ فقط مولوی صاحب کی بے پروائی کی وجہ سے۔ اب تم تھوڑے ہی دنون مین دیکھ لوگی کہ آمدنی دونی ہو گئی۔ اور رعایا کا نبیچ ہوئی آکے ڈیوڑھی مین روپیہ جمع کر جاتی ہے۔"

زینب "مگر ایسا منتظم کون ہے جس کے ہاتھ مین یہ کارخانہ دون ؟"

بدو "دینے کو جسے دوگی ہنسی خوشی قبول کرلے گا۔ اس مین مین ہون۔ بچو ہون یا کوئی اور ہو۔ مگر میری راے تو یہ ہے کہ اس بارے مین تم قرابت دارون اور بھائی بندون کا بالکل اعتبار نہ کرو۔ بے غرضی بچو اور ایمانداری سے کام کرنے والا نہین ملتا۔"

زینب "تو پھر کسے دون ؟"

بدو "میری راے تو یہ ہے کہ ملاقی شاہ صاحب ہی کو اپنا مختار کردو۔ ان سے اچھا راست باز اور ایماندار آدمی نہ ملے گا۔"

زینب "اس سے اچھا کیا تھا؟ مگر وہ منظور بھی کرین گے ؟"

بدو "مین تو راضی کردون گا۔ (چپکے سے ذرا جھک کے) اور یاد رکھو عزیزون پر ہرگز اعتبار نہ کرنا۔ یہ لوگ سوا اپنا مطلب نکالنے کے کسی کے نہین ہین۔ مین تمھارے ہی بھلے کے لیے کہتا ہون۔ ورنہ کیا پڑی تھی کہ کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہتا۔"

زینب "بھائی میرا تو اب تمھارے سوا کوئی نہین ہے۔ رات بھر یہی سوچتی رہی تھی کہ تمھین بلا کے سارا کاروبار تمھارے ہاتھ مین دے دون گی۔"

بدو "ملاقی شاہ صاحب مجھ سے اچھا انتظام کرین گے۔ اور مین تو موجود ہی ہون۔ جو خدمت لوگی بجا لاؤن گا۔ یون اگر مین تمھارا مختار ہو گیا تو برادری کے بیسیون آدمیون کو حسد ہو گا اور خواہ مخواہ کو میرے تمھارے دشمن ہو جائین گے۔ اسی لیے ظاہر مین ملاقی شاہ صاحب ہی کو رکھو مگر انھین چپکے سے سمجھا دو کہ ہر معاملہ مین مجھ سے مشورہ لے لیا کرین۔ بس سب کام اچھی طرح چلنے لگین گے۔ تمھاری یہ خوشی بھی ہو جائے گی کہ مین کام کرتا

رہوں۔ اور کسی کو حسد کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ ہوگی۔"

اتنے میں میاں لچھو آ گئے۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی ہدو نے کہا "لے بھئی تم اسی وقت جا کے بُلاقی شاہ صاحب کو بُلا لاؤ۔ میں نے بہن زینب سے پوچھا تھا یہ بھی اُنھیں کو مختار اور ریاست کا منتظم بنانا پسند کرتی ہیں۔ مگر اُن کو راضی کرنا تمھارا کام ہے۔ اُن کا منظور کرنا بغیر تمھاری کوشش کے غیر ممکن ہے۔ (زینب سے) خدا جانے شاہ صاحب کو اُن کی کون سی بات پسند آ گئی ہے کہ اِن کا کہنا نہیں ٹالتے۔"

زینب "تو بھائی لچھو میں تمھاری بڑی احسان مند ہوں گی۔ جس طرح بنے اسی وقت اُن کو لے آؤ۔ اور اس کام پر راضی کر دو۔"

لچھو "میں تو کہہ چکا کہ تمھارے لیے میں جان دینے میں بھی دریغ نہ کروں گا۔ کل رات کو یہاں سے اُٹھ کے میں اُنھیں کے پاس گیا تھا۔ بہت ہی برافروختہ اور آپے سے باہر تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں قیامت تک تو وہاں جاؤں گا نہیں۔ خیر اب جاتا ہوں کہوں گا۔ خدا کرے میرا کہنا مان لیں۔"

ہدو "تم کہو اور نہ مانیں۔ میں تو کروڑ برس تک نہ مانوں گا۔"

زینب "مجھ سے وعدہ کرکے جاؤ کہ لے آؤ گے۔ میں ہمیشہ کے لیے تمھاری لونڈی ہو جاؤں گی۔"

لچھو "خیر جاتا ہوں۔ اور انشاء اللہ لے ہی آؤں گا۔ مگر یہ فقط تمھارے لیے ہے۔ اور کوئی ہوتا تو میں بُلاقی شاہ کو مجبور نہ کرتا۔" یہ کہہ کے چلے گئے۔

اور اُن کے جانے کے بعد ہدو نے کہا "یہ وعدہ کر گئے ہیں تو لے ہی آئیں گے۔ مگر بہن اِن سے ہوشیار رہنا۔ یہ آدمی بڑے کانٹ پھانس کے اور حد درجہ کے لالچی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ان سے بگاڑنا بھی نہیں اچھا۔ کیونکہ اِن سے بگاڑ ہوا تو جانو کہ بُلاقی شاہ سے بگڑ گئی۔ بُلاقی شاہ نیک دل فرشتہ سیرت سیدھے سادے اور بھولے بھالے آدمی ہیں اور اِن کے بس میں آ گئے ہیں۔ اُن کے ہاتھ میں انتظام دینے کے یہ معنی ہیں کہ اُنھیں کو تمھارا کارکردیا گیا۔ اسی مصلحت سے میں نے بتا دیا کہ اکیلے میں اُنھیں سمجھا دینا

کہ ہر بات مجھ سے پوچھ کے کیا کریں - مین اور کسی امر مین دخل نہ دون گا فقط اتنی ہی نگرانی رکھون گا کہ بھائی لچو اُن پر اثر ڈال کے اپنا مطلب نہ نکالنے پائین"

زینب "مین خود اُن سے کہہ دون گی - اور جبتک بھائی تم کارو بار دیکھتے بھالتے نہ رہو گے میرا اطمینان نہ ہوگا"

ہدو "مین ہر طرح حاضر ہون - مگر بہن زمانہ بڑا نازک ہے - کوئی اپنا نہین ملتا - جو ہے اپنے مطلب کا آشنا ہے - اور روپیہ کا معاملہ وہ چیز ہے کہ بڑے بڑے ولیون اور پرہیزگارون تک کے دامن مین دھبہ لگ جاتا ہے"

زینب - (ایک ٹھنڈی سانس بھر کے) "مین خوب سمجھتی ہون - کسی کو اپنا نہ پایا - اب اپنے بھائی ہی کو دیکھو - ان سے بڑھ کے کون ہوگا؟ کیسے عالم و فاضل ہین؟ کیسی نیکی اور بھلائی کی باتین کرتے ہین؟ مگر روپیہ اور دولت کے معاملہ مین میرے دشمن ہو گئے!"

ہدو "حالانکہ اُن کا سا نیک اور پرہیزگار آدمی ڈھونڈھے نہ ملے گا - مگر دولت کے معاملہ مین اتنا بھی اُن کی سمجھ مین نہ آیا کہ کیسی بی بی سے بگاڑ رہے ہین؟ جو اُن کی ولی نعمت ہے - ساری عزت آبرو - شان و شوکت - بلکہ علم و فضل بھی اُسی کی جوتیون کا صدقہ ہے - مگر اس کا کچھ خیال نہ کیا - اور فقط اتنی بات پر کہ بغیر اُن سے پوچھے بُلاقی شاہ کی کیون مرید ہو گئین مارنے تک کے تیار ہو گئے! بھلا یہ بگڑنے کی کون سی بات تھی؟ مگر بات کیا ہے - انسان کی آنکھون پر دولت کی ہوس ایسی پٹی باندھ دیتی ہے کہ کچھ نیک و بد نہین سجھائی دیتا"

یہ باتین ہو رہی تھین کہ میان لچو بُلاقی شاہ کو لے کے آ گئے - اور سب نے کھڑے ہو کے تعظیم کی - بُلاقی شاہ نے آ کے کھڑے ہی کھڑے کہا "مین نے تو عہد کر لیا تھا کہ اس گھر مین نہ آؤن گا - لیکن جب یہ سنا کہ مولوی صاحب بھاگ گئے اور ادھر لچو بلا کی طرح پیچھے پڑ گئے تو چلا آیا"

ہدو "آپ ایسے پاک نفس بزرگون کو ایسی باتون کا خیال نہین ہوا کرتا"

زینب ۔" مگر حضرت مین قصوروار ضرور ہون۔ میرے گھر مین حضرت پر کوئی ہاتھ اُٹھائے اور مین دیکھا کرون ! مگر افسوس مین عورت تھی۔ مرد ہوتی تو بتا دیتی" یہ کہہ کے پردے سے ہاتھ نکال کے پانچ روپیہ نذر دکھائے۔ بُلاقی شاہ نے روپیہ لے کے لچو کے ہاتھ مین دے دیے۔ اور کہا" آج یہ پردہ کیسا ؟ پیر سے پردہ کرتے تمھین کو دیکھا" یہ کہتے ہی قبل اس کے کہ زینب کا عذر سنین۔ الگنی پر سے رزائی کھینچ لی۔ اور زینب جو ہدو اور لچو سے پردہ کرتی تھی ڈوپٹہ مین منھ چھپاتی ہوئی اُٹھ کے بھاگی۔ اور کوٹھلے کی آڑ مین کھڑے ہوکے کہا" حضرت آپ سے نہین بلکہ مین اِن دونون صاحبون سے پردہ کرتی ہون۔ اگرچہ یہ عزیز ہین۔ بھائی ہین۔ اور ہر طرح اپنے ہین۔ مگر کبھی ان کے سامنے نہین آئی۔ اور اب ان سے چار آنکھین کرتے شرم آتی ہے"

بُلاقی شاہ ۔" عورتین بھی بڑی جاہل ہوتی ہین۔ انھین بھائی بھی کہہ رہی ہین اور پردہ بھی کرتی ہین۔ لاحول ولا قوۃ! پُرانے رشتہ اور اگلی عزیزداری کو چھوڑ بھی دو تو درمیان سے پردہ اُٹھانے کے لیے یہ نیا روحانی رشتہ ہی کافی ہے کہ تم بھی میری مرید ہو اور یہ دونون بھی مرید ہین۔ اس سے بڑا بھائی چارہ کون ہوسکتا ہے؟ مین اس ناجائز پردے کا ہرگز روادار نہین ہون"

زینب ۔(شرما کے) "یہ دنیا کے معاملے اور خاندانی میل جول کی باتین ہین ان مین حضور نہ دخل دین۔ اب اُن کے (شوہر کے) چلے جانے کے بعد میرا کسی کے سامنے آنا بہت بُرا ہے۔ ساری بستی اور خاندان مین بدنام ہوجاؤنگی"

بُلاقی شاہ ۔(بگڑ کے) " مجھے تمھاری مصلحتون سے مطلب نہین۔ یہان اپنا طریقہ تو عشق اور محبت کا ہے۔ ہمارا مذہب خالص اور سچی محبت ہے۔ ایسی ہی سچی محبت میرے سب مریدون مین ہونی چاہیے۔ پردے کے ساتھ محبت کا مذہب ہرگز نہین نبھ سکتا۔ اگر میری مرید ہو تو اس پردے کو چھوڑ کے آؤ۔ اور اپنے ان بھائیون مین بے تکلف بیٹھو۔ نہین تو مین یہان سے چلا جاؤن گا"

زینب ۔ (ندامت سے) "آپ کو اصرار ہے تو مجھے ان دونون بھائیون کے سامنے آنے مین عذر نہین ۔ مگر حضرت پھر خیال فرمالین کہ اس مین مین بدنام ہوجاؤن گی"

بدو ۔ (بلاقی شاہ سے) "تو حضرت کو اس مین اس قدر اصرار کیون ہے؟ اگر اُن کے نزدیک ہمارے سامنے آنا مصلحت کے خلاف ہو تو اُنھین ان کے حال پر رہنے دیجیے"

بلاقی شاہ ۔ (طیش سے) "کیونکر رہنے دین جبکہ یہ پردہ ہماری تعلیم اور ہمارے مذہب عشق کے خلاف ہے؟ پردہ ریاکاری ہے ۔ اور مین ریاکاری کا دشمن ہون"

زینب "تو حضرت خفا نہ ہون ۔ مین آپ کے کہنے سے چلی آتی ہون ۔ مگر اتنی عنایت ہو کہ انکے سوا اور پیر بھائیون کے سامنے مجھے بے پردہ نہ کرایئے" یہ کہہ کے زینب شرماتی اور خفا ہر کرتے پر بھی اپنے اعضا کو ایک اضطراری طریقہ سے چھپاتی ہوئی سامنے آبیٹھی ۔ اور بلاقی شاہ نے وعدہ کیا کہ گو میرے مذاق کے خلاف اور میرے مذہب مین ناجائز ہے مگر تمھین اپنا اور مریدون کا سامنا کرنے پر مجبور نہ کرون گا"

اب برگشتہ بخت زینب نامحرمون کے سامنے منھ کھولے بیٹھی ہے ۔ مگر خلقی حیا اپنا پردہ اُس کے چشم و رخسار پر سے اب بھی نہین اُٹھاتی ۔ خوبصورت چہرہ نیچے جھکا ہوا ہے ۔ آنکھین زمین مین گڑی جاتی ہین ۔ گویا جذبات عصمت اشارے سے کہہ رہے ہین کہ یہ زمین پھٹے اور مین اس مین سما جاؤن ۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کے میان لچو نے ذرا بیباکی سے کہا "زینب ۔ شاہ صاحب کے حکم سے تم نے درمیان سے پردہ اُٹھایا ہے تو بے تکلف اور بیباک بن کے بیٹھو" یہ فقرہ سُن کے زینب نے سر اُٹھا کے لچو کی طرف دیکھا اور چار آنکھین ہوتے ہی اُس کی وہی کیفیت ہو گئی جو بلی کی شوخ اور تیز نگاہون کا سامنا ہوتے ہی ایک خوبصورت قمری کی ہو جاتی ہے ۔ ان آنکھون سے ایک وحشت سی معلوم ہوئی

اور اس وقت اُسے محسوس ہوا کہ افسوس میری عصمت و عفت اور میری عزت و آبرو کا محافظ مجھ سے دُور ہے۔ اور میں بے بس و بے کس ہوں۔"

تاہم ان جذبات خوف کو اُس نے ٹالا۔ اور ہدو سے کہا "بھائی آپ حضرت سے سفارش کر دیں کہ میرا کاروبار اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اس لیے کہ اب میرا کوئی نہیں ہے اور آپ کے سوا کون ہے جس پر بھروسا کروں؟"

بلاقی شاہ "کیا! میں تمھاری ریاست کا کام کروں! اور تمھارے گھر کا داروغہ بنوں! ان کاموں کو میں کیا جانوں؟ میرا کام اکیلے میں بیٹھ کے اللہ اللہ کرنا ہے یا مقدمہ بازی اور لگان وصول کرنا؟"

ہدو "مگر اس میں مضائقہ ہی کیا ہے؟ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کو بھی یاد کرتے تھے اور دنیا کا انتظام بھی کرتے تھے۔ اور یہی حال آپ کے مبارک و مقدس جانشینوں کا تھا۔ حضرت سلیمان اہل اللہ بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔ اور آنحضرت نے تو اسی طرح جناب خدیجہ کی ملازمت قبول فرمائی تھی۔"

بلاقی شاہ "مگر مجھے دنیا کیا کہے گی؟ میں بھی دنیا کی باتوں سے کم واقف ہوں۔ اور تم لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ اگر تمھاری رائے ہو تو میں قبول کر لوں۔ مگر خوب سوچ سمجھ کے مشورہ دو۔"

ہدو "اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ قبول فرمالیں۔ رہا کام کاج تو آپ کی طرف سے ہم سب دوڑ دھوپ کر لیں گے۔"

بچو نے بھی یہی رائے دی۔ اور شاہ صاحب نے زینب کی مختاری و نیابت اور گھر کی داروغگی قبول کر لی۔ اب یہ مسئلہ چھڑا کہ مولوی محمد عظیم پر شاہ صاحب کی طرف سے دعویٰ دائر کیا جائے یا نہیں۔ بچو اور زینب کو اس پر اصرار تھا۔ مدولج اس کے خلاف تھے۔ وہ کہتے کہ "اب مولوی صاحب گھر چھوڑ کے بھاگ ہی گئے تو نالش فریاد کی ضرورت نہیں۔"

بلاقی شاہ کو بچو مرد تو بہت بناتے تھے مگر اُس میں ایسی ذاتی بزدلی تھی کہ ہر بات میں ڈرتا تھا۔ خرابی یہ تھی کہ اسے بھی ان دونوں پر پورا

بھروسا نہ تھا - دل مین کہتا تھا کہ اپنا مطلب نکالنے اور اپنی پرانی عداوتون کی وجہ سے ظاہر مین میرا ساتھ دے رہے ہین - مگر اصل مین یہ اپنے باپ کے بھی نہین - ابھی ذرا سی بھی غرض پیدا ہو جائے تو یہ عالم ہو گا کہ گویا ان تلون میل ہی نہ تھا گویا - جانی دشمن ہو جائین گے - اور یہ آج کل جو ساتھ دے رہے ہین اس مین بھی خدا جانے ان کا کیا مطلب ہے - کوئی تعجب کی بات نہین - اگر مجھے پھنسا دین اور آپ دامن جھاڑ کے الگ جا کھڑے ہون - مین نے جو نیابت قبول کر کے ساری ذمہ داریان اپنے سر لے لی ہین یہی کیا کم خطرناک ہے جو مین جان بوجھ کے دعوی بھی دائر کر دون - نہین - مجھ سے یہ ہرگز نہ ہو گا" دل مین یہ خیال کر کے انھون نے کہا "مقدمہ تو مین ہرگز نہ دائر کرون گا - مین ایک فقیر آدمی - مجھے لڑائی بھڑائی سے کیا سروکار؟"

لچھو "تو ہم نے رات کو پانچ روپیہ جو خرچ کر کے رپورٹ لکھوائی بیکار ہی گئی؟"

بلاقی شاہ "مین نے رپورٹ لکھوانے کو بھی نہین کہا تھا"

بدو - (لچھو سے) "جب شاہ صاحب نہین چاہتے تو تم کیون مجبور کرتے ہو"

لچھو "شاہ صاحب اپنے مارکھانے پر چاہین خاموش ہو رہین مگر مین تو جب تک زینب کا بدلہ نہ لے لون گا چین نہ پڑے گا"

زینب "بھائی! جب میرے پیر و مرشد نے معاف کیا تو مین بھی معاف کرتی ہون - اور نالش کرنے سے مل ہی کیا جائے گا؟"

لچھو "ان کی روک تو ہو جائے گی - ابھی کل آ کے مولوی صاحب کھڑے ہو جائین اور کہین کہ ہماری بی بی کو بہکا کے یہ لوگ خراب کرتے ہین تو کیا کرو گے؟ اچی مقدمہ سے ان پر دباؤ پڑ جائے گا - اور کبھی ہم سے آنکھین ملانے کی جرأت نہ کر سکین گے - اور مین تو جو کچھ کرتا ہون انھین زینب کے لیے کرتا ہون - ان کی پیاری صورت اور ان کے نازک ہاتھون کو دیکھ کے جب ان کا مارنا یاد آتا ہے تو آنکھون مین خون اتر آتا ہے"

زینب "خیر ہو گا - اب سب کی رائے خلاف ہے تو جانے ہی دو"

بدو "اور مولوی صاحب آئین گے بھی تو ہمارا کیا بنا لین گے؟"

لچھو "میری تمنا تو یہ تھی کہ اِن کو مولوی صاحب سے طلاق مل جاتی۔ اور شرع مین جائز ہی ہے یہ برادری کے کسی شریف آدمی سے نکاح کر لیتین"
زینب۔ (برافروختہ ہوکے) "خدا نہ کرے کہ کسی عورت کو اُس کا شوہر طلاق دے۔ اور وہ موئی دوسرے کا منھ دیکھے۔ دیکھو بھائی لچھو پھر میرے سامنے ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔ مین کوئی آوارہ عورت نہین ہون۔ مین نے جس کا منھ دیکھا دیکھا۔ اُن سے (مولوی صاحب سے) بنے یا بگڑے اُنھین کی ہون۔ کسی اور کی یہ مجال نہین ہے کہ مجھ پر بُری نظر ڈال سکے۔ وہ چاہین ملین یا نہ ملین مین مرتے دم تک اُنھین کے نام پر بیٹھی رہون گی"
بدھو "ہان بہن سچ کہتی ہو۔ شریف بی بیون کا یہی طریقہ ہے۔ (لچھو سے) تم بعض وقت غصہ مین ایسی بیہودہ باتین کہہ گزرتے ہو جو بالکل عقل کے خلاف ہوتی ہین"

اس موقع پر بدھو نے لچھو کو لعنت ملامت کرکے دبایا۔ بلاقی شاہ نے زینب کی بیٹھ ٹھونکی کہ شریف بی بیان ایسی ہی ہوتی ہین۔ اور وعدہ کیا کہ مین تمھاری عزت و آبرو کی ہمیشہ نگہبانی کرون گا۔ پھر اسی وقت مختارنامہ لکھ کے مرتب کر لیا گیا۔ اور اُسی دن رجسٹرار صاحب کو بُلا کے اُس کی رجسٹری کرا دی گئی۔ لچھو و گھرڑی کو ہٹے تو زینب نے بُلاقی شاہ سے یہ بھی کہہ دیا کہ "آپ تمام معاملون مین بھائی بدھو سے ضرور مشورہ لے لیا کیجیے۔ مین نے برکت کے لیے یہ کام حضو رکے ہاتھ مین دیا ہے۔ اصل مین چاہتی ہون کہ سب باتین اِنھین کی مرضی سے ہون"
بُلاقی شاہ "مشورہ کیسا اُنھین کو سارا کام کرنا پڑے گا۔ اور جو کچھ کرین گے یہی کرین گے"

اس کے بعد سب صاحب اپنے اپنے گھرون کو گئے۔ اور اس پُرانی ریاست کا سارا انتظام بلاقی شاہ کے ہاتھ مین ہو گیا۔ جس سے اُن کی

نقیری اور چمک گئی۔ پہلے اندیشہ تھا کہ مولوی محمد عظیم کے سامنے اُن کی بہت کم چلتی تھی۔ اب راستے سے کانٹا نکل گیا۔ اور برادری کے کامیاب متمنی لاکھوں کا گھر بگاڑ کے اپنا گھر بھرنے اور گلچھرے اُڑانے لگے۔

نوان باب

برگشتہ کو گم گشتہ کی یاد

اس واقعہ کو بیس سال گزر گئے۔ مولوی محمد عظیم صاحب جو بی بی کو چھوڑ کے گئے تو پلٹ کر نہ دیکھا۔ یہان سارے گھر کا مالک اور کل کاروبار پر حاوی بُلاقی شاہ تھا۔ پہلے تو وہ لچو اور بدو کے ہاتھ کی کٹھ پتلی تھا۔ زینب کے سامنے اعلے اللہیت اور دینداری کی باتین بنا دیا کرتا مگر جو کچھ کرتا دھرتا انھین دونون فسادی ملکیون کے بتانے سے کرتا۔ اُس کے مشیرون مین سے دونون کے اغراض و مقاصد مین زمین و آسمان کا فرق تھا۔ بدو چاہتے تھے کہ اپنا گھر بھرین اور اپنی بگڑی حالت کو سدھار لین۔ مگر میان لچو مین اپنے نام کے مطابق یہ لچپن تھا کہ زینب پر عاشق اور اُس کی آبرو لینے کے درپے تھے۔ اُنھین کی خواہش سے بلاقی شاہ نے زینب کو اُن کے سامنے بے پردہ کر دیا تھا۔ مگر زینب بھی ایسی پاکدامن تھی کہ اُس پر کسی قسم کا زور نہ چل سکا۔ جب لچو نے اپنے مطلب کا کوئی کلمہ زبان سے نکالا اُس نے ایسی ڈکھائی سے اور ایسا سخت جواب دیا کہ منھ کی کھائی۔ اور اپنا منھ لے کے رہ گئے۔ ابتداءً چند روز تک بُلاقی شاہ نے کبھی کبھی اس ناجائز اور فحش آرزو مین اُن کی مدد کرنی چاہی مگر جب ہر طرح دیکھ لیا کہ زینب کے دل پر کچھ اثر نہین ہوتا تو ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ اس کوشش مین زینب مجھ ہی سے بدگمان ہو جائے۔ اور یہ بڑی جو قسمتون سے ہاتھ لگ گئی ہے ہاتھ سے نکل جائے۔ اور ان کوششون سے باز آ گیا۔

الغرض بدو اپنی غرض مین امید سے زیادہ کامیاب تھے۔ اور لچو مطلقاً

ناکام - آخر میں زینب نے لچو سے ملنا بھی چھوڑ دیا - اور اب لچو کو بلاقی شاہ اور بدو پر غصہ تھا کہ اپنی غرض پوری کرتے ہیں اور میرا کام نہیں نکالتے - قریب تھا کہ اس تثلیث یا اتحاد ثلاثہ میں پھوٹ پڑے اور میاں لچو بھانڈا پھوڑ دیں - اور شاید وہ اس کی جرأت بھی کرتے - مگر دل میں یہ سوچ کے رہ جاتے کہ اگر میں نے دونوں ساتھیوں کی رفاقت چھوڑ دی تو تھوڑی بہت امید جو باقی ہے وہ بھی جاتی رہے گی - یہ لوگ اُسی طرح دولت لوٹتے رہیں گے - اور میں بدنام کر کے نکال دیا جاؤں گا - اس اندیشہ سے دل ہی دل میں کوئی ایسا موقع ڈھونڈھ رہے تھے کہ مجھ پر حرف نہ آئے - میں الگ تھلگ رہوں - اور یہ دونوں نکال دیئے جائیں -

اب زینب کا شباب رخصت ہو گیا تھا - لچو نے اس بات کی کوشش شروع کی کہ مولوی محمد عظیم صاحب کا پتہ لگائیں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں - تاکہ پتہ لگتے ہی اُن کے پاس پہونچیں - یا خود نہ جائیں تو کسی اور کو بھیج کے اُنھیں واپس بُلائیں - اور اُن کے ہاتھ سے بدو اور بُلاقی شاہ کا قلع قمع کرائیں - اس تجویز کے لیے اُنھوں نے بعوض اپنے جذبات عشق کی پیروی کرنے کے یہ کوشش شروع کی کہ آفت رسیدہ اور برگشتہ زینب کو شوہر کی یاد دلائیں -

زینب کی اب یہ حالت تھی کہ شوہر سے زمیندارنی ہونے کے باعث اور ملکن ہونے کے تقاضے سے جو اختلاف تھا وہ روز بروز خفیف ہوتا جاتا تھا - اور اکثر راتوں کو شوہر کی یاد اُسے اس قدر بیتاب و بیقرار رکھتی کہ رات رات بھر نیند نہ آتی - دل ہی دل میں اپنے کیے پر پچھتاتی اور کف افسوس مل کے رہ جاتی - آس پاس کوئی ایسا ہمدرد نہ تھا جس سے درد دل بیان کرتی - کیونکہ گھر بھر میں جتنے تھے بُلاقی شاہ کا دم بھرتے تھے - اور میاں بدو اور لچو کی تعریفیں کرتے - اولاد کے نہ ہونے کا غم پہلے ہی سے تھا اب وہ ایک کی جگہ دہ چند ہو گیا - اور یہ خیال پیدا ہوا کہ شوہر یہاں ہوتے تو شاید خدا کوئی اولاد دیتا - بُلاقی شاہ کا عمل پہلے تو اس قدر زوردار اور یہ حکمی ثابت ہوا تھا کہ ادھر اُن کی پڑھی ہوئی مٹی میاں کے بچھونے پر ڈالی گئی

اور اُدھر وہ ہاتھ جوڑے سامنے کھڑے تھے مگر اب اولاد کے لیے سیکڑوں تعویذ اور بیسیوں فتیلے آزماڈالے گئے مگر ایک بھی کارگر نہ ہوا۔

اس طرح یہ ہوا کہ مقدمہ بازی کے بہانے اور روز نئی انتظامی ضرورتیں پیش کر کر کے وہ تمام روپیہ خرچ کر ڈالا گیا جسے مولوی محمد عظیم نے اپنی خوش تدبیری و کفایت شعاری سے جمع کر لیا تھا۔ جس میں سے کچھ بلاقی شاہ کے پاس رہا اور زیادہ تر میاں ہدو اور رچو کے ہاتھوں میں گیا۔ رچو نے تو اس مکاری وسازش سے جو کچھ پیدا کیا عیاشی وشہوت پرستی میں اڑا دیا مگر ہدو نے اپنی حیثیت درست کر لی۔ اُن کی ساری جائداد رہن تھی۔ اور آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ اُسے چھڑاتے۔ ساری بستی کو یقین تھا کہ اُن کے پاس ٹکا کفن کو نہیں ہے۔ اور دو ہی چار برس کے اندر اُن کی تمام رہن شدہ جائداد اور وہ جو دو چار بیگہہ زمین اُن کی کاشت میں ہے بک جائے گی۔ اور رہنے کا مکان بھی باقی نہ رہے گا۔ لیکن یہ ایسی بڑ دہاتھ لگ گئی کہ اپنی ساری جائداد چھڑالی بہت سی اور زمین مول لے لی۔ زینب کی زبردست ریاست سے مدد لے کے چھوٹے چھوٹے شریف اور ہم حدی زمینداروں کو دھوکے دے دے کے تباہ کیا۔ کسی کو قرض دے کے۔ کسی کے معاملات میں جھگڑے پیدا کرا کے۔ کسی کے کاشتکاروں کو مخالفت پر اُبھار کے ایسی کاٹ پھانس کی کہ بہتوں کی زمینیں تھوڑے ہی زمانے میں اُن کی ہوگئیں۔ اور وہ خود تباہی کی حالت سے نکل کے ایسے سنبھل گئے کہ اپنی چھوٹی سی ایک مستقل ریاست بنا لی۔ اور مختلف طریقوں سے کوشش کر رہے تھے کہ زینب کی ریاست کو بھی توڑ تاڑ کے اپنی ریاست میں ملا لیں۔ کوئی مہینہ بلکہ کوئی ہفتہ نہ گزرتا کہ میاں ہدو کی زمینداری اور زینب کے علاقہ میں کوئی جھگڑا نہ پیدا ہوتا ہو۔ اور فیصلہ چونکہ اپنے ہی ہاتھ میں تھا لہذا ہمیشہ خود نفع اُٹھاتے اور زینب کی ریاست کو نقصان پہونچتا۔

اب یہ حالت ہوگئی کہ زینب کے علاقہ میں روپیہ کی کمی تھی۔ جو کچھ اندوختہ تھا صرف ہوگیا۔ سالانہ آمدنی آدھے سے بھی زیادہ گھٹ گئی۔

ریاست مقروض ہونے لگی۔ زینب کو اپنے گھر کی ضرورتون مین تکلیف برداشت کرنا پڑتی اور اس پر بھی قرض بڑھتا جاتا۔ ہر ہفتہ مین بلاقی شاہ مفتنی مشیرون کی سازش سے کوئی نیا جھگڑا بنا کے پیش کرتا۔ اُس کے لیے روپیہ کی ضرورت لاحق ہوتی۔ اور مجبوراً زینب کو اجازت دینا پڑتی کہ اور قرض لیا جائے۔ اس طور پر جو روپیہ وقتاً فوقتاً قرض لیا جاتا وہ سب کا سب باہر ہی اُڑ جاتا۔ کچھ خود بلاقی شاہ ہضم کرتا۔ کچھ ہدو لیتے۔ کچھ میان بچو لیتے۔ اور بچے کھچے دو چار روپیہ غریب زینب کے ہاتھ مین بھی آجاتے۔

اس پر طرہ یہ ہوتا کہ جتنا قرض لیا جاتا سب میان ہدو سے لیا جاتا اور اُنھین کے نام کی دستاویزین لکھائی جاتین۔ کوئی دیکھنے والا اور سمجھنے والا تھا نہین۔ جتنا چاہتے دیتے اور جتنے کی چاہتے دستاویز لکھواتے۔ زینب پڑھی نہ تھی کہ اتنا بھی جان سکتی کہ یہ کتنے کی دستاویز ہے۔ بلاقی پہ بھروسا تھا۔ وہ دو سو کی بتا کے دو ہزار کی دستاویز پر دستخط کرا لیتا۔ اور زینب آنکھین بند کر کے بے تامل دستخط بنا دیتی اور اپنے انگوٹھے چھاپ دیتی۔

اس ابتر حالت اور اندیشہ ناک انجام کے دھڑکون نے زینب کو پریشان کر رکھا تھا۔ دل ہی دل مین کڑھتی۔ اپنی قسمت پر روتی۔ اور شوہر کو یاد کرتی۔ مگر اندر باہر کوئی ایسا ہمدرد نہ تھا جس کے سامنے کوئی لفظ زبان سے نکال سکتی۔ اُسے صاف نظر آرہا تھا کہ گھر کے اندر جتنی عورتین ہین اور ڈیوڑھی پر جتنے ملازم ہین سب بلاقی شاہ سے ملے ہوئے ہین۔ ابھی اُسے خود بلاقی شاہ کی نیت پر شبہ نہ تھا۔ اُنھین پیر اور مرشد بنا چکی تھی اس لیے اُن کو ولی کامل خیال کرتی۔ اور اُن پر بدگمانی کرنا بھی اُس کے اعتقاد مین گناہ عظیم تھا۔ مگر یہ خیال دل مین پیدا ہو گیا تھا کہ شاہ صاحب سیدھے سادھے اللہ والے آدمی ہین۔ اُن کو دھوکا دے دے کے ہدو اور بچو فائدہ اُٹھا رہے ہین۔ دل مین آتا تھا کہ اُن سے کہے آپ اب ان لوگون کے مشورے پر عمل کرنا چھوڑ دیجیے۔ مگر شاہ صاحب کے اُن کے ساتھ تعلقات دیکھتی تو ڈرتی کہ اگر مین نے اُن کے خلاف کچھ بھی

کہا تو شاہ صاحب خفا ہو جائین گے - اور نتیجہ کچھ نہ ہوگا -

اسی فکر نے شوہر کے زمانے کا اطمینان اور اُن کی سچی ہمدردی و محبت یاد دلائی - اور اب اُس کے دماغ مین سوا تباہی کے دھڑکے اور شوہر کے غم کے کچھ نہ تھا - مگر افسوس کھُل کے رونے کا بھی موقع نہ ملتا - اسی اندیشہ اور غم مین گھلی جاتی تھی کہ کریمن نام ایک بڑھیا نے جو دو تین ہفتون سے آنے جانے لگی تھی - اور اتنے ہی دنون مین ہمدردی کے بعض خیالات ظاہر کر کے اُس نے زینب کے دل مین کچھ جگہ پیدا کر لی تھی - ایک دن تنہا پا کے عرض کیا " بی بی - مین دیکھتی ہون کہ آپ گھلی جاتی ہین آخر کچھ معلوم تو ہو کہ دشمنون کو کس بات کی فکر ہے ؟" زینب نے ٹالا - مگر جب کئی بار اُس کی زبان سے یہی سوال سُنا تو ایک دن ایک ٹھنڈی سانس بھر کے آنکھون مین آنسو ڈبڈبا لائی -

یہ دیکھ کے کریمن کا اور حوصلہ بڑھا - کہنے لگی " معلوم ہوتا ہے بی بی کو اب میان یاد آئے ہین - مین بھی دل مین کہتی تھی کہ میان کے جیتے جی بیوی کب تک رانڈون کی سی زندگی بسر کرین گی ؟ کوئی لڑکا ہوتا تو اُسی سے دل بہل جاتا " اب زینب مین صبر کی تاب نہ تھی - آنکھون سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے - اور خاموش تھی - یہ حالت دیکھ کے کریمن نے کہا " بی بی آپ کو جو صدمہ ہو مجھ سے بیان کیجیے - مین جہان تک بنے گا دوڑ دھوپ کرون گی - اور حضور کی جو خواہش ہو گی پوری کرون گی "

زینب " مین تو کسی کے سامنے کوئی لفظ زبان سے بھی نہین نکال سکتی - اندر باہر میرا کوئی نہین - سب میرے دشمن ہو رہے ہین - کہون تو کس سے کہون ؟

کریمن " حضور لونڈی سے فرمائین - اور مین اپنی آنکھون کی قسم کسی سے نہ کہون گی "

زینب " کریمن - مین بڑی گنہ گار ہون - اپنے شوہر کو جو عورت بے وجہ ناراض کرے وہ دنیا مین بھی رو سیاہ ہو گی اور عقبیٰ مین بھی - مین نے سچ ہے کہ اپنی دولت کے غرور مین اُن کی محبت کی ذرا قدر نہ کی - اور

نیک ایماندار عالم و فاضل - متقی و پرہیزگار - اور محبت والے شوہر کو جس بے مروتی و بدمزاجی سے میں نے ناراض کرکے گھر سے نکالا کوئی عورت نہ نکالے گی - اسی کا انجام یہ ہے کہ ساری ریاست خاک میں ملا چاہتی ہے شاہ صاحب کو سوجھائی نہیں دیتا پُرانے خاندانی دشمن جو دوست بن کے دغا کر رہے ہیں اپنا گھر بھرے لیتے ہیں اور میرا گھر تباہ ہو رہا ہے - اور میں ایسی دبیٹھ میں پڑی ہوں کہ کسی کے سامنے زبان سے بھی نہیں نکال سکتی - اب شوہر کے زمانے کا اطمینان اور اُس وقت کی بے فکری یاد آتی ہے تو کلیجے پر سانپ لوٹ جاتا ہے - مگر افسوس کچھ بس نہیں ۔"

کریمن "بی بی - آپ اپنا دل تھوڑا نہ کریں - میں ہر طرح جان و مال سے آپ کی رفاقت کو حاضر ہوں - آپ کی ریاست جس طرح لٹ رہی ہے ساری بستی میں مشہور ہے - سب دیکھ رہے ہیں اور کوئی دم نہیں مارتا - مگر میں سمجھتی تھی کہ حضور کو اس کی خبر نہیں ہے - اب آج معلوم ہوا کہ خود حضور بھی سب باتیں جانتی ہیں ۔"

زینب "مگر جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ میرا کچھ زور ہے؟ وہ (میاں) ہوتے تو شاید اب بھی سنبھال لیتے - مگر اُن کا کہیں پتہ ہی نہیں ہے - کوئی جانتا ہی نہیں کہ کہاں ہیں - ملے بھی تو کیا ہوگا؟ مجھے امید نہیں کہ میرا قصور معاف کریں اور پھر میرے پاس چلے آئیں - وہ بڑے غیرت دار آدمی ہیں - اور میں نے اُن کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اُنھیں زندگی بھر نہ بھولے گا - اس کے ماسوا میں کسی کے سامنے اُن کا نام بھی تو نہیں لے سکتی - اور اب میرا ہی کون ہے جو اُن کے پاس میرا پیام لے جائے - اور اُنھیں راضی کرکے لے آئے؟"

کریمن "اگر حضور اجازت دیں تو لونڈی اس کام کے لیے حاضر ہے ۔"

زینب "تم کو کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں؟ اور کہاں ڈھونڈھتی پھرو گی؟"

کریمن "اے میں تو ساری دنیا چھان ڈالوں گی!"

کریمن کے [illegible] سے زینب کے دل کو بڑی تسلی دی - وہ

کریمن سے مدد لینے پر آمادہ ہو گئی اور اُس سے اقرار لیا کہ یہ بات بالکل پوشیدہ اور راز رہے۔ گھر بھر میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد کریمن زینب سے رخصت ہو کے باہر آئی۔ اور سیدھی میاں بچو کے گھر پہونچی۔ اور اُنھیں الگ کونے میں لے جا کے سارے حالات بیان کیے۔ وہ سُن کے بہت ہی خوش ہوئے۔ پھر اُس سے پوچھا "تم نے میرا نام تو نہیں لیا تھا؟"

کریمن "آپ کا نام تو نہیں لیا۔ ابھی اس کا موقع نہیں ملا۔ آگے چل کے بیان کردوں گی"

بچو "نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ مجھ سے بدگمان ہیں۔ میرا نام درمیان میں بالکل نہ آنا چاہیے۔ خیر تو اب تم اکثر مل کے اُن کے خیال کو اسی طرف مائل کرتی رہو۔ اور خدا نے چاہا تو میں بہت جلد پتہ لگا لوں گا کہ اُن کے میاں کہاں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آج کل اُن کے ساتھ سب سے بڑی ہمدردی یہی ہے کہ اُن کے میاں کو ڈھونڈھ نکالا جائے۔ بچاری تباہ ہوئی جاتی ہیں"

کریمن "کیا کہوں میاں۔ مجھے تو اُن کی باتیں سُن سُن کے رونا آتا تھا۔ وہ سب جانتی ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ اُنھیں خبر نہیں۔ مگر کیا کریں عورت ذات ہیں۔ بس نہیں چلتا"

اس کے بعد بچو کو ایک ہفتہ اسی گھٹا ٹوپ اور ریشہ دوانیوں میں گزرا کہ مولوی محمد عظیم صاحب کہاں ہیں۔ اب اسی جستجو میں وہ پچھی پور سے باہر قدم نکالنے کی کوشش کر رہے تھے کہ احمد بخش نام اُن کے ایک دوست مہینہ ڈیڑھ مہینہ کا سفر کر کے واپس آئے۔ اور اسی روز رات کو بچو سے مل کے کہا "تم نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سفر میں مولوی محمد عظیم کا پتہ لگانا کہ کہاں ہیں۔ قرب و جوار کے تمام قصبوں اور گاؤں میں ڈھونڈھا کہیں سراغ نہ لگا۔ آخر جاتے جاتے میں اختر پور میں پہونچا۔ تم جانتے ہو کہ وہ بہت بڑا شہر ہے اور اُس میں کسی کا پتہ لگانا آسان نہیں۔ مگر اتفاق سے مجھے خود بخود بڑی ہی آسانی سے معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب وہاں موجود ہیں۔ اور

اور بڑے ٹھاٹ سے ہین۔"

لچھو:۔ بھئی خوب پتہ لگایا۔ مین مہینون سے اِس فکر مین تھا۔ مگر ذرا ابھی جو پتہ لگ سکا ہو۔"

احمد بخش:۔ پتہ لگتا تو کیونکر؟ اُنھون نے وہان اپنا نام تک تو بدل ڈالا ہے۔"

لچھو:۔ اچھا صاف صاف بیان کرو کہ کیسے پتہ لگا اور وہ وہان کیا کرتے ہین؟"

احمد بخش:۔ سنو۔ سورج گڑھ سے گھوڑونکی ڈاک پر بیٹھ کے مین اختر پور جا رہا تھا۔ گاڑی مین میرے ساتھ ایک بیس بائیس برس کی عمر کا خوش رُو نوجوان تھا جس کی باتون مین چھ پہر کا سفر بڑے لطف سے گذرا۔ اُس کا حلیہ اور لہجہ تو ولایتی پٹھانون کا تھا مگر لباس اور وضع قطع یہین کے شرفا کی سی تھی۔ سفر مین اکثر لوگون سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات اگرچہ کسی سے بے تکلفی کا براہ ورسم بھی پیدا ہو جاتا ہے مگر وہ سارے تعلقات سفر ہی کے ساتھ ختم ہو جاتے ہین۔ مگر مجھے اس نوجوان کے ساتھ جس نے اپنا نام یوسف خان بتایا تھا کچھ ایسا اُنس ہو گیا کہ جی چاہا جب تک اختر پور مین رہون اُس سے روز ملا کرون۔ اس لیے کہ اُس نے اپنا مکان وہین بتایا تھا۔ مین نے اُس کے مکان کا پتہ پوچھا۔ اور کہا "مجھے آپ کے ساتھ بڑی محبت ہو گئی ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ قیام اختر پور کے زمانہ مین آپ سے روز ملاقات ہوا کرے۔"

یوسف خان:۔ اس سے بڑی عنایت کیا ہو سکتی ہے مگر آپ وہان کہان ٹھہرین گے؟

مین:۔ مسافر کا گھر سرا کے سوا اور کہان ہے؟"

یوسف خان:۔ سرا مین آپ کو تکلیف ہو گی۔ آپ میرے گھر ہی پر چل کے ٹھہرین۔ اس طرح ہم ہر وقت ساتھ رہین گے۔ اور وہان مین آپ کو اپنے بہنوئی سے ملاؤن گا جو بڑے عالم وفاضل نیک نفس و پاک باطن

اور معزز و ممتاز ہین - آپ اُن سے مل کے بہت خوش ہون گے "
مین "اُن کا نام کیا ہے ؟ شاید مین نے کبھی سنا ہو "
یوسف خان " اُن کا نام سید مظلوم ہے - باوجود ان کمالات کے گھر مین خاموش بیٹھے رہتے ہین - اور سوا دو چار آدمیون کے کسی سے نہین ملتے "
یہ سُن کے مجھے ان بزرگ سے ملنے کا بھی شوق ہوا - تاہم یہ مناسب نہ معلوم ہوا کہ ایک غیر شخص کا زبردستی مہمان بن جاؤن - کہا "مین اُن سے بھی ملون گا - اور آپ سے بھی روز ملاقات ہوا کرے گی مگر اس کی کیا ضرورت ہے کہ آپ کو تکلیف دون ہ میرا مین مجھے تکلیف نہ ہوگی "
یوسف خان نے اس کو نا منظور کر کے پھر اپنے وہان ٹھہرنے کی خواہش کی مین نے پھر عذر کیا - اور آخر اُنھون نے اس قدر اصرار کیا کہ طوعاً و کرہاً منظور ہی کرنا پڑا - چنانچہ صبح کو اختر پور مین ہو پہنچتے ہی یوسف خان بہ اصرار تمام میرا اسباب اپنے گھر پر لے گئے - اور کوٹھے پہ ایک چھوٹے سے صاف اور محفوظ مکان مین ٹھہرا دیا - جو سب سے الگ تھا - مین اس مکان کو دیکھ کے بہت خوش ہوا - یوسف خان کا شکریہ ادا کیا - اور کہا " اب آپ گھر مین جائین - جب تک مین بھی نہا دھو کے کپڑے بدل لون "
یوسف خان کے جانے کے بعد مین تمام حوائج ضروری سے فارغ ہوا تھا کہ اندر سے کھانا آگیا - کھانے کے بعد مین نے شہر کا ایک چکر لگایا اور کچھ رات گئے واپس آیا تو یوسف خان کو منتظر پایا - جنھون نے میری صورت دیکھتے ہی کہا " آپ کہان غائب ہو گئے ؟ میرا ارادہ تھا کہ آپ کو لے چل کے اپنے احباب سے ملاؤن گا - بھائی صاحب سے آپ کا تذکرہ کر دیا تھا وہ بھی آپ کے منتظر تھے اور بار بار پوچھتے رہے "
مین " بے شک مجھ سے غلطی ہو گئی - جس پر نہایت نادم ہون - مین نے خیال کیا کہ آج ہی آپ سفر سے چلے آتے ہین - اعزہ سے ملنے جلنے مین اتنی فرصت نہ ملے گی کہ میرے ساتھ چلین "

یوسف خان "خیر تو اب چل کے بھائی صاحب سے مل لیجیے - وہ آپ کے منتظر ہین"

اپنے نوجوان مہمان نواز سے مین نے سید مظلوم کے ایسے اوصاف سنے تھے کہ خود ہی اُن سے ملنے کا بیحد شوق تھا فوراً اُن کے ساتھ ہولیا - اور اُن بزرگ کی خدمت مین حاضر ہوا - رات کا وقت تھا - اور گرمیون کا موسم - سید صاحب صحن مین تختون کے ایک چوکے پر بیٹھے تھے - جس پر چاندنی کا صاف ستھرا فرش تھا - دو ایک صاحب ایک طرف عقیدتمندانہ آداب سے دوزانو بیٹھے تھے - پندرہ بیس گز کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی تپائی پر ٹھنڈی ہانڈی کا لیمپ روشن تھا - میری صورت دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے - صاحب سلامت کی - اور مصافحہ کر کے اپنے برابر پہلو مین بٹھالیا - پھر فرمایا "مین شکرگزار ہون کہ آپ نے ہمین خدمت گزاری کی عزت دی"

مین نے بھی جہان تک زبان نے یاری دی احسان مندی اور مسرت کا اظہار کیا - اب اُنھون نے میرا وطن پوچھا - اور مین نے جیسے ہی پچھپور کا نام لیا - وہ خاموش سے ہوگئے - پھر اس قسم کے سوالات کرنا شروع کیے کہ میرا مکان یہان کس محلہ مین ہے ؟ میرے اعزا و اقارب کون کون ہین ؟ مین کیا کام کرتا ہون ؟ وہ اس قسم کے سوالات کرتے جاتے تھے اور میرے دل مین رہ رہ کے یہ خیال گزرتا تھا کہ مین نے انھین کہین دیکھا ہے - مگر کچھ یاد نہ آتا تھا - آخر مین نے پوچھا "جناب آپ کبھی پچھپور مین تشریف لے گئے ہین ؟" انھون نے ناگواری کے ساتھ کہا "ہان مین نے اُسے دیکھا ہے" اس کے بعد مجھے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی اور سید صاحب کے نماز عشا کے لیے اُٹھ کھڑے ہونے کی وجہ سے صحبت ختم ہوگئی - مین یوسف خان صاحب کے ساتھ اپنی فرودگاہ مین آیا - اور اسی فکر مین غلطان پیچان تھا کہ کہین دیکھا ہے - نام کا جو خیال کرتا تو میری یاد مین بالکل نیا تھا - مگر

صورت آشنا تھی - اسی فکر مین اس قدر مستغرق تھا کہ یوسف خان نے کئی بار کہا "آج آپ کسی سوچ مین ہین ؟" اور مجھے حیلہ حوالہ کرکے ٹال دینا پڑا -

اسی فکر مین سونے کا وقت آ گیا - یوسف خان رخصت ہو کے زنانے مین گئے - اور مین پلنگ پر پڑے پڑے سوچ رہا تھا مگر کچھ یاد نہ آتا تھا - دل مین کہا "رات کو اچھی طرح ان بزرگ کی صورت بھی نہین دکھائی دی - صبح کو دن کی روشنی مین دیکھون گا تو غالباً یاد آجائے گا کہ انھین کہان دیکھا ہے"

چنانچہ صبح کو نماز سے فارغ ہوتے ہی مین نے سید صاحب کے پاس جانے کا قصد کیا - مگر معلوم ہوا کہ ابھی وہ تلاوت قرآن مین مصروف ہین - کوئی دس بجے کے قریب جب خبر ملی کہ وہ اپنے اوراد سے فارغ ہوئے تو یوسف خان کو لے کے پھر اُن کی خدمت مین گیا - اور اُن کے چہرے پر غور کرنے لگا -

مین اس جستجو مین اس قدر اعتدال سے باہر ہو گیا تھا کہ سید صاحب نے بھی اس کو محسوس کر لیا - اور مسکرا کے کہا "آپ کس فکر مین ہین ؟"

مین "مجھے یاد آتا ہے کہ حضرت کو کہین دیکھا ہے مگر یہ نہین کہہ سکتا کہ کہان دیکھا ہے"

سید صاحب - (مسکرا کے) "بھوپال مین دیکھا ہوگا"

یک بیک میرے خیال مین آیا کہ یہ مولوی محمد عظیم صاحب تو نہین ہین - اب مین جو جو غور کرتا تھا اسی خیال کی تصدیق ہوتی جاتی تھی - مگر چونکہ یہ بزرگ اپنا نام سید مظلوم بتاتے تھے اس لیے اس شبہہ کے زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوتی تھی -

اس وقت سید صاحب تنہا تھے - صرف یوسف خان میرے ساتھ گئے تھے - مجھے انتہا سے زیادہ متحیر و پریشان دیکھ کے اُنھون نے یوسف خان سے کہا "بھئی اندر جا کے آپ کے لیے گلوریان لے آؤ - مین تو پان کھاتا نہین ہون ورنہ حاضر کرتا" یوسف خان خاصدان لانے کے لیے اُٹھ کے اندر گئے اور مین نے موقع پاتے ہی سید صاحب سے کہا "میرے دل مین رہ رہ کے ایک خیال آتا ہے - اجازت ہو تو عرض کرون؟"

سید صاحب :- میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں - جو کچھ آپ کے دل میں ہو بے تکلف ارشاد فرمایئے :-

میں :- آپ ہماری بستی کے رئیس اعظم مولوی محمد عظیم صاحب تو نہیں ہیں ؟

سید صاحب - (ہنس کے) "خوب پہچانا - میں وہی ہوں - مگر اب مجھے پورے مجھے اس قدر نفرت ہو گئی ہے کہ وہاں کی کسی چیز کا اپنے سامنے ذکر بھی نہیں آنے دیتا - یہاں تک کہ وہاں کے نام کو بھی میں نے چھوڑ دیا - اب آپ نے اس آزار دہ نام کو یاد دلایا تو کہتا ہوں کہ کبھی محمد عظیم تھا مگر اب نہیں ہوں :-

میں :- آپ نے اپنے لیے نام نہایت مناسب تجویز فرمایا - بے شک آپ مظلوم ہیں :-

سید صاحب :- خیر اب وہاں کا تذکرہ آ ہی گیا تو ارشاد ہو کہ آپ کو اس بدنصیب مکان کے جس میں کبھی میں رہتا تھا اور اُس برگشتہ عورت کے جو کبھی میری بی بی تھی کچھ حالات معلوم ہیں ؟

میں :- سب معلوم ہے - جو کہیے بتا دوں - مگر اس کے عوض میں حضور بھی اپنے وہاں سے آنے کے بعد کے حالات سے مجھے مطلع فرمائیں !

سید صاحب :- میں سب بیان کر دوں گا :-

میں :- آپ کے آتے ہی آپ کا گھر تباہ ہونے لگا - بلاقی شاہ آپ کے اہل خانہ کا مختار اور نائب قرار پایا - اور اُس نے سارے علاقے کو تباہ و برباد کر دیا - بہت سی دولت اپنے گھر میں بھر لی - اپنے سازشی دوستوں کے گھر بھر دیے - اور علاقہ روز بروز مقروض اور زیر بار ہوتا جاتا ہے"

سید صاحب - (ایک آہ سرد کھینچ کے) "اور اُس بدنصیب برگشتہ عورت کا کیا حال ہے ؟"

میں :- میں اندر کا حال پورا پورا تو جانتا ہی نہیں عرض کیا کروں گا - مگر آنے جانے والی عورتوں سے اتنا سنا ہی کہ بہت پریشان ہیں - اور آپ کے غم میں گھلی جاتی ہیں :-

سید صاحب :- میرے غم میں ؟ ہرگز نہیں - وہ اپنی جائداد کی تباہی اور

اپنے گھر کی بربادی پر روتی ہون گی اور ابھی اور روئین گی "
اس اثنا مین یوسف خان ہاتھ مین خاصدان لیے آتے دکھائی دیے۔ اور سید صاحب نے کہا "اب مین اپنا حال کل تنہائی مین بیان کرون گا۔ اس وقت اس گفتگو کو ختم کیجیے" اُن کے اشارے کے مطابق مین نے پان کھایا اور رخصت ہو کے اپنی فرودگاہ مین آیا۔

دسوان باب

گم گشتہ کی سرگزشت

یہ رات مجھے اور زیادہ حیرت مین گزری۔ شب بھر نیند نہین آئی۔ اور گو اطمینان تھا کہ کل سارا حال معلوم ہو جائے گا۔ مگر دل اسی چکر مین تھا کہ مولوی محمد عظیم صاحب کو اتنے دنون تک اپنی بی بی کی فکر کیون نہ ہوئی؟ اور یہان انھین یہ عروج کیونکر حاصل ہوا؟ آخر شب انتظار کا خاتمہ ہوا۔ اور صبح کو مولوی صاحب آٹھ ہی بجے وظیفہ ختم کر کے مجھے خود آ کے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور اپنے نشست کے مکان کا دروازہ بند کر کے تنہا بیٹھے۔ اور کہا "اب میرے حالات سنیے۔ مین نے ان باتون کو بھلا دیا۔ اور نہ اس وقت تک کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جو اس داستان کو یاد دلاتا۔ بیس سال کے بعد آپ نئی زمین میں پچھلی لڑکی حالت دیکھتے رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ میرا بنا بنایا گھر کس طرح فریب دے کے اور میری بی بی کی بے عقلی سے فائدہ اٹھا کے تباہ کیا گیا؟

"سنیے میری بی بی میں سب خوبیاں تھین ایک عیب تھا تو یہ کہ اپنی دولت پہ گھمنڈ تھا اور چاہتی تھین کہ مین چونکہ اُن کی دولت پر زندگی بسر کرتا تھا اُن کا غلام اور تابع فرمان بنا رہون۔ اُن کے مزاج کے اس عیب کو مین نے بہت برداشت کیا۔ مگر جب دیکھا کہ اب وہ بالکل ہاتھ سے باہر ہوئی جاتی ہین۔ میرے دشمن اُن کے مشیر بنے ہین۔ اور اُن کے فریب مین آ کے وہ میری آبروریزی کے درپے ہین تو مین بگڑ کے چلا آیا۔ وہ یہ بھی

ہون گی کہ فقر و فاقہ سے پریشان ہو کے مین واپس جاؤن گا۔ اور اپنا قصور معاف کرا کے عاجزی و لجاجت سے درخواست کرون گا کہ مجھے اپنے پاس پڑا رہنے دین۔ مگر مین نہ اتنا نالائق تھا اور نہ اتنا بے غیرت۔ گھر چھوڑتے وقت محض اس خیال سے کہ کسی کو میرا پتہ نہ لگ سکے۔ مین نے کچھی پور کے ساتھ اپنا پُرانا نام بھی چھوڑ دیا۔ اور سید مظلوم کے لقب سے اختر پور کے لوگون سے ملا۔ یہان بعض شاگردون اور مریدون نے چاہا کہ مین اُن کی کفالت کو قبول کرون۔ مگر میری حمیت نے اس کو بھی گوارا نہ کیا۔ یہان آ کے وطن اور اگلے نام کے ساتھ مین نے عالمون اور پیرزادون کی وضع بھی چھوڑ دی۔ اور صاحب کلکٹر سے جا کے ملا جو نیک اور رحم دل حاکم تھے۔ میرے خاندانی حالات سُن کے اور میری قابلیت دیکھ کے وہ مجھ پر مہربان ہو گئے۔ اور خدا نے اُن کے دل مین میری محبت ڈال دی۔ فوراً مجھے نائب تحصیلداری کی خدمت دے دی۔ اور مین نے اُن کو ایسا دوست بنا لیا کہ ایک ہی سال کے اندر نائب تحصیلداری سے تحصیلدار اور تحصیلداری سے ڈپٹی کلکٹر بنا دیا۔

اب خدا نے مجھے صاحب علم ہونے کے ساتھ دولت مند بھی بنا دیا تھا مگر مین یکہ و تنہا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ باوجود ہر طرح کی لیاقت و حشمت کے بے مونس و غمگسار اور یک بینی و دو گوش ہون۔ نہ میری ترقی پر کوئی خوش ہونے والا ہے۔ نہ میرے دُکھ درد مین کوئی شریک ہونے والا ہے۔ اور نہ میرے مرنے پر کوئی رونے والا۔ دل مین آئی کہ شادی کرون۔ پہلے اُسی برگشتہ جورو زینب کی طرف خیال گیا۔ مگر دل نے اس کو گوارا نہ کیا۔ خیال آیا کہ اب بھی وہ یہی کہے گی کہ جھک مار کے ناک رگڑتے ہوئے واپس آنے نہ ہے۔ اتفاق سے ان دنون مین روہیلکھنڈ کے اضلاع مین ڈپٹی کلکٹر تھا۔ وہان نصر اللہ خان نام ایک معزز پٹھان رئیس سے راہ و رسم ہوا۔ اور جو جو تعلقات بڑھتے گئے مجھے اُن کے گھر کی حالت اچھی نظر آتی گئی۔ خاندان کو دیکھیے تو وہ وہان کے تمام رئیسون سے زیادہ

دولت مند تھے - وضع قطع اور چال ڈھال ایسی تھی کہ اُن کے گھر کی سی تہذیب و شائستگی مین نے کسی مسلمان گھرانے مین نہین دیکھی - اور اس کے ساتھ خوبصورتی اور خوبروئی مین بھی سارا گھرانہ مشہور تھا - جو حسن و جمال مین نے اُن کے بچون مین دیکھا اور کہین نہین دیکھا تھا - غرض ہر حیثیت سے مین اُن کی خوبیون کا گرویدہ تھا - اس اثنا مین ایک دوست سے معلوم ہوا کہ زینت النسا نام اُن کی ایک پری جمال - لکھی پڑھی - شائستہ و پیراستہ لڑکی ہے - جس کی کہین نسبت نہین ٹھہری - اور مین پیام دون گا تو فوراً منظور کر لین گے - مین اس بات کو اپنی خوش نصیبی سمجھا اور دوسرے ہی دن پیام کے طریقہ سے ایک رقعہ لکھ کے نصر اللہ خان کے پاس بھیج دیا - اُسی شام کو اُنھون نے مجھ سے مل کے اس بارے مین گفتگو کی - اور بہت ہی صفائی سے کہا " مجھے آپ سے قرابت پیدا کرنا بہت خوشی سے منظور ہے - لیکن میری ایک شرط ہے جس کو مین بلا واسطہ آپ سے طے کر لینا چاہتا ہون - ہم لوگ پرانے رئیس ہین - اور چاہتے ہین کہ خاندانی جائداد جو کچھ ہے خاندان سے باہر نہ جانے پائے - یہ مین وعدہ کرتا ہون کہ نقد کی صورت مین بطریق جہیز وغیرہ کے مین آپ کو اتنا روپیہ دے دون گا کہ اگر آپ سرکاری ملازمت چھوڑ بھی دین تو آپ دونون کے زندگی بھر بسر کرنے کے لیے کافی ہوگا لیکن آپ اور زینت النسا دونون کو اس کے معاوضہ مین خاندانی جائداد سے بازدعوی لکھ دینا پڑے گا - اگر یہ شرط آپ کو منظور ہو تو مین کل ہی نکاح کر دون - مجھے کرنا دھرنا کچھ نہین ہے - فضول رسمون کا مین پابند نہین - اور جو کچھ دینا ہے اُس کے لیے ہر وقت موجود ہون "

مین نے کہا " مجھے تو صرف ایک شائستہ بی بی چاہیے تاکہ میرا گھر آباد ہو جائداد اور روپیہ پیسہ کسی چیز کی مجھے ضرورت نہین - اور جس مضمون کا بازدعوی فرمائیے اسی وقت لکھے دیتا ہون - مگر اصل لکھنا آپ کی صاحبزادی کا ہے - اور اُن کی سعادت مندی سے مجھے یقین ہے کہ وہ بھی بے عذر لکھ دین گی "

نصر اللہ خان:۔ اسے واقعی لکھنے مین تامل نہین ہے۔ تو بس کل شب کو عقد ہو جائے گا۔ اور مہر کے بارے مین بھی مجھے زیادتی یا کمی کا خیال نہین ہے۔ ہمارے خاندان کا مہر مثل سوا لاکھ اشرفیان ہے۔ اگر آپ کو اس مین تامل ہو تو جس قدر مہر آپ کو منظور ہو وہی سہی۔

مین:۔ مجھے اس مین بھی تامل نہین ہے۔ وہی آپ کے گھرانے کا مہر مثل مجھے بسر و چشم منظور ہے۔

دوسرے دن اُن کی لڑکی سے میرا عقد ہو گیا۔ نصر اللہ خان نے اپنے وعدے کے مطابق جائداد سے باز دعوی لکھوا کے زیور و جہیز کے علاوہ مجھے دو لاکھ روپیہ سلام کرائی مین دیے۔ شائستہ اور ستودہ صفات دُلھن گھر مین آئی۔ اور گزشتہ تکلیفون اور روحانی صدمون کے عوض مین خدا نے مجھے ایسی اچھی بی بی دی جو صورت و سیرت مین۔ عقل و دانش مین۔ محبت و الفت مین۔ اور نیکبختی و اطاعت گزاری مین اپنا جواب نہین رکھتی۔ اُس نقد روپیہ کے مین نے اپنی بی بی کے نام سے پرامیسری نوٹ خرید لیے۔ اور جتنی تنخواہ تھی اُس سے ڈیوڑھی آمدنی نوٹون کی ہو گئی۔

تھوڑے دنون کے بعد نصر اللہ خان کا انتقال ہو گیا۔ اور اُن کی جائداد کا وارث اُن کا اکلوتا بیٹا یوسف خان ہوا۔ جو نابالغ تھا مجبوراً مجھ ہی کو ولی کی حیثیت سے اُن کے علاقہ کا انتظام اپنے ہاتھ مین لینا پڑا۔ نوکری کرنا اور اُس کے ساتھ علاقہ کی بھی نگرانی کرنا امکان مین نہ تھا۔ اتفاقاً اُن دنون میرے پُرانے مربی کلکٹر صاحب روہیلکھنڈ مین کمشنر تھے۔ اُن کے مشورے سے مین نے درخواست دے کے یوسف خان کا علاقہ کورٹ آف وارڈس کے سپرد کر دیا۔ اور کمشنر صاحب کی عنایت سے مین ہی سرکاری طور پر اُس کا مستقل سربراہ کار مقرر ہو گیا اب علاقہ کورٹ آف وارڈس سے چھوٹنے والا ہے۔ اور یوسف خان کی خوشی ہے کہ اُسی تنخواہ پر اب بھی مین ہی علاقہ کا مہتمم و منتظم رہون

میری ملازمت پندرہ سال کی ہو چکی ہے۔ کوشش کر رہا ہوں کہ علاقہ کے چھوٹتے ہی مجھے پنشن مل جائے۔ اس میں کامیابی ہو گئی تو فبہا ورنہ نوکری کی ضرورت نہیں۔ یوسف خان کے علاقہ کی تنخواہ غالباً زندگی بھر کے لیے کافی ہو گی۔ غرض میں بفضلہ تعالیٰ بہت ہی خوش و خرم ہوں۔ اور کسی بات کی فکر نہیں خدا نے مجھے دو بیٹیاں اور ایک بہت ہی پیارا بچہ بھی دیا ہے۔ جس کی عمر بارہ برس کی ہے۔ سید خلیل نام ہے۔ اور ابھی سے پڑھنے لکھنے میں دل لگاتا ہے۔ میں اسی وقت بلا کے اسے آپ سے ملاتا۔ مگر وہ اس وقت خانگی معلم سے پڑھ رہا ہے۔ دن بھر اسکول میں رہے گا۔ آج شام کو انشاءاللہ آپ سے ملاؤں گا۔"

مولوی محمد عظیم صاحب کی زبان سے یہ حالات سن کے میں کچھ دیر تک خاموش رہا۔ اور آخر میں نے پوچھا "تو اب آپ نے کیا بچھی پور کو بالکل چھوڑ دیا؟ اپنی دور افتادہ اور مصیبت زدہ بی بی کی خبر نہ لیجیے گا؟"

مولانا: "اس برگشتہ عورت کا ذکر بھی نہ کیجیے۔ میرے دل کے لیے اس زندگی میں اب اگر کوئی آزاردہ چیز باقی ہے تو اسی کا یاد آتا ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ کبھی اس کا خیال بھی نہ آئے۔"

میں: "اب تو ضرورت ہے کہ آپ گھر چل کے اس ستم زدہ کی دستگیری کریں۔"

مولانا: "جی معاف کیجیے۔ خود کردہ را درمانے نیست۔"

اس کے بعد میں رخصت ہو کے اپنی فرودگاہ میں آیا۔ یوسف خان آج کسی ضرورت سے گھر پر نہ رہے۔ اور میں تنہا اس خیال میں رہا کہ مولوی محمد عظیم کو خدا نے کتنا بڑا اور صاحب اثر رئیس بنا دیا! اور کیسا اطمینان عطا کیا ہے! شام کو مولانا نے اپنے بیٹے محمد خلیل سے ملایا۔ اور وہ بھی ایسا پیارا سعادت مند اور ہونہار بچہ ہے کہ میں اسے دیکھ کے بہت ہی خوش ہوا۔

دوسرے دن یوسف خان سے صحبت رہی۔ اور جہاں تک اندازہ کیا انھیں اپنے بہنوئی سید مظلوم سے بہت ہی خوش پایا۔

میرے دل مین ایک یہ شبہ باقی تھا کہ یوسف خان کا علاقہ تو بالکل اضلاع روہیلکھنڈ مین ہوگا - اور مولانا جب سرکاری طور پر اُس کے منتظم ہین تو یہان اختر پور مین کیونکر رہتے ہین؟ اس سوال کو مین نے یوسف خان کے سامنے پیش کیا - اُنھون نے بتایا کہ "بھائی صاحب اگرچہ سرکاری ملازم کی حیثیت رکھتے ہین مگر اُنھین اختیار دیا گیا ہے کہ جہان چاہین رہین - صرف علاقہ کی تحصیل وصول مین فرق نہ پڑنے پائے - چونکہ یہان اختر پور مین تعلیم اچھی ہو سکتی ہے اس لیے اُنھون نے مجھے یہین کے مدرسون مین تعلیم دلائی اور یہین رکھا - اسی ضرورت کے لیے اُنھون نے یہان مکان بنا لیا ہے - اور سارے خاندان کے ساتھ یہین رہتے ہین - سال مین دو چار مہینون کے لیے علاقہ پر چلے جاتے ہین "

اسی اثنا مین مین نے اپنی ضرورتین بھی پوری کر لی تھین - دوسرے ہی دن مولانا محمد عظیم اور یوسف خان سے رخصت ہو کے یہان چلا آیا "

میان لچھو احمد بخش کی زبان سے یہ واقعات سُن کے کہنے لگے "بھئی یہ مولوی تو قسمت کا بڑا دھنی نکلا - مین جانتا تھا کہ افلاس مین مبتلا ہوگا اور معلم گری کر کے پیٹ پالتا ہوگا - تو اب وہ بہت بڑا دولت مند اور لاکھون روپیہ کا آدمی ہے؟"

احمد بخش "جی نہین اختر پور کے تمام رئیس اور معزز آدمی اُن کا ادب کرتے اور انھی سے دبتے ہین - حکام کو جتنا اعتبار اُن کا ہے کسی کا نہین اور پھر اس کے ساتھ ایسے خلیق فیاض اور ملنسار ہین کہ ان سے جی خوش ہو جاتا ہے "

لچھو "یہ باتین تو اُس مین جب بھی تھین جب یہان تھا " یہ تمام واقعات معلوم کر کے لچھو نے احمد بخش کا شکریہ ادا کیا - اور اُن کو رخصت کر کے کریمن کے پاس دوڑے گئے - اور سارے واقعات بتا کے کہا "اب تم جا کے زینب کو خبر کرو کہ تمھارے میان کا حال معلوم ہو گیا - اور اگر وہ

میری ملازمت پندرہ سال کی ہو چکی ہے - کوشش کر رہا ہون کہ علاقہ کے چھوٹتے ہی مجھے پنشن مل جائے - اس مین کامیابی ہو گئی تو فبہا ورنہ نوکری کی ضرورت نہین - یوسف خان کے علاقہ کی انجیری غالباً زندگی بھر کے لیے کافی ہو گی - غرض مین بفضلہ تعالیٰ بہت ہی خوش وخرم ہون - اور کسی بات کی فکر نہین خدا نے مجھے دو بیٹیاں اور ایک بہت ہی پیارا بچہ بھی دیا ہے - جس کی عمر بارہ برس کی ہے - سید خلیل نام ہے - اور ابھی سے پڑھنے لکھنے مین دل لگاتا ہے - مین اسی وقت بلا کے اُسے آپ سے ملاتا - مگر وہ اس وقت خانگی معلم سے پڑھ رہا ہے - دن بھر اسکول مین رہے گا - آج شام کو انشاءاللہ آپ سے ملاؤن گا "

مولوی محمد عظیم صاحب کی زبان سے یہ حالات سُن کے مین کچھ دیر تک خاموش رہا - اور آخر مین نے پوچھا " تو اب آپ نے کیا بچھی پور کو بالکل چھوڑ دیا ؟ اپنی دور افتادہ اور مصیبت زدہ بی بی کی خبر نہ لیجیے گا ؟"

مولانا " اُس بدبخت عورت کا ذکر بھی نہ کیجیے - میرے دل کے لیے اس زندگی مین اب اگر کوئی آزاردہ چیز باقی ہے تو اُسی کا یاد آنا ہے - مین کوشش کرتا ہون کہ کبھی اُس کا خیال بھی نہ آئے "

مین " اب تو ضرورت ہے کہ آپ گھر چل کے اُس ستم زدہ کی دستگیری کرین -

مولانا " جی معاف کیجیے - خود کردہ را درمانے نیست "

اس کے بعد مین رخصت ہو کے اپنی فرودگاہ مین آیا - یوسف خان آج کسی ضرورت سے گھر پر نہ رہے - اور مین تنہا اس خیال مین رہا کہ مولوی محمد عظیم کو خدا نے کتنا بڑا اور صاحب اثر رئیس بنا دیا ! اور کیسا اطمینان عطا کیا ہے ! شام کو مولانا نے اپنے بیٹے محمد خلیل سے ملایا - اور وہ بھی ایسا پیارا سعادت مند اور ہونہار بچہ ہے کہ مین اُسے دیکھ کے بہت ہی خوش ہوا -

دوسرے دن یوسف خان سے صحبت رہی - اور جہان تک اندازہ کیا اُنھیں اپنے بہنوئی سید مظلوم سے بہت ہی خوش پایا -

میرے دل مین ایک یہ شبہ باقی تھا کہ یوسف خان کا علاقہ تو بالکل ضلاع روہیلکھنڈ مین ہوگا۔ اور مولانا جب سرکاری طور پر اُس کے منتظم ہین تو یہان اختر پور مین کیونکر رہتے ہین؟ اس سوال کو مین نے یوسف خان کے سامنے پیش کیا۔ اُنھون نے بتایا کہ "بھائی صاحب اگرچہ سرکاری ملازم کی حیثیت رکھتے مین مگر اُنھین اختیار دیا گیا ہے کہ جہان چاہین رہین۔ صرف علاقہ کی تحصیل وصول مین فرق نہ پڑنے پائے۔ چونکہ یہان اختر پور مین تعلیم اچھی ہو سکتی ہے اس لیے اُنھون نے مجھے یہین کے مدرسون مین تعلیم دلائی اور یہین رکھا۔ اسی ضرورت کے لیے اُنھون نے یہان مکان بنا لیا ہے۔ اور سارے خاندان کے ساتھ یہین رہتے ہین۔ سال مین دو چار مہینون کے لیے علاقہ پر چلے جاتے ہین"

اسی اثنا مین مین نے اپنی ضرورتین بھی پوری کر لی تھین۔ دوسرے ہی دن مولانا محمد عظیم اور یوسف خان سے رخصت ہو کے یہان چلا آیا"

میان لچو احمد بخش کی زبان سے یہ واقعات سُن کے کہنے لگے "بھئی یہ مولوی تو قسمت کا بڑا دھنی نکلا۔ مین جانتا تھا کہ افلاس مین مبتلا ہوگا اور معلم گری کر کے پیٹ پالتا ہوگا۔ تو اب وہ بہت بڑا دولت مند اور لاکھون روپیہ کا آدمی ہے؟"

احمد بخش "یہی نہین اختر پور کے تمام رئیس اور معزز آدمی اُن کا ادب کرتے اور اُن سے ڈرتے ہین۔ حکام کو جتنا اعتبار اُن کا ہے کسی کا نہین۔ اور پھر اس کے ساتھ ایسے خلیق زبان اور ملنسار ہین کہ مل کے جی خوش ہو جاتا ہے"

لچو "یہ باتین تو اُس مین جب بھی تھین جب یہان تھا" یہ تمام واقعات معلوم کر کے لچو نے احمد بخش کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُن کو رخصت کر کے گھر مین کے پاس دوڑے گئے۔ اور سارے واقعات بتا کے کہا "اب تم جا کے زینب کو خبر کرو کہ تمھارے میان کا حال معلوم ہو گیا۔ اور اگر وہ

بھیجیں تو تم ہی اُن کی طرف سے اختر پور جا کے مولوی محمد عظیم سے ملو۔"

کریمن "میں اکیلی تو نہیں جا سکتی۔ آپ ساتھ چلیے گا تو البتہ چلی چلوں گی۔"

لچو "اچھا میں بھی ساتھ جا چلوں گا مگر میرے جانے کی خبر زینب کو نہ ہونے پائے۔ انھیں جھوٹوں بھی میرا جانا معلوم ہو گیا تو تمھارا سارا اعتبار جاتا رہے گا۔"

کریمن "اچھا میں بیوی سے نہ کہوں گی۔ مگر آپ اختر پور تک چلیے گا تو سہی؟"

لچو "چاہے بہن زینب کو میرا اعتبار نہ ہو مگر میں اُن کے کام کے لیے دل و جان سے حاضر ہوں۔ اگر تم بغیر میرے نہیں جا سکتیں تو ضرور جا چلوں گا۔"

میاں لچو میں ایک عیب یہ بھی تھا کہ پیٹ کے بہت ہلکے تھے۔ اسی وقت بُلاقی شاہ کے پاس دوڑے گئے اور یہ سارا ماجرا اُس سے بیان کر دیا۔ اُس نے جو سُنا تو اس قدر گھبرایا کہ مارے گھبراہٹ کے دست آنے لگے۔ اُسی وقت بُلا کے یہ سب واقعات ہدو سے بیان کیے۔ دل میں تو ہدو بھی متردد ہوئے مگر آدمی مضبوط تھے بلاقی شاہ سے کہا "تو یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ ہم محمد عظیم کو تباہ کرنا چاہتے تھے مگر وہ پہلے سے زیادہ معزز و دولت مند ہو گئے۔ مگر ہمارا وہ کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ اول تو بی بی کے ڈر کے مارے وہ کبھی ادھر کا رخ ہی نہ کریں گے۔ اور آ بھی گئے تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

بُلاقی شاہ "اچھی طرح سمجھ لو۔ میں نے جو کچھ کیا ہے تمھارے کہنے سے اور تمھارے بھروسے پر کیا ہے؟"

ہدو "اجی آپ خاموش بیٹھے تماشا دیکھا کیجیے۔ ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراتے کیوں ہیں؟"

گیارھواں باب

دوسرا فریب

شکستہ حال و برگشتہ بخت زینب صبح کو نماز و اوراد سے فارغ ہو کے

بیٹھی تھی کہ گلشن نے آ کے کہا "بیوی آج ڈیوڑھی کے تمام نوکرون نے نوکری چھوڑ دی۔ کہتے ہین کہ تین مہینہ سے تنخواہ نہین ملی ہے۔ ہم نوکری تو یہان کرتے ہین بیٹھ جا کے کہان پالین؟"

یہ سُن کے ستم زدہ زینب سنانے مین آ گئی۔ پھر پوچھا "کیا ان لوگون کی تنخواہ نہین ملتی ہے؟"

گلشن "حضور اُن پر کیا موقوف ہے تین مہینہ سے اندر باہر کسی کو کچھ نہین ملا ہے جن لوگون کو کھانا بھی ملتا ہے وہ خاموشی سے برداشت کر رہے ہین مگر جن کی خشک تنخواہ ہے اُنکا نباہ کیونکر ہو سکتا ہے"

زینب "تم اسی وقت جا کے شاہ صاحب کو بُلا لاؤ۔ گلشن نے عذر کیا کہ "دوپہر تک تو وہ وظیفہ پڑھا کرتے ہین آئین گے کیسے؟" زینب نے کہا "اچھا دوپہر کو جانا۔ جب تک جا کے بھائی بدو کو بُلا لاؤ" گلشن گئی۔ اور واپس آ کے کہا "بی بی اُنھین ابھی چھٹی نہین ہے" جھنجھلا کے زینب نے کہا "آخر وہ کیا کر رہے ہین؟" گلشن "حضور کرتے ورتے تو کچھ نہین ہین۔ گھر مین لیٹے ہوئے ہین۔ مگر مجھ سے یہی کہا کہ کہدینا ابھی چھٹی نہین ہے"

یہ جواب سُن کے زینب کو مارے غصہ کے پسینہ آ گیا۔ مگر ضبط کیا۔ اور گلشن کو پھر حکم دیا کہ "بچو کو بُلا لائے" وہ بچو سے بہت ہی بدگمان تھی۔ اور آج تک کبھی اُنھین خود سے نہین بُلایا تھا۔ مگر آج سب طرف سے مجبور ہوئی تو اُنھین بلوایا وہ فوراً آ موجود ہوئے۔ اور ڈیوڑھی سے پکار کے کہا "مین حاضر ہون اور اجازت ہو تو اندر آؤن؟"

زینب "اے تم سے کچھ پردہ ہے؟ آتے کیون نہین؟"

اب آگے آگے گلشن اور اُس کے پیچھے پیچھے میان بچو اندر آئے۔ زینب صدر دالان مین پلنگ پر بیٹھی تھی اُس کے قریب تخت پر بچو آ کے بیٹھ گئے۔ اور پوچھا "مجھے کیون بُلایا ہے؟"

زینب نے آج کی ساری سرگزشت بیان کی۔ اور بچو نے افسوس کے ساتھ کہا "مجھے بلاقی شاہ سے ایسی امید نہ تھی۔ اور بدو کو تو مین ہمیشہ سے جانتا تھا کہ حد درجہ کے بے وفا اور اپنے مطلب کے آشنا ہین"

زینب۔ (ایک آہ سرد بھر کے) "افسوس! مین نے خود ہی اپنے ہاتھ کاٹ

بھیجین تو تم ہی اُن کی طرف سے اختر پور جا کے مولوی محمد عظیم سے ملو۔"
کریمن نے "مین اکیلی تو نہین جا سکتی - آپ ساتھ چلیے گا تو البتہ چلی چلون گی۔"
لچھو "اچھا مین بھی ساتھ چلا چلون گا مگر میرے جانے کی خبر زینب کو نہ ہونے پائے - انھین جھوٹون بھی میرا جانا معلوم ہو گیا تو تمھارا سارا اعتبار جاتا رہے گا۔"
کریمن "اچھا مین بیوی سے نہ کہون گی - مگر آپ اختر پور تک چلیے گا تو سہی؟"
لچھو "چاہتے ہین زینب کو میرا اعتبار نہ ہو مگر مین اُن کے کام کے لیے دل و جان سے حاضر ہون - اگر تم بغیر میرے نہین جا سکتین تو ضرور چلا چلون گا۔"
میان لچھو مین ایک عیب یہ بھی تھا کہ بات کے بہت ہلکے تھے - اسی وقت بلاقی شاہ کے پاس دوڑے گئے اور یہ سارا ماجرا اُس سے بیان کر دیا۔ اُس نے جو سُنا تو اس قدر گھبرایا کہ مارے گھبراہٹ کے دست آنے لگے۔ اُسی وقت بُلا کے یہ سب واقعات ہدو سے بیان کیے - دل مین تو ہدو بھی متردد ہوئے مگر آدمی مضبوط تھے بلاقی شاہ سے کہا "تو یہ کوئی گھبرانے کی بات نہین ہے - اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ ہم محمد عظیم کو تباہ کرنا چاہتے تھے مگر وہ پہلے سے زیادہ معزز و دولت مند ہو گئے - مگر ہمارا وہ کیا بگاڑ سکتے ہین؟ اول تو بی بی کے ڈر کے مارے وہ کبھی ادھر کا رُخ ہی نہ کرین گے - اور آ بھی گئے تو ہمارا کچھ نہین بگاڑ سکتے۔"
بُلاقی شاہ "اچھی طرح سمجھ لو - مین نے جو کچھ کیا ہے تمھارے کہنے سے اور تمھارے بھروسے پر کیا ہے؟"
ہدو "اجی آپ خاموش بیٹھے تماشا دیکھا کیجیے - جو ہو رہے گا پھر کچھ گھبرائیے کیون؟"

گیارھوان باب

دوسرا فریب

شکستہ حال و برگشتہ بخت زینب صبح کو نماز و اوراد سے فارغ ہو کے

مبیٹھی تھی کہ گلشن نے آکے کہا "بیوی آج ڈیوڑھی کے تمام نوکروں نے نوکری چھوڑ دی۔ کہتے ہیں کہ تین مہینہ سے تنخواہ نہیں ملی ہے۔ ہم نوکری تو یہاں کرتے ہیں پیٹ جاکے کہاں پالیں؟"

یہ سُن کے ستم زدہ زینب سناٹے میں آگئی۔ پھر پوچھا "کیا ان لوگوں کی تنخواہ نہیں ملتی ہے؟"

گلشن "حضور اُن پر کیا موقوف ہے تین مہینہ سے اندر باہر کسی کو کچھ نہیں ملا ہے جن لوگوں کو کھانا بھی ملتا ہے وہ خاموشی سی برداشت کر رہے ہیں مگر جن کی خشک تنخواہ ہے انکا نباہ کیونکر ہو سکتا ہے"

زینب "تم اسی وقت جاکے شاہ صاحب کو بُلا لاؤ۔ گلشن نے عذر کیا کہ "دوپہر تک تو وہ وظیفہ پڑھا کرتے ہیں آئیں گے کیسے؟" زینب نے کہا "اچھا دوپہر کو جانا۔ جب تک جاکے بھائی بدّو کو بُلا لاؤ" گلشن گئی۔ اور واپس آکے کہا "بی بی اُنھیں ابھی چھٹی نہیں ہے" جھنجھلا کے زینب نے کہا "آخر وہ کیا کر رہے ہیں؟" گلشن "حضور کرتے ورتے تو کچھ نہیں ہیں۔ گھر میں لیٹے ہوئے ہیں۔ مگر مجھ سے یہی کہا کہ کہدینا ابھی چھٹی نہیں ہے"

یہ جواب سُن کے زینب کو مارے غصہ کے پسینہ آگیا۔ مگر ضبط کیا۔ اور گلشن کو پھر حکم دیا کہ "بچو کو بُلا لائے" وہ بچو سے بہت ہی بدگمان تھی۔ اور آج تک کبھی اُنھیں خود سے نہیں بُلایا تھا۔ مگر آج سب طرف سے مجبور ہوئی تو اُنھیں بُلوایا وہ فوراً آموجود ہوئے۔ اور ڈیوڑھی سے پکار کے کہا "میں حاضر ہوں اور اجازت ہو تو اندر آؤں؟"

زینب "اے تم سے کچھ پردہ ہے؟ آتے کیوں نہیں؟"

اب آگے آگے گلشن اور اُس کے پیچھے پیچھے میاں بچو اندر آئے۔ زینب صدر دالان میں پلنگ پر بیٹھی تھی اُس کے قریب تخت پر بچو آکے بیٹھ گئے۔ اور پوچھا "مجھے کیوں بُلایا ہے؟"

زینب نے آج کی ساری سرگزشت بیان کی۔ اور بچو نے افسوس کے ساتھ کہا "مجھے بلاقی شاہ سے ایسی امید نہ تھی۔ اور بدّو کو تو میں ہمیشہ سے جانتا تھا کہ حد درجہ کے بے وفا اور اپنے مطلب کے آشنا ہیں"

زینب۔ (ایک آہ سرد بھر کے) افسوس! میں نے خود ہی اپنے ہاتھ کاٹ

ڈالے۔ اور اب بالکل بے بس اور اُنھین کے اختیار مین ہون۔ مگر یہ جانتی تھی کہ مجھے گھر مین بیٹھنا بھی دشوار ہوجائے گا۔ تین مہینہ سے کسی کو تنخواہ نہ دی۔ اور غضب یہ کیا کہ مجھے خبر بھی نہ کی۔ خیر اُنھون نے جو کیا اچھا کیا۔ پان بنا ہی رہی تھی کلوریان تھالی مین رکھ کے اُن کی طرف بڑھا دین۔ پھر پاندان سے سونے کی چوڑیان اور جڑاؤ کنگن نکال کے اُن کو دیے اور کہا "بھائی تم ان کو گرو رکھ کے مجھے آج ہی پانچ سو روپیہ لادو۔ ان سب کی تنخواہین تو دے دون۔ بچو نے ان چیزون کو غور سے دیکھا۔ اور اطمینان کر کے کہ پانچ سو بآسانی سے رکھی جا سکتی ہین اپنے رومال مین باندھ لیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اُٹھے کہ "مین ابھی لائے دیتا ہون"

زینب "بھائی جلدی آنا۔ مین جب تک سب کی تنخواہ نہ دے لون گی کھانا نہ کھاؤن گی"

بچو "مین ابھی آیا" یہ کہہ کے چلے گئے۔ اور زینب دل ہی دل مین کہنے لگی "اب بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ شاہ جی اور بدو نے مجھے بالکل تباہ کر دیا۔ اگر یہی حال ہے تو دو چار روز مین فاقے ہونے لگین گے۔ قرض کی کوئی انتہا نہین رہی۔ اور بدو میری ریاست کو تباہ کر کر کے لچھمی پور کے رئیس بن گئے۔ یا تو کوڑی کوڑی کو محتاج تھے یا ہزارون روپیہ قرض دیتے چلے جاتے ہین۔ اور دولت گھٹتی ہی نہین۔ مین بچو کو بُرا سمجھتی تھی۔ مگر اُن سے تو یہی غنیمت معلوم ہوتے ہین۔ رہے شاہ صاحب ابھی تک تو مین اُن کی معتقد تھی مگر اب مجھے اُن پر بھی شبہہ ہونے لگا ہے۔ وہ شریک نہ ہوتے تو مین یون تباہ نہ ہوتی۔ اور بدو کو اتنا روپیہ نہ مل جاتا۔ مگر اب تو ان کا ہٹانا بھی میرے اختیار مین نہین ہے۔ شاہ جی سے خود ہی کہہ چکی ہون کہ کوئی کام بغیر بدو سے مشورہ لیے نہ کیجیے گا۔ اب کس منہہ سے کہون کہ اُن کا اعتبار نہ کیجیے" ان خیالات کا دل پر اس قدر اثر پڑا کہ رونے لگی۔ اور دل مین نہایت ہی تکلیف کے ساتھ یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ سب انجام اس کا ہے کہ مین نے شوہر کے ساتھ بے وفائی

کی۔ وہ کہہ گئے تھے کہ برگشتہ عورت تُو دین و دنیا دونون مین روسیاہ ہو گی۔ اور اپنے کیے پر پچھتائے گی۔ اُن کا کہنا پورا ہوا۔ اور وہ برگشتہ عورت آج پچھتا رہی ہے"

آنسو پونچھ رہی تھی کہ کریمن آ پہونچی۔ اور سلام کرکے اُس کے قریب ہی زمین پر بیٹھ گئی۔ کریمن صورت دیکھتے ہی پہچان گئی کہ زینب اس وقت رو رہی تھی۔ اور حد سے زیادہ پریشان ہے۔ دل مین کہا "اب بی بی شوہر کی جدائی کو بالکل نہین برداشت کر سکتین" خوشی کا چہرہ بنا کے کہنے لگی "لو بی بی مٹھائی کھلاؤ۔ مین نے آپ کے میان کا پتہ لگا لیا"

زینب - (ہمہ تن متوجہ ہوکے) "سچ سچ! تمھین بیٹھے بیٹھے کیسے خبر مل گئی؟ کہان ہین؟ اور کس فکر مین رہتے ہین؟"

کریمن "بی بی اُنھون نے لکھنؤ پہونچتے ہی اپنا اصلی نام چھوڑ کے نیا نام سید مظلوم رکھ لیا ہے"

زینب - (تعجب سے) "کیا؟ سید مظلوم؟ واہ۔ یہ فقط میرے بدنام کرنے کے لیے۔ جس مین دنیا بھر کو معلوم ہو جائے کہ میرے ہاتھ کے ستائے ہوئے ہین۔ اور اُنھون نے تو کچھ کیا ہی نہین؟ مگر کسی کے بدنام کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ مجھے اُن سے جیسی محبت تھی اور ہے، دنیا مین کسی عورت کو اپنے میان کے ساتھ تو ہو گی نہین۔ مین جو اُن کو کبھی اُٹھین اندر بلاتی تھی تو خالی محبت سے۔ مینا جو اُن کو اپنے بس مین رکھنا چاہتی تھی اور ایک لمحہ بھر کو بھی گوارا نہ تھا کہ وہ میری مرضی کے خلاف کوئی بات کرین یہ بھی فقط محبت ہی کی وجہ سے تھا۔ مگر افسوس اُنھون نے میری محبت کی قدر نہ کی۔ خیر یہ تو بتاؤ کہ کیسے ہین؟ اور کس حال مین ہین؟"

کریمن "وہ اختر پور کے سب سے بڑے رئیس ہین۔ خدا نے لاکھون روپیہ کی مقدرت دی ہے۔ بڑے بڑے لوگ اُن کا ادب کرتے ہین۔ انگریزی حاکم تک اُن کا لحاظ کرتا ہے"

زینب "اِین۔ تو پڑھانے لکھانے یا پیری مریدی کرنے مین اتنی دولت کہان سے مل گئی؟ فقیری اور کسی کو تو کبھی اتنی پھبی نہ تھی؟"

کریمن "حضور وہ پیری مریدی تو یہین تک تھی۔ یہان سے جاتے ہی انگریز حاکم سے ملے۔ اُس نے نوکر رکھ لیا۔ تھوڑے دنون مین ڈپٹی ہوگئے"

زینب "ڈپٹی ہوگئے! اسی سبب سے گئے تو ادھر پلٹ کے نہ دیکھا۔ یہ اطمینان اور حکومت کی نوکری نہ مل جاتی تو مجال تھی کہ نہ آتے؟ ارے وہ تو ناک رگڑتے آتے۔ اچھا پھر کیا ہوا؟"

کریمن "اُس کے بعد پچھا لون کے ایک بڑے شریف اور امیر گھرانے مین شادی کرلی"

زینب "شادی کرلی! ہاے غضب۔ (ماتھے پر ہاتھ مار کے) پھوٹ گئی میری قسمت! واہ واہ! خوب قدر کی میری محبت کی!"

کریمن "اُس عورت سے ایک چاند سا بیٹا ہے جس سے بہت ہی خوش ہین!"

زینب "پھر اب مین اُنھین کیون یاد آنے لگی؟ ابھی تک تو مین رانڈ نہ تھی مگر اب ہوگئی۔ دل مین سوچتی تھی کہ ہزار کچھ ہو جب سب طرف سے عاجز آئین گے تو میرے پاس واپس آئین گے۔ اور آخر مین میرے ہی ہوکے رہین گے۔ مگر افسوس۔ ساری امیدین خاک مین مل گئین"

کریمن "مگر وہ دل کے صاف اور بہت اچھے ہین۔ لاکھ شادی کرلی ہے مگر جب آپ بُلائین گی تو سو کام چھوڑ کے دوڑے آئین گے"

زینب۔ (چمکا کے) "ہان آئین گے۔ اور میرے لیے ایک سوت اور سوت کا ایک لڑکا صوغات مین لائین گے۔ ہاے مین تو دونون جہان سے گئی نہ ادھر کی ہوئی نہ اُدھر کی" یہ کہہ کے زینب نے ڈوپٹے کے آنچل سے منھ ڈھنک لیا۔ اور رونے لگی۔ کریمن نے تھوڑی دیر رونے دیا۔ اور جب دیکھا کہ زینب نے اچھی طرح دل کی بھڑاس نکال لی ہے تو بولی "بی بی۔ اب آنسو پونچھ ڈالیے۔ اور میری راے یہ ہے کہ اُنھین آدمی بھیج کے بلوائیے۔ وہ آئین گے تو بگڑا ہوا گھر دو دن مین سدھر جائے گا۔ اور

سوت کا خیال نہ کیجیے - پہلی اور گھر کی اصلی مالک آپ ہی ہین - دوسری جو آئے گی چاہے کیسی ہی شریف اور کتنی ہی بڑی امیرزادی ہو آپ کی تابعدار ہو کے رہے گی"

زینب "کیا باتین کرتی ہو؟ اُنھین جوان جہان اور اولاد والی بی بی کا پاس و لحاظ ہوگا یا میرا؟ میری تو اب وہ بات بھی نہ پوچھین گے"

کریمن "مجال پڑی ہے کہ آپ کی بات نہ پوچھین؟ بُلانے سے پہلے ہی اس کی شرط ہو جائے گی"

زینب "اول تو وہ ایسی کوئی شرط منظور ہی نہ کرین گے - اور جو کسی دباؤ مین آ کے منظور بھی کر لین تو وہ پہلی بات کہان؟ پہلے وہ ہر بات مین میرے تابعدار رکھتے - مین اُنھین جس راہ چاہتی تھی چلاتی تھی۔ اور اب وہ اپنے سامنے میری کچھ ہستی تھوڑے ہی سمجھین گے؟ پہلے اُن کو خیال تھا کہ ساری دولت و عزت اور حرمت و آبرو میری وجہ سے ہے - اب کہین گے کہ تھین مین نے تباہ ہونے سے بچا لیا - ہاے - اب وہ پہلی بات نہین نصیب ہو سکتی"

کریمن "حضور ان باتون کو دل سے نکال ڈالین - اور اُنھین جتنی جلدی ہو سکے بلوائین ورنہ یہ لاکھ کا گھر تباہ ہو جائے گا - اور آپ کے بنائے کچھ نہ بنے گی"

زینب "دیکھا جائے گا - مین ذرا سوچ لون تو کہون - تم پرسون تک مجھ سے پھر ملنا"

کریمن سلام کر کے چلی گئی اور اُس کے جاتے ہی میان لچو پانچ سو روپیہ کی تھیلی ہاتھ مین لیے ہوئے آئے - روپیہ تھیلی سے نکال کے گنوائے - اور کہا "اور جو کام ہو بتاؤ - مجھے تم ہر بات مین اپنا غلام اور خیر خواہ پاؤ گی"

زینب "بھائی - میرے تو سارے بنے بنائے کام بگڑ گئے - اسی ایک سہارے پر جی رہی تھی کہ کسی نہ کسی دن دنیا کی ٹھوکرین کھا کے واپس آئین گے - اور گھر کے مالک بن کے بیٹھین گے - اب آج سُنا کہ وہ اختر پور مین موجود ہین - بہت ہی خوش ہین - بڑے مالدار ہین - لاکھون روپیہ

آدمی ہین - شہر مین اُن کی ٹکر کا کوئی رئیس نہین - حاکم تک اُن کا ادب کرتا ہے شادی بھی ہو گئی - اور اولاد والے ہین - یہ سنتے ہی میری رہی سہی آرزو بھی خاک مین مل گئی - ہائے مین بڑی بدنصیب ہون - گھر کی یہ حالت کہ تم نے پیر دیئے قرض لا دیے ہین تو نوکرون کو تنخواہ ملے گی - علاقے کی یہ حالت کہ تباہ ہو گیا - آدھی آمدنی بھی نہین باقی رہی - پھر خرابی یہ کہ علاقے پر اتنے قرضون کا بار ہے کہ بچنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے - فقط اس امید پر جی رہی تھی کہ وہ کبھی پھر آئین گے تو میرے دن پھرین گے اور سارا انتظام درست ہو جائے گا - اب وہ امید بھی خاک مین مل گئی "

لچھو " ہان صاحب یہ بڑے افسوس کی بات ہے - مین نے بھی اُن کے یہی حالات سُنے ہین - مگر تمھین کس سے معلوم ہو گئے ؟ جس کسی نے تم سے کہہ دیا بڑا ظلم کیا! تمھارے دل کو جتنا بڑا صدمہ ہو کم ہے - اور سچ تو یہ ہے کہ بھائی مولوی محمد عظیم نے یہ ایسی حرکت کی ہے کہ کوئی شریف نہ کرے گا ؟ تم سی محبت والی - شریف - پارسا - پاک دامن - دولت وحشمت اور عزت و آبرو والی بی بی کے ساتھ جو سلوک اُنھون نے کیا ہے کوئی نہ کرے گا "

زینب " بھائی میری ناؤ تو بیچ منجھدھار مین ڈوب گئی - اب تم ہی بتاؤ کہ مین کیا کرون "

لچھو " سنو صاحب - مین ان معاملون مین بہت ہی سخت اور آزاد واقع ہوا ہون - میری راے تمھین بھی پسند نہ آئے گی - میرے نزدیک تو ایسے آدمی کو گھر تک پھونک دینا چاہیے - جلا جلا کے مارے اور آہ نہ کرے "

زینب " اُنھین مین کیا جلاؤن گی ؟ اب اُنھین خدا ہی جلائے گا تو میرے کلیجے مین ٹھنڈک پڑے گی - میرا کیا بس ہے ؟"

لچھو " بس کیون نہین ؟ سب ہی کچھ بس ہے بشرطیکہ تم اپنا دل مضبوط کر لو"

زینب " آخر مین کیا کرون ؟"

لچھو " کل ہی اُن کے پاس پیام بھیجا جائے کہ تم نے پندرہ برس سے بی بی کی خبر نہین لی - اور اس کی زندگی خراب کرنے کے بعد تم دوسری شادی کر کے

عیش عشرت منا رہے ہو۔ لہذا گزشتہ پندرہ سال کا نان و نفقہ حسب حیثیت پانچ سو روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا کرو۔ اور آیندہ کی نسبت حقوق زوجیت کے ادا کرنے کا وعدہ کرو۔ ورنہ طلاق دو۔ دیکھو دم بھر میں سیدھے ــــــ"

زینب ۔(بگڑ کے) "ہے ہے! تم نے پھر طلاق کا نام لیا ۔ میں ایک دفعہ کہہ چکی ہون کہ اس لفظ کو میرے سامنے ہرگز زبان پر نہ لاؤ۔ مگر تم نہیں مانتے ۔ وہ برے ہون بھلے ہون جیسے ہون ۔ اور ظلم کرین ۔ ستائین ترسائین جو چاہین کرین مین انھین کی ہون اور انھین کے نام پر جیون گی"

لچو ۔(جھنجھلا کے) "تو یہی بے وقوفی اور کمزوری تم کو تباہ کرے گی ۔ طلاق نہ کوئی عیب ہے اور نہ کوئی چڑھ کی بات ہے جو اُس کا نام آتے ہی تم آپے سے باہر ہو جاتی ہو"

زینب "جو کچھ ہو مین اس لفظ کو تو نہین سُن سکتی"

لچو "اچھا تو خالی نان و نفقہ اور حقوق زوجیت دلا پانے ہی کی دھمکی دے دی جائے"

زینب "اس سے کیا ہو گا ؟ اچھا مین ذرا سوچ لون تو پھر کہون گی"

لچو نے اب اودھر اُدھر کی فضول باتین شروع کر دین۔ جن مین کچھ لگاوٹ بھی ۔ کچھ بہکانا تھا۔ کچھ دل بہلانا اور رجھانا تھا اور زینب چاہتی تھی کہ اب وہ اُٹھ کے اپنے گھر جائین ۔ گلوریون پر گلوریان بنا کے دیتی اور کہتی تھی کہ آج مجھے بہت سے کام ہین ۔ مگر وہ خیال نہ کرتے۔ آخر مجبور ہو کے زینب خود ہی اُٹھ کے چلی گئی ۔ اور چلتے وقت کہا "مین ذرا غور کر لون تو آپ کو پھر بلاؤن گی" زینب کے چلے جانے کے بعد لچو بھی ناکام نامراد اُٹھ کے اپنے گھر گئے

بارھوان باب

نیا فریب

لچو کے جاتے ہی زینب نے تمام نوکرون کی تنخواہ بیباق کی ۔ اندر باہر

سب ملازموں کو تھوڑا تھوڑا انعام دیا پھر کھانا کھایا - اور تنہا بیٹھ کے اپنے معاملات پر غور کرنے لگی - مگر ابھی کسی نتیجہ کو نہین پہونچی تھی کہ دو پہر ہو گئی اور بلاقی شاہ اور میان ہدو آ پہونچے - اور ہدو نے آتے ہی کہا " بہن خیریت تو ہے ؟ مجھے کیون بلایا تھا ؟ "

زینب " آپ دونون صاحبون کی بے توجہی سے مین بالکل تباہ ہو گئی - اور روز بروز تباہ ہوتی جاتی ہون - آج صبح کو معلوم ہوا کہ ڈیوڑھی کے سارے نوکرون نے کام چھوڑ دیا - دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ چھ مہینے سے اُنھین تنخواہ نہین ملی "

بلاقی شاہ - (برہمی کے ساتھ) " اسی لیے مین اس کام کو اپنے ہاتھ مین نہین لیتا تھا - (ہدو کی طرف نیلی پیلی آنکھون سے دیکھ کے) تم نے اور بچو نے مجبور کر کے مجھے اس آفت مین پھنسا دیا - آمدنی ہو تو دون ؟ خرچ تمھارا حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہے - علاقہ کی آمدنی قحط اور آفتون کی وجہ سے گھٹتی ہی جاتی ہے - قرض سے اتنے دنون تک کام چلتا رہا - اب تم بھی نئی دستاویز پر دستخط کرنے مین تامل کرتی ہو - پھر تم ہی بتاؤ کہ مین کیا کرون ؟ "

زینب " یہی علاقہ پہلے بھی تھا - اور یہی خرچ پہلے بھی تھے - بلکہ پہلے گھر کا خرچ بڑھا ہوا تھا - آخر وہ کون سی نئی آفت اُٹھ کھڑی ہوئی کہ پہلے تو ہزارون روپیہ سال کی بچت ہوتی تھی اور اب اندر باہر سب فاقہ کر رہے ہین - اور قرض بڑھتا ہی جاتا ہے ؟ "

بلاقی شاہ " مین کچھ نہین جانتا - تم نے خود ہی کہہ دیا تھا کہ کوئی کام بے ہدو سے پوچھے نہ کرنا - یہی مین کرتا رہا - بے ان سے مشورہ کیے کوئی کام کیا ہو تو گنہگار - جو کچھ پوچھنا ہو ان سے پوچھو - یہی جواب دین گے "

ہدو " بہن ان دنون ایسے خرچ پڑتے گئے کہ بیچارے شاہ صاحب مجبور تھے - اول تو اکثر بارش نہ ہوئی یا ہوئی تو وقت پر نہ ہوئی - دوسرے رعایا نے جو سُنا کہ مولوی صاحب چلے گئے ہین - اور نئے منتظم مقرر ہوئے ہین تو روپیہ دینے مین طرح طرح کے جھگڑے نکالے - اور اُن کے مطیع بنانے کے لیے

سیکڑون مقدمے دائر کرنا پڑے - اور تم جانتی ہو کہ عدالت مین کس قدر خرچ پڑتا ہے "

زینب "جو کچھ ہے مین تباہ ہو گئی "

بلاقی شاہ " وہ تم تباہ ہو یا کچھ ہو اُس مین میرا قصور نہین ہے - اور تم کو میرے ہاتھ مین علاقہ رکھنا منظور نہ ہو تو مین اسی وقت چھوڑے دیتا ہون - کسی اور کو مقرر کر لو "

بدو " آپ سے اچھا آدمی کون مل سکتا ہے ؟ اور بہن زینب کو آپ پر اعتبار نہ ہوگا تو کس پر ہوگا ؟"

بلاقی شاہ " اِن کی باتون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِن کو میرا اعتبار نہین "

زینب " اعتبار کیون نہین ہے ؟ لیکن اس بات کا تو اطمینان ہونا چاہیے کہ اس آمدنی مین آیندہ کام چل سکے گا یا نہین ؟"

بلاقی شاہ " کام کیون نہ چل سکے گا ؟ اگر فصل اچھی ہوتی رہی اور تم نے بھی فضول خرچیون سے ہاتھ روکا تو بے شک کام چل جائے گا "

زینب " آخر معلوم تو ہو کہ مین کون سی فضول خرچی کرتی ہون ؟"

بلاقی شاہ " اندر بیسیون عورتین بیکار بھری ہوئی ہین - اور پھر تم ہر آنے جانے والے کے ساتھ جا و بیجا سلوک کرتی رہتی ہو - سیکڑون روپے اِس دینے دلانے مین اُٹھ جاتے ہین "

زینب " مین نے تو اب بالکل ہاتھ روک لیا ہے - جتنا پہلے دیا کرتی تھی اس کا آدھا بھی اب نہین دیتی - رہین یہ عورتین جو میرے ساتھ ہین ان کو مین نکال دون تو کہان جائین گی ؟ ان کو مین ہرگز نہین جدا کر سکتی "

بدو " بہن یہ مطلب نہین ہے کہ اِن کو نکال دو - شاہ صاحب فقط اتنا چاہتے ہین کہ ان کا جو کچھ مقرر ہے اُس کے سوا اور کچھ نہ دیا جائے "

زینب " اس کا جہان تک بنے گا خیال رکھون گی "

بدو " تو پھر شاہ صاحب کام چلا لے جائین گے - مگر انتظام درست کرنے کے لیے ابھی تھوڑا بہت قرض لینے کی اور ضرورت پڑے گی -

بغیر قرض لیے اصلاح نہین ہو سکتی"

بُلاقی شاہ "قرض کون دے گا؟ جن لوگون کا قرض ہے وہ اپنے پہلے ہی روپیے کا تقاضا کر رہے ہین۔ اور کیون دینے لگے تھے؟ زیادہ تر قرض خود تم سے لیا گیا ہے۔ اگر ایک دس ہزار روپیہ تم ادا کر دو تو سب کام چل جائے"

بدو "میرے پاس تو آج کل بالکل روپیہ نہین ہے۔ اب کی سال رعایا سے کچھ وصول نہین ہوا۔ اور جو کچھ پاس تھا سرکاری مالگزاری ادا کرنے مین صرف ہو گیا۔ مین تو ایک پیسہ نہین دے سکتا"

بُلاقی شاہ "پھر کیا کیا جائے؟"

بدو "میری رائے تو یہ ہے کہ علاقے کے اچھے اچھے گاؤن رکھ لیے جائین اور جو گاؤن دور یا سلسلہ سے باہر واقع ہون اُن کو فروخت کر کے پہلا قرض بھی ادا کر دیجیے اور آیندہ کا انتظام بھی درست کیجیے"

بُلاقی شاہ "اچھے کچھ گاؤن تو بے اِن کو خبر کیے مین پہلے ہی فروخت کر چکا ہون اور نہ فروخت کرتا تو کیا کرتا؟ بغیر اس کے کام چل ہی نہ سکتا تھا"

زینب۔ (چونک کے) "مجھے بے خبر کیے بیچ ڈالے! بغیر میرے لکھے پڑھے وہ بک کیونکر گئے؟"

بُلاقی شاہ "مین سمجھا کہ تمھین ملال ہو گا اس لیے تمھین خبر نہین کی۔ قرض کا بہانہ کر کے تم سے بیعنامے پر دستخط کرا لیے۔ اور دل مین کہا جب کبھی موقع ہو گا اور تم خوش ہو گی خبر کر دون گا۔ مین اس وقت بھی نہ کہتا مگر تمھین نے مجبور کر کے کہلایا ہے"

بدو "وہ تو جو ہوا سو ہوا۔ اب اُس کا ذکر ہی کیا ہے؟ یہ بتایئے کہ اب کتنا علاقہ جدا کرنے مین انتظام درست ہو جائے گا؟"

بُلاقی شاہ "جتنا علاقہ اب موجود ہے اُس کا آدھے سے کچھ زیادہ بیچنا پڑے گا"

بدو "تب تو کچھ زیادہ نہین ہے۔ مین سمجھا تھا روپیہ مین بارہ آنے سے زیادہ کا علاقہ فروخت کرنا پڑے گا۔ آدھے علاقہ کا بکنا تو انھین معلوم بھی نہ ہو گا

جس امیری اور عزت و آبرو سے بسر کر رہی ہین ایسے ہی بسر کرتی رہین گی -
آپ فوراً بیچ ڈالیے "
زینب "بھائی تم کہتے کیا ہو؟ اس پورے مین تو یہ حال ہے کہ آج زیور
گرو رکھ کے مین نے نوکرون کی تنخواہ دی ہے۔ آدھے سے زیادہ ریاست
بک گئی تو کیا حال ہو گا؟"
ہدو " یہ تو بدنظمی کی وجہ سے ہوا۔ اور جب انتظام درست ہو جائے گا تو پھر
ایسی خرابیان تھوڑے ہی پیدا ہون گی؟"
زینب " وہ چاہے کچھ ہو مین اپنے گاؤن تو نہ بیچنے دون گی "
بلاقی شاہ " تو پھر مجھ سے انتظام نہ ہو سکے گا "
یہ خشک جواب سُن کے زینب زار و قطار رونے لگی - اور جب کچھ دیر تک
رو چکی تو کہنے لگی " افسوس! مین کہین کی نہ رہی - ہر طرف سے خرابی ہی خرابی
نظر آتی ہے - ہائے! میری قسمت پھوٹ گئی - امید لگی ہوئی تھی کہ کبھی تو وہ
(شوہر) آئین گے - اب اُدھر سے بھی آس ٹوٹ گئی - معلوم ہوا کہ بڑے مزے
مین ہین - مال و دولت والے ہین - حکومت اور عزت رکھتے ہین - اور قیامت
یہ ہے کہ پٹھانون مین شادی کر لی ہے - اور خدا نے اولاد بھی دی ہے - اب
بھلا اِدھر وہ جھانک کے کیون دیکھنے لگے تھے؟ جب یہ سُنا ہے دو صورتین
میرے خیال مین آتی ہین - یا تو اُن پر نان و نفقہ اور حقوق زوجیت کا دعویٰ
کر دون - اور یا فوراً اُن کو بُلوا بھیجون - اور ہاتھ جوڑ کے کہون مین ہی قصوروار
تھی - اب میرا قصور معاف کرو - اور مجھے تباہی سے بچاؤ "
یہ سنتے ہی بلاقی شاہ اور ہدو دونون کا چہرہ اُتر گیا - دل مین خیال کیا
کہ یہ دونون باتین ہمارے لیے بُری ہین - مقدمہ ہوا تو وہ چھوٹتے ہی ہم سے
حساب طلب کرائین گے - اور آگئے تب تو قیامت ہی ہو جائے گی ہماری
ساری کارستانیان کھل جائین گی - اور اُن کی دولت مندی و حکومت
کی وجہ سے اُن کے مقابل مین ہماری ایک نہ چلے گی - مگر ان اندیشون کو
دل ہی دل مین چھپا کے ہدو نے کہا "بہن تمھین اُن کا حال کیونکر معلوم ہوا؟

میں نے بھی اُڑتی سی خبر سُنی تھی مگر یقین نہیں آیا۔ تمھیں گھر کے اندر بیٹھے بیٹھے اس کی خبر کیونکر ہو گئی ؟"

زینب "کسی نہ کسی طرح معلوم ہو ہی گیا۔ بھائی بدّو۔ تم سے اُن سے ملاقات ہے۔ اُن کے معتقد بھی بنے ہوئے تھے۔ تم ہی جا کے لے آؤ تو بڑا کام ہو۔ اب بغیر اُن کے آئے میں تباہی سے نہیں بچ سکتی ؟"

بلاقی شاہ "تمھیں بلاتی ہو تو میں جاتا ہوں۔ مجھ سے محمد عظیم سے ایک گھڑی بھر بھی نہ نبھے گی۔ وہ ٹھہرے ریاکار اور میں سیدھا سادہ فقیر ہوں۔"

بدّو "آپ اب کہاں جا سکتے ہیں۔ (زینب سے) بہن۔ میں جانے کو تو اُن کے پاس چلا جاؤں۔ مگر تم کیا سمجھتی ہو؟ وہ چلے آئیں گے ؟ اول تو وہ تمھارا نام سنتے ہی دو ہزار گالیاں دیں گے۔ اور فرض کرو کہ میں نے اُن کو آنے پر راضی بھی کر لیا تو وہ اپنی نئی چاہیتی بی بی اور لاڈلے بیٹے کو ساتھ لائیں گے۔ وہ نئی بی بی آتے ہی گھر کی مالک بن جائے گی۔ اور تم اُس کی لونڈی ہو گی۔ آتے ہی تم پر وہ کڑی حکومت شروع کر دے گی۔ اور بات بات میں ایسا ذلیل کرے گی کہ تم زندگی سے پناہ مانگنے لگو گی "

زینب "آخر وہ کچھ انصاف بھی کریں گے ؟ یا فقط میرے پیچھے ہی پڑ جائیں گے ؟ اور جو ایسا ہو ابھی تو بستی کے سارے بھائی بند میرا ساتھ دیں گے ؟"

بدّو "جی کوئی دم تو مارے گا نہیں۔ اسی لیے تو اُنھوں نے پٹھانوں میں شادی کی ہے۔ پٹھان جیسے شورہ پشت ہوتے ہیں ظاہر ہے۔ پچاس لٹھ بند پٹھان آ کے تمھاری ڈیوڑھی پر بیٹھ گئے تو پھر کس کی مجال ہو گی کہ تمھارے مکان کا رُخ بھی کرے ؟ اُس وقت نہ لچو آئیں گے نہ گیو آئیں گے۔ اور نہ پرندہ پاس پھٹکے گا "

بلاقی شاہ "میں نے تو جب سے یہ حال سُنا ہے کہ محمد عظیم مالدار ہو گئے اور پٹھانوں میں عزیزداری پیدا کی ہے ایک ہول سی ہو گئی ہے۔ مجھ سے بہت ہی جلے ہوئے ہیں کوئی جھگڑا اُٹھا کے کھڑا کر دیں گے تو میں کیا کروں گا ؟"

زینب "لیکن جب کوئی اور صورت مجھے اپنی ریاست کے بچنے کی

نہ نظر آئے گی تو کیا کروں گی؟ آپ سے آپ انھیں بلانا پڑے گا۔"

بلاقی شاہ "تو میں ابھی سے خدا حافظ کہتا ہوں۔ ایک دفعہ مجھے مار ہی چکے ہیں اب کی تو اس قدر چلے ہوئے ہیں کہ جیتا مار تے بلکہ بدنام کر دیں گے۔"

بدو "آپ اس قدر ڈرتے کیوں ہیں؟ خدا نے ہمیں ہاتھ نہیں دیے ہیں؟ ایک دفعہ مروت کر گئے۔ اب یہ ٹھوڑا ہی ممکن ہے کہ کوئی آپ پر ہاتھ اٹھائے؟ ابھی اُس کی جان ایک کر دیں۔ (زینب سے) لیکن بہن اُنھیں بلانا ہے تو پہلے ایک کام کرو۔"

زینب "جو کہو کرنے کو موجود ہوں۔"

بدو "شاہ صاحب سے کہو کہ اپنے عمل کے زور سے اُن کے بیٹے اور بی بی کا کام تمام کر دیں۔ اور ان کے لیے یہ مشکل نہیں ہے۔ اگر ایک چلہ بھر اُنھوں نے محنت گوارا کر لی تو پھر نہ اُن کی بی بی ہو گی۔ نہ وہ لڑکا ہو گا۔ اکیلے رہ جائیں گے اور سیدھی طرح گھر میں چلے آئیں گے۔ اُس وقت ان کے آنے میں کوئی مضائقہ نہ ہو گا۔"

زینب "یہی ہوتا تو پھر کیا تھا؟ مگر شاہ صاحب میرے لیے اتنی مشقت کیوں گوارا کرنے لگے تھے؟"

بلاقی شاہ "محنت گوارا کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میرا کام ہی کیا ہے؟ مگر اس میں خرچ زیادہ ہے۔ بلا ناغہ سات پڑانے اُلوؤں اور اٹھارہ چمگادڑوں کا خون اور چھپن گیدڑوں کے کلے درکار ہوتے ہیں اور ہر چوتھے روز ایک زکوٰۃ دینا پڑتی ہے جس میں پانچ تولہ سونا، پچیس تولہ چاندی۔ ایک تولہ یاقوت اور چھ ماشہ موتی صرف ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک امیر کے لیے میں نے یہ عمل پڑھا تھا۔ بس دو چلوں میں اُس کے دشمن دنیا سے ناپید ہو گئے۔ اس عمل کی میعاد پانچ چلوں تک کی ہے۔ اگرچہ کبھی پہلے ہی چلہ میں کام تمام ہو جاتا ہے لیکن پانچ چلوں میں مطلب بے پورا ہوئے نہیں رہتا۔"

زینب "اگر یہ حکمی عمل ہے تو مین جو کیسے خرچ کرنے کو تیا رہون ۔ بھلا اس مین کس قدر خرچ ہوگا ؟ آج کل مین مصیبت مین ہون جہان تک بے کفایت سے کام چلایئے تو بڑا احسان ہو"

بلاقی شاہ "یہ عمل تو بادشاہون اور دولت مندون کے لیے ہے ۔ اگلے عاملون نے لاکھون روپیہ صرف کرڈالے ہین ۔ لیکن مین جہان تک بنے گا کفایت اختیار کرون گا ۔ اور کوئی بارہ ہزار روپیہ مین ہوجائے گا"

زینب "بارہ ہزار روپیہ خرچ کرڈالنا کوئی بڑی بات نہ تھی ۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ بارہ ہزار کیسے دس ہزار بھی قرض نہین مل سکتے ۔ بھائی ہدو ۔ تم نے ہمیشہ میری مدد کی ہے اگر تم کوشش کروگے تو مجھے بارہ ہزار روپئے اس ضروری کام کے لیے مل ہی جائین گے"

ہدو "میرے پاس ہوتے تو قربان کیے تھے ؟ بھلا تم مانگتین اور مین نہ دیتا ؟ مگر یہ بھی وقت کی بات ہے کہ بالکل تنگدست ہورہا ہون"

زینب "تو اور کسی سے لے دو"

ہدو "یہ ممکن ہے مگر تم کو اپنا سارا علاقہ رہن رکھنا پڑے گا"

زینب "مجبوراً اسے بھی منظور کرون گی ۔ اور خدا کو منظور ہے تو بہت جلدی چھڑالون گی ۔ ورنہ جو تقدیر مین ہو"

ہدو "نہین کوئی پریشان ہونے کی بات نہین ہے ۔ بلاقی شاہ اگر اتنا روپیہ خرچ کرین گے تو اسی علاقے سے وصول کرکے ادا بھی کردین گے"

زینب کے منظور کرتے ہی رہن نامہ کا مسودہ بھی تیار ہوگیا ۔ وکیل فیس اور رشوت دے کے اُسی دن رجسٹرار بلائے گئے اور دستاویز مکمل ہو گئی ۔ ہدو نے قرض خود ہی دیا ۔ ظاہر مین اپنے ایک دوست کے نام سے دلوایا ۔ مگر اصل مین دستاویز اُنھین کے نام سے لکھی گئی ۔ جس پر زینب نے آنکھین بند کرکے انگوٹھے کے نشان چھاپ دیے ۔ اور اپنی نشانی بنا دی ۔ اور چونکہ زوال ماہ کا زمانہ تھا اس لیے بعد دو اے منگل سے بلاقی شاہ نے عمل شروع کردیا ۔

تیرھوان باب

عمل کا زور

دنیا مین انسان کو جہالت جس قدر آسانی سے اطمینان دلادیتی ہے علم ہرگز نہین دلاسکتا۔ اور اسی کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ لوگون کو اکثر ضعیف الاعتقادی کے اوہام اور بے سروپا خیالات سے جس قدر جلد تسلی ہو جاتی ہے اور کسی طرح نہین ہو سکتی۔ بھلا اور کوئی قوت اس وقت زینب کی سی برگشتہ بخت اور پریشان حال و یاس نصیب عورت کو تسلی دے سکتی تھی؟ ہرگز نہین۔ کریمن اور پچو کا سب کیا کرایا پیچھے پڑ گیا۔ اور زینب خوش ہے کہ مہینہ ہی دو مہینہ مین نہ مولوی محمد عظیم کی نئی بی بی زینت النسا دنیا مین زندہ موجود ہو گی اور نہ اُن کا لاڈلا بیٹا سید خلیل۔ بلاقی شاہ عمل پڑھ رہا ہے۔ اور ان اوہام مین مبتلا ہو کے زینب کو بالکل نہین یاد رہا کہ میری ریاست کا انتظام درست کرنے کے لیے دس ہزار روپیہ کی ضرورت تھی۔ اور بغیر اُس کی اصلاح کے بہبود کی کوئی صورت نہ تھی۔ یا اس وہم مین پڑ کے بعوض کسی قسم کی اصلاح کے عمل پڑھوانے کے لیے بارہ ہزار اور قرض لے کے سارا علاقہ ہاتھ سے کھو دیا۔ اپنے لیے ایک کی جگہ وہ چند مشکلات پیدا کر لیے۔ مگر نہ کسی قسم کی تشویش ہے۔ نہ پریشانی ہے۔ نہ گھبراہٹ ہے۔ نہ اندیشہ ہے۔ کیا کوئی خیر اندیش مشیر کسی ذی ہوش شخص کو اس طرح اور اتنی آسانی سے مطمئن کر سکتا تھا؟ یا یون دو اڑھائی دن مین اُس کی حسرت و یاس امید و آرزو سے بدل سکتی تھی؟ ہرگز نہین۔

اب وہ دل مین خوش ہے۔ مطمئن ہے۔ اور دن گن رہی ہے کہ کس دن اُس کی سوت کے مرنے کی خبر آئے گی۔ اور کس دن اُس کا سوتیلا بیٹا پیارا خلیل دنیا مین نہ ہوگا۔ یہی شرمناک و حشیانہ انتظار تھا کہ اور عمل شروع ہوئے مہینہ ہی بھر گزرا تھا کہ ایک دن شام کو بلاقی شاہ نے اکے دعوے اور زور و شور کے ساتھ کہا۔ "دیکھا تم نے میرے عمل کا اثر؟

زینب "کیا؟ میں نے تو کچھ نہیں سنا"

بلاقی شاہ "تمھاری سوت کا بیٹا پرسوں بیٹھے بیٹھے گرا اور تڑپ کر مر گیا"

زینب۔ (پکار کے) "گلشن جلدی سے پانچ روپیہ کی مٹھائی تو منگوا"۔ پھر شاہ صاحب سے کہا "اب کی تو پہلے چلّے کے اندر ہی آپ نے میرے دشمن کا چراغ گل کر دیا۔ میرا کلیجہ ٹھنڈا تو اُس دن ہوگا جس دن موئی سوت کا جنازہ اُٹھے گا"

بلاقی شاہ "یہ بھی دیکھ لینا۔ کچھ دور نہیں ہے"

زینب "حضرت۔ آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی۔ مجھے آپ نے مرنے سے جلا لیا"

اب گلشن مٹھائی لے کے آئی جس کی ٹوکری بلاقی شاہ کی طرف بڑھا کے زینب نے کہا "اس پر شکرانے کی نذر کر دیجیے" شاہ جی نے نذر دی۔ کوئی چوتھائی مٹھائی اپنے حصہ کے نام سے نکال کے رومال میں باندھی۔ اور باقی کو زینب نے گھر بھر میں تقسیم کر دیا۔

شاہ صاحب یہ مژدہ سُنا کے چلے گئے۔ اور زینب پہلے سے زیادہ مطمئن تھی۔ اُسے یقین کامل تھا کہ آج ہی کل میں میری دوسری تمنا بھی پوری ہو جائے گی۔

کریمن سے زینب نے اپنے شوہر کے بلوانے کے بارے میں دو ہی تین دن بعد اپنی رائے ظاہر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب کریمن اُس کے بعد چھ سات روز تک بار بار گئی اور دیکھا کہ زینب اُس کا ذکر ہی نہیں کرتی تو دل میں سوچنے لگی کہ بی بی اب کس فکر اور کن خیالوں میں رہتی۔ جب اُسے اس کا کچھ پتہ نہ لگا تو چچی سے مل کے کہا "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں پھر کوئی فکر ہو گیا۔ مگر مجھے اُس کا بالکل پتہ نہ لگ سکا کہ کیا ہے۔ یا تو بہت ہی پریشان تھیں۔ اکیلے میں بیٹھ بیٹھ کے روتی تھیں۔ اپنے میاں کے بلوانے پر آمادہ نظر آتی تھیں۔ اور مجھ سے کہا تھا کہ دو تین دن بعد بتاؤں گی کہ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیے۔ یا اب جیسے کبھی اس کا ذکر ہی نہیں آیا

اور تعجب یہ ہے کہ میں اُنھیں بشاش اور بہت ہی خوش پاتی ہوں"

• پچو یہ سُن کے کچھ دیر تک دل میں غور کرتے رہے پھر کہا" اچھا میں اس کا پتہ لگاؤں گا۔ تم کل مجھ سے ملنا" کہ میں کے جانے کے بعد پچو پہلے تو بہت خیال آرائیاں کرتے رہے۔ پھر ہو اور بُلاقی شاہ کو باتوں باتوں میں ٹٹولا۔ مگر اُنھوں نے بھی کچھ نہ بتایا۔ تب اُنھوں نے گلشن کو کچھ روپیہ دے کے گانٹھا۔ اُس نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اور کہا" بُلاقی شاہ چلہ کھینچ رہے ہیں۔ وعدہ کیا ہے کہ چند روز کے اندر مولوی محمد عظیم کی دوسری بی بی اور بیٹے کا کام تمام کر دیں گے۔ یہ کام ہو جانے کے بعد مناسب ہوگا تو اُن کو یہاں بُلایا جائے گا"

یہ سنتے ہی پچو کو اپنے پُرانے رفیقوں کی بیوفائی پر بڑا غصہ آیا۔ دل میں کہا" ان دونوں نے زینب کو بگاڑ بگاڑ کے حد سے زیادہ فائدہ اُٹھایا۔ مفلس قلاّش سے دولت مند اور لاکھوں روپیہ کے آدمی بن گئے۔ اور مجھے ہمیشہ چھپاروں میں رکھا۔ اب یہاں تک نوبت پہونچی کہ مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کے پھینک دیا۔ میں نے کہا تھا مجھے روپیہ پیسہ کی زیادہ پروا نہیں۔ میں تو زینب کی صورت کا عاشق ہوں۔ جائداد اور روپیہ آپ لیجیے اور خود اُسے میرا بنا دیجیے۔ بُلاقی شاہ اس رنگ پر کچھ آیا بھی تھا۔ اُس سے ایک دن کے کہتے ہی درمیان سے پردہ اُٹھ گیا۔ اور میری پری جمال معشوقہ میرے سامنے آنے لگی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے ہو نے اپنی بدنفسی سے اُسے روک دیا۔ یہ بے ایمان دل میں سمجھا ہوگا کہ اگر اس سے زینب سے تعلق ہو گیا تو سارے گھر بار کا مالک بھی یہی شخص ہو جائے گا۔ بس اس خیال سے اُس نے بُلاقی شاہ کو بہکایا۔ اور اب دونوں کو مجھ سے جیسے کبھی مطلب ہی نہ تھا۔ خیر دیکھا جائے گا۔ کبھی تو سمجھوں گا۔ لیکن یہ تو نہ ہوگا کہ یہ اپنی آرزوئیں پوری کر کے مزے اُڑائیں اور میں محروم رہ جاؤں۔ میں تو نامراد اور محروم القسمت ہی ہوں مگر اُن کو بھی کامیاب نہ ہونے دوں گا۔ ایسا جھگڑا پیدا کیا ہو کہ یہ بھی یاد کریں۔ اور بند بند

نہ پھرین تو میرا نام بچو نہین - مین بھی اول درجہ کا لچا ہون - شریعت کا کام بھی یہ ہے کہ شریف کے ساتھ شریف اور لچے کے ساتھ لچا بن جائے"

اس قسم کے خیالات مین کئی دن تک غلطان پیچان رہے - اور آخر کرمین کو بلا کے کہا " مین نے سب باتون کا پتہ لگا لیا "

کرمین " آپ کو کیا پتہ لگا؟ بتایئے کہ بی بی زینب کو کس بات کا اطمینان ہے "

میان بچو نے بلاقی شاہ کا سارا فریب بیان کرکے کہا " تم دیکھتی ہو کہ ایک شریف خاندان والی عورت کو یہ لوگ کس طرح دھوکا دے کے تباہ کر رہے ہین ؟"

کرمین " ہان میان مین تو سُن کے کانپ گئی - خدا بچائے ایسے عزیزون سے اور ایسی خوفناک محبت سے - کوئی یون ہاتھ دھو کے پیچھے نہین پڑ جاتا "

بچو " کرمین ہمارا فرض ہے کہ اس نازک وقت مین زینب کی مدد کرین اور اُنھین اس آفت سے بچائین "

کرمین " ہان میان بڑا ثواب ہوگا "

بچو " تو پھر تم ہی بتاؤ کہ ہمین کیا کرنا چاہیے ؟"

کرمین " مین عورت ذات بھلا کیا بتا سکتی ہون ؟ آپ ہی سوچیے مجھ سے جو کہیے گا کرنے کو موجود ہو جاؤن گی "

بچو " تو میری راے ہے کہ ہم بھا بھا کے مولوی محمد عظیم کو لائین اور ان لوگون کی حالت دکھا دین - وہ آتے ہی سب باتون کا انتظام کر لین گے - اور ہم جواب اُن کا ساتھ دین گے تو اُن کے آگے کسی کی نہ چلے گی - اس کے علاوہ ساری بستی بلاقی شاہ اور بدرو کو پہچان گئی ہے - اور سب بھائی بند ان دونون سے جلے ہوئے ہین - مولوی صاحب کے آتے ہی ان کا فریب کھل جائے گا - اور سب ان کے دشمن ہو جائین گے "

کرمین " بے شک تدبیر تو اچھی ہے - مگر میان میرے لائے وہ

نہ آئیں گے۔ میری حقیقت ہی کیا ہے جو کوئی میرے کہنے کا اعتبار کرے گا؟"

بچو:- میں خود جاؤں گا۔ مگر تم اتنا کرو کہ یہاں کے حالات دریافت کرکے مجھے روزروز کی خبر دیتی رہو۔ ہماری تمھاری تجویز بالکل راز رہے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ تم یہاں ٹھہر کے فقط زینب کی نگرانی کرتی رہو۔ اور جب پتہ لگے کہ اُنھیں کوئی نیا فریب دیا گیا ہے۔ یا اُن کی ریاست کو اور کوئی نقصان پہونچنے والا ہے تو میرے آدمی کلو کو بتادو۔ وہ مجھے جہاں میں کہیں ہوں خبر کردیا کرے گا۔"

کریمن:- یہ کام میں کروں گی۔ روز بی بی زینب کے گھر جاؤں گی۔ اور آپ کو روز روز کی خبر دوں گی۔"

بچو:- میں تمھیں گلشن سے بھی ملادوں گا۔ اُسے میں کبھی کبھی دو چار روپیہ دے دیا کرتا ہوں۔ اور وہ مجھ سے ملی ہوئی ہے۔ آیندہ اُسے جو کچھ دوں گا تمھارے ہاتھ سے دلواؤں گا۔ وہ تم کو ساری باتیں بتادیا کرے گی۔"

کریمن نے اس خدمت کو خوشی سے قبول کیا۔ میاں بچو نے دوسرے ہی دن گلشن کو بُلا کے دس روپیہ دیے۔ بہت کچھ سازباز کی باتیں کیں۔ اس کے بعد اُسے کریمن سے ملایا۔ اور تاکید کردی کہ تمھیں جو نئی بات معلوم ہو ان کو بتادیا کرو تاکہ مجھے فوراً پہونچ جایے۔ میں دس پندرہ دن کے لیے سفر پر جانے والا ہوں۔ مگر ایسا انتظام کیے جاتا ہوں کہ یہاں جو کچھ واقعات پیش آیا کریں مجھے اُن کی خبر ہوجایا کرے۔"

گلشن:- اے کل کا حال آپ نے نہیں سُنا؟"

بچو:- کیا؟ کیا کوئی سی بات پیش آئی؟"

گلشن:- کل بلاقی شاہ نے آکے خبر دی کہ میاں کا بیٹا سید خلیل بیٹھے بیٹھے یک بیک مرگیا۔"

بچو:- بڑا غضب ہوا۔ خیر اب تم وعدہ کرو کہ یونہیں روز نئی خبریں کریمن کو بتادیا کروگی۔"

گلشن " میرا کیا ہرج ہے بتا دیا کروں گی"
گلشن یہ وعدہ کر کے اپنے گھر گئی - اور دوسرے ہی دن میاں بچو چھی پور سے روانہ ہو کے اختر پور پہونچے - اور سرائیں اتر پڑے - چونکہ شہر بڑا تھا اور اُس میں سیکڑوں رئیس پڑے ہوئے تھے اس لیے تین چار روز میں اُنھیں مولوی محمد عظیم کا پتہ لگا جو میاں سید مظلوم کے نام سے مشہور تھے - چونکہ مولوی محمد عظیم سے اُنھیں نے سب سے زیادہ بدزبانی اور بدسلوکی کی تھی اس لیے کسی طرح سامنے جانے اور ملنے کی جرأت نہ ہوتی تھی - یہ بھی خیال تھا کہ جب مجھے وہ اس قدر بُرا سمجھتے ہیں تو میری بات کا اعتبار کیوں کرنے لگے ؟ اسی پس و پیش اور تردد میں اُن کے مکان کے آس پاس چکر لگانے لگے - نوکروں سے ملاقات پیدا کر کے یوسف خاں کو پہچان لیا - مولوی صاحب کے پیارے بچے سید خلیل کو دیکھا - اور دل میں سخت متحیر ہوئے کہ اس غریب کے مرنے کی خبر وہاں پہونچائی گئی ہے - آخر جی کڑا کر کے پانچویں دن علی الصباح میاں بچو سید مظلوم کے ملنے کو گئے - اور چونکہ وہ اس وقت علاقے کے کاغذات دیکھ رہے تھے اور یوسف خاں کے علاقے کے ملازمین کے سوا اور کسی طرف توجہ نہ کرتے تھے ایک کونے میں خاموش بیٹھے رہے - جب سب لوگ اپنے کاروبار سے فارغ ہو کے چلے گئے اور اکیلے بچو رہ گئے تھے تو مولوی صاحب نے اُن کی طرف دیکھ کے پوچھا " جناب کس ضرورت سے تشریف لائے ہیں ؟"

بچو " میں ایک نہایت ہی شدید ضرورت سے حاضر ہوا ہوں"

مولوی صاحب " جناب کا اسم شریف ؟"

بچو " خاکسار کو لطیف الدین کہتے ہیں - مدت سے اشتیاق تھا - آج ملازمت نصیب ہوئی ہے"

مولوی صاحب " میں آپ کی عنایت کا شکرگزار ہوں - جو کام ہو ارشاد فرمائیے میں اُس کے بجا لانے کو بسر و چشم حاضر ہوں"

بچو " میری پہلی التجا تو یہ ہے کہ حضور میرا قصور معاف فرما دیں"

مولانا " آپ کا قصور ! آپ نے میرا کوئی قصور نہیں کیا ہے جو معاف کروں"

بچو:" نہین - مجھ سے بہت بڑا قصور سرزد ہوا ہے - اور اسی لیے حاضر ہوا ہون کہ آپ سے معاف کراؤن "

مولانا:" مین جب تک اُس قصور کو نہ سنون کیونکر معاف کر سکتا ہون ؟"

بچو:" تو وعدہ فرما لیجیے کہ آپ معاف فرما دین گے پھر مین اپنا قصور بتاؤن گا"

مولانا - (دیر تک سوچ کے) "جناب مین اس کا وعدہ بھی نہین کر سکتا - آپ صاف صاف فرما دین کہ وہ کون سا قصور ہے - اور مین وعدہ کرتا ہون کہ جہان تک ممکن ہو گا معاف کر دون گا"

بچو:" مین نے ایک مرتبہ جناب کی خدمت مین سخت گستاخی کی ہے "

مولانا - (غور کر کے) "مین نے ابھی تک آپ کو پہچانا ہی نہین - پہلے یہ فرمایئے کہ آپ مجھے کہان ملے تھے ؟ اور کب کہان اور کون سا قصور کیا تھا ؟"

بچو:" بے شک آپ نے نہ پہچانا ہو گا - مدت ہو گئی - مین بچھی پور کا بچو ہون"

یہ سنتے ہی مولانا کا چہرہ بدل گیا - دریافت کا شوق اور حیرت برہمی و برافروختگی سے بدل گئی - اور نہایت متانت سے کہا:" مین بچھی پور کے لوگون سے ملنے کے قابل نہین ہون - مین نے اپنا نام بدل دیا - وضع بدل دی - معاشرت بدل دی - اور کوئی ایسی چیز اپنے گرد و پیش نہین باقی رکھی جو اُس منحوس اور نالائق بستی کو یاد دلائے - اور ہمیشہ یہی آرزو رہتی ہے کہ وہان کے کسی آدمی کو پھر اس دنیا مین نہ دیکھون - آپ سمجھین کہ محمد عظیم جو پندرہ سولہ برس ہوئے بچھی پور سے منھ چھپا کے بھاگا تھا مر گیا "

بچو:" آپ کا غیظ و غضب اور آپ کی برہمی و ناراضی بالکل بجا ہے - اُس منحوس بستی والون نے جو سلوک آپ کے ساتھ کیا ہے کوئی شریف کسی کے ساتھ نہ کرے گا "

مولانا:" مجھے اس کی بھی شکایت نہین - شکایت ہے تو اس بات کی کہ آپ اب یہان کیون آئے ؟ کیا میرا یہان اختر پور مین رہنا بھی ناپسند ہے ؟ کہیے تو یہان سے بھی چلا جاؤن "

بچو:" اگر شکایت نہین تو پھر جناب کو میرا قصور معاف کرنے مین کیا تامل ہے ؟"

مولانا: "مین قصور معاف کرنے کو تیار ہون بشرطیکہ آپ وعدہ کرین کہ پھر کبھی میرے پاس نہ آئین گے۔"

مولوی محمد عظیم کو بالکل آپے سے باہر دیکھ کے جب بچو سے اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی تو بڑھ کے مولانا کے قدمون پر گر پڑے اور کمال عاجزی سے کہا "مین اس کو قبول کرتا ہون کہ پچھلی پوروالون مین سب سے بڑا مجرم مین ہی ہون۔ مگر اب اپنے قصور پر نادم ہو کے نہایت عاجزی سے حاضر ہوا ہون کہ آپ میرا قصور معاف کر دین۔ آپ اہل اللہ نیک نفس پاک باطن اور مقدس و محترم بزرگ ہین۔ اور آپ کے ناراض کرنے کا بار مجھے کسی وقت اطمینان سے نہین بیٹھنے دیتا۔ خدا کے لیے میرا قصور معاف کر دیجیے۔"

مولانا۔ (بچو کو زمین پر سے اُٹھا کے) "آپ کا قصور مین نے معاف کیا اور دعا کرتا ہون کہ خدا بھی اُسے معاف کرے مگر للہ اب میرے حال پر اتنی عنایت کیجیے کہ پھر میرے پاس نہ آئیے۔"

بچو: "مجھے مدت سے تلاش تھی کہ آپ کہان ہین۔ ایک ایک سے پوچھتا تھا اور پتہ نہ لگتا تھا۔ اسی ہفتہ مین احمد بخش یہان سے گئے اور اُن سے جناب کے یہان رونق افروز ہونے کی خوش خبری سنی۔ اور گرتا پڑتا حاضر ہوا کہ قصور معاف کراؤن۔ لیکن اتنی التجا اور ہے کہ وہان کی پوری سرگزشت جناب میری زبان سے سن لین۔"

مولانا: "مجھے جب وہان سے تعلق ہی نہین تو سننے سے کیا حاصل ہوگا؟"

بچو: "مین چاہتا ہون کہ آپ کے دینی فرائض سے آپ کو آگاہ کر دون۔ اس کے بعد آپ کو اختیار ہوگا چاہین اُدھر توجہ فرمائین یا نہ فرمائین۔"

دینی فرائض کے الفاظ سُن کے مولوی محمد عظیم بہت متاثر ہوئے۔ اور روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کہا "فرمایئے۔ آپ نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہین کہ اب مین سننے پر مجبور ہون۔"

بچو: "افسوس مُلا تقی شاہ نے ہم سب کو دھوکا دیا۔ وہ ایسے دعوے کرتا تھا اور اس طرح بڑھ بڑھ کے باتین بناتا تھا کہ ہم سب فریب مین آگئے۔

اور جب ہم دھوکا کھا گئے تو ہماری بہن زینب تو بچاری پردے کے بیٹھنے والی جاہل اور ناداں تھیں سو اُس کی ایسی معتقد ہوئیں کہ آپ کی قدر نہ کی۔ اور آپسے بیٹھے بٹھائے جھگڑا پیدا کر لیا۔ اُن کی بدنصیبی سے آپ بگڑ کے چلے آئے۔ اور بدخواہوں کے لیے میدان صاف ہو گیا۔ پہلی دشواری یہی پیدا ہوئی کہ بہن زینب کی ریاست کا کام کس ہاتھ میں دیا جائے۔ میاں بدو کے مشورے سے بلاقی شاہ ہی اس خدمت پر مامور ہوئے۔ بہن سمجھتی رہیں کہ بلاقی شاہ ولی اللہ خدا کا نیک بندہ اور ایمانداری میں لاجواب ہے۔ وہ جو کہتا مان لیتیں۔ جو لکھوا تا پڑھوا تا لکھ پڑھ دیتیں۔ وہ تو غافل رہیں اور بلاقی شاہ اور بدو نے مل کے سارا علاقہ تباہ کر دیا۔ قرض کا بار روز بڑھتا گیا۔ جائداد رہن ہوتی رہی اور استنے دلوں میں یہ حالت ہو گئی کہ بلاقی شاہ کا اور اُس سے زیادہ بدو کا گھر بھر گیا۔ بدو بستی کے رئیس اعظم بن گئے۔ اور بہن زینب روز بروز تباہ ہوتی جاتی ہیں۔ اور اگر دو ایک برس اور نہ خبر لی گئی تو پھر زمین بھی نہ باقی رہے گی اور کوڑی کوڑی کو محتاج ہوں گی۔"

مولانا۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "پھر اس کو میں کیا کروں؟ خود کردہ را درمانے نیست۔ خدا کی مشیت ہی میں یہ تھا۔ اور جسے خدا بگاڑے اُسے کون بنا سکتا ہے؟"

بچو۔ "بے شک خدا جو چاہے گا وہی ہو گا۔ لیکن آپ کا فرض کیا ہے؟ آپ نے بہن زینب کو طلاق ابھی نہیں دی ہے۔ ہیں وہ آپ ہی کی بی بی۔ اور باوجود ان تمام حماقتوں اور بے عقلیوں کے پاکدامن اور معصوم صفت ہیں۔ آپ ہی کے نام پر جی رہی ہیں۔ اور جب کسی سے تذکرہ آتا ہے یہی کہتی ہیں کہ میں جس کی ہوں اُسی کی ہوں۔ اور اُسی کے نام پر جیتی ہوں۔ کبھی تو انھیں ترس آئے گا اور اپنی بچھڑی بی بی کی خبر لیں گے؟"

مولانا۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ اُن کے ایسے خیالات ہوں۔ یا کبھی مجھے یاد بھی کرتی ہوں؟"

بچو۔ "میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ جس عورت سے آپ کا تذکرہ آیا انھوں نے

یہی کہا۔"

مولانا:۔ "تو انھیں میرے یہاں زندہ موجود ہونے کی خبر ہو گئی؟"

لچو:۔ میں ہی نے ایک ذریعہ سے انھیں اس کی اطلاع کرا دی تھی۔ جس پر وہ بہت روئیں اور آمادہ ہو گئی تھیں کہ عاجزی و خوشامد کر کے آپ کو بلوائیں۔ مگر بے وقوف تو ہوتی ہیں اس بارے میں بھی بدو اور بلاقی شاہ سے مشورہ کیا۔ وہ ڈرے کہ آپ آئے تو اُن کے حق میں قیامت آ جائے گی کہا اگر وہ آئے تو اُن کے ساتھ اُن کی نئی چاہیتی بی بی اور اُن کا لاڈلا بیٹا سید خلیل بھی آئیں گے اور وہ دونوں تم کو ایسا ذلیل اور خراب کریں گے کہ روتے نہ بن پڑے گی۔ اس لیے ہم ایک عمل پڑھتے ہیں کہ تمھاری سوت اور تمھارا سوتیلا بیٹا مر جائے۔ اس کے بعد اُن کو بلانا۔ عورت ذات پھر فریب میں آ گئیں۔ اور عمل شروع کیا گیا جس کے اتنے مصارف بتائے گئے کہ سارا علاقہ گرو رکھ کے بارہ ہزار روپیہ قرض لیے گئے۔"

مولانا:۔ "استغفر اللہ! جب یہ حال ہے تو میں کیا بنا لوں گا؟"

لچو:۔ "عمل شروع ہوئے تھوڑے دن ہوئے تھے کہ بلاقی شاہ نے جا کے اپنا اثر جمانے کے لیے یہ جھوٹ خبر سُنائی کہ تمھارا سوتیلا بیٹا دنیا سے رخصت ہو گیا۔"

یہ سنتے ہی مولانا محمد عظیم اپنی جگہ سے اُچھل پڑے۔ اور بے اختیار زبان سے نکلا "اوہ! اتنا بڑا جھوٹا بدمعاش! اچھا تو اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

لچو:۔ "میری یہ التجا ہے کہ آپ لچھمی پور میں چل کے اپنی بدنصیب و بیکس بی بی کو تباہی سے بچائیں۔"

مولانا:۔ "میں وہاں کامیاب نہیں ہو سکوں گا۔ وہاں کے لوگوں کو میں نے ایسا متفنی پایا کہ اُس بستی کے نام سے بھی وحشت ہوتی ہے۔ اول تو سب صاحب شرافت کے مدعی دار ہیں۔ اور میں اُن کے نزدیک پاجی اور بد اصل ہوں۔ اُن کی تمنا تھی کہ میرا گھر تباہ ہو۔ اور یہ تمنا پوری ہو گئی۔ مگر اب اُسی گھر کو میں پھر جا کے سنبھالنا چاہوں گا تو پھر میرے دشمن ہو جائیں۔ میں اپنی حالت کا اندازہ کرتا ہوں تو اُن لوگوں کے مکر و فریب سے اُن کی

کیا دی ودغابازی۔ اُن کی سازش و بدنفسی کا مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے مین نہین پاتا۔ وہ میری آبرو لینے کے درپے تھے۔ اور میری جان لینا چاہتے تھے؟

بچو "مگر اب سب آپ کی نیک نفسی کے قائل اور معتقد ہین۔ اور مین وعدہ کرتا ہون کہ سوا بدّو اور بُلاقی شاہ کے کوئی آپ کے خلاف نہ ہوگا۔ اور اپنی طرف سے اطمینان دلاتا ہون کہ مین آخر تک آپ کا ساتھ دون گا؟"

مولانا "مانا کہ آپ میرا ساتھ دین گے مگر اب پھر کون وہان جا کے جھگڑے مین پڑے؟"

بچو "اچھا تو اپنی ذمہ داریون کا آپ خیال فرمالین۔ ایک شریف عورت کے ساتھ آپ نے عقد کیا۔ گو اُس نے اپنی حماقت و جہالت سے آپ کو ناراض کر دیا مگر ابھی تک طلاق اور مفارقت نہین ہوئی ہے اب وہ تباہ ہوئی جاتی ہے۔ مکّار مشیرون کے جعل مین پھنسی ہوئی ہے۔ اور آپ اس کا علم ہونے پر بھی اُس کی مدد اور خبرگیری سے انکار کرتے ہین خدا کے یہان آپ کو جوابدہ ہونا پڑے گا کہ نہین؟"

مولانا "مگر جب وہ عورت میری مدد چاہتی بھی ہو۔ وہ تو اب تک اُسی طرح عداوت اور مخالفت پر آمادہ ہے۔ اور شوہر کی پروا نہین کرتی"

بچو "پروا ہونا کیا معنی وہ تو شوہر کے آنے کے لیے دن گن رہی ہے۔ اگر وہ چلا گیا تو احسان مندی کے ساتھ آنکھون پر بٹھائے گی۔ اور پھر کبھی زندگی بھر اُس کے حکم سے باہر نہ ہوگی؟"

مولانا "اب آپ مجھے خدا کے سامنے جوابدہ بتاتے ہین تو مجھے انکار نہین ہے۔ اگرچہ دل بھاگتا ہے مگر چلا چلون گا۔ لیکن پہلے آپ جا کے اور خوب دریافت کر کے مجھے یہ بتا دین کہ میرا آنا آپ کی بہن کو ناگوار تو نہ ہوگا؟"

بچو "مین نے تو عرض کیا کہ اُن کی زندگی ہو جائے۔ لیکن آپ فرماتے ہین تو مین تحقیق کر کے آپ کو لکھون گا۔ مگر آپ عہد کیجیے کہ میرے لکھتے ہی چلے آئیے اس لیے کہ آپ کو اگر اب زیادہ دیر لگی تو بہن زینب بالکل تباہ

ہو جائیں گی۔"

مولانا "میں فوراً چلا آؤں گا" یہ سنتے ہی میاں بچو نہایت ہی شکرگزار ہوئے۔ اور خوش خوش چھچھی پور میں واپس آئے۔"

چودھواں باب

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

چھچھی پور پہونچنے کے دوسرے ہی دن میاں بچو نے کریمن کو بلا بھیجا۔ وہ اُن کا نام سنتے ہی دوڑی آئی۔ اور صورت دیکھتے ہی بولی "آپ خوب آگئے۔ میں تو اس سوچ میں تھی کہ خود ہی اختر پور میں چلی آؤں" بچو نے گھبرا کے پوچھا خیریت تو ہے "

کریمن "خیریت ہی ہوتی تو گھبراہٹ کاہے کی تھی؟ مجھے گلشن سے معلوم ہوا کہ بُلاقی شاہ اور بدھو نے پرسون بی بی زینب سے مل کے کہا کہ عمل کے لیے علاقہ رکھ کے بارہ ہزار روپیہ تو قرض لے لیے گئے۔ اور اُس میں بہت کچھ کامیابی بھی ہوئی۔ مگر انتظام کے درست کرنے کی کیا تدبیر کی جائے؟ سب سے بڑی خرابی یہ اُٹھ کھڑی ہوئی ہے کہ سرکار سے مالگذاری کا تقاضا ہو رہا ہے۔ جس میں ٹالنے کی اب مطلق گنجائش نہیں ہے۔ ممکن تھا کہ ہم تحصیلدار صاحب کو کچھ دے دلا کے مہینہ ڈیڑھ مہینہ تک اور ٹال لے جاسکتے۔ لیکن خزانے میں ایک پیسہ نہیں باقی ہے۔ مالگزاری ویناور کنار ہم تو اب اس قابل بھی نہیں ہیں کہ سو پچاس روپیہ تحصیلدار اور عملۂ تحصیل کی نذر کریں۔ روپیہ اب کہیں سے قرض نہیں مل سکتا۔ سارا علاقہ رہن ہو چکا۔ کوئی کس جائداد کی کفالت پر دے گا؟ سوا اس کے کوئی تدبیر نہیں نظر آتی کہ ایک چوتھائی علاقہ رکھ لیا جائے۔ اور باقی سب فروخت کر کے ان تمام جھگڑوں سے نجات حاصل کر لی جائے۔ زینب نے اس سے انکار کیا اور اُن دونوں نے کہا اگر سرکاری رقم نہ دی گئی تو سارا علاقہ فروخت ہو جائے گا۔ اور آدھے بھی دام نہ ملیں گے۔ اس

خوش نصیبی سے ایک خریدار مل گیا ہے جو ایسے اچھے دام لگاتا ہے کہ کوئی نہ دے گا۔ بی بی زینب ابھی تک اڑی ہوئی ہین کہ مین تو ہرگز نہ بیچون گی مگر اُن سب کی طرف سے دباوٗ پڑ رہا ہے "

لچھو "جی ہان - مین پہلے ہی سمجھا تھا کہ مولوی محمد عظیم کا پتہ لگنے اور اُن کا نام سُن کے دونون گھبرا اُٹھین گے - بہن زینب کو عمل کے دھوکے مین ڈال دیا ہے - اور چاہتے ہین کہ جب تک مولوی محمد عظیم آئین آئین ساری جائداد تلف کر دین - زینب بھولی نادان تو ہئی ہین اُن کے سامنے ایسی دشواریان لا کے کھڑی کر دینا کون مشکل ہے کہ سوا اُن کی تجویز منظور کرنے کے مفر ہی نہ نظر آتا ہو ؟ خیر دیکھا جائے گا - آج مین بھی چل کے زینب سے ملون گا - ہو اور بلا تی سے اب بگاڑ تو ہئی ہے - جب وہ اپنا راز مجھ سے چھپاتے ہین تو پھر مین کوئی بات کیون اُٹھا رکھون ؟ اب تو میرا اُن کا مقابلہ ہے دیکھون کس کی چلتی ہے ؟"

اسی دن تیسرے پہر کو لچھو زینب کے پاس پہونچے - اُن کو دیکھتے ہی زینب نے کہا "بھائی تم کہان تھے ؟ کوئی مہینہ بھر سے صورت نہین دکھائی - مین پرسون سے تمھین یاد کر رہی تھی "

لچھو "مین یہان نہ تھا - باہر چلا گیا تھا "

زینب "آخر کہان گئے تھے ؟ تم تو کبھی گھر سے نکلتے ہی نہ تھے "

لچھو "ہان نہین نکلتا تھا - مگر تمھارے کام کو چلا گیا "

زینب - (حیرت سے) "میرے کام کو ؟ مین نے تو تمھین نہین بھیجا تھا "

لچھو "تم نے نہین بھیجا تو کیا ہوا مین نے خود ضرورت دیکھی اور چلا گیا "

زینب "آخر کہان گئے تھے کچھ معلوم تو ہو ؟"

لچھو "مین تمھارے میان سے ملنے کو گیا تھا "

زینب - (چونک کے) "تو تم اُن سے مل آئے ؟ آج کل تو وہ بڑے رنج مین ہون گے ؟"

لچھو "رنج کیسا ؟ مجھے تو بہت ہی خوش اور بشاش نظر آئے "

زینب :۔ اے اُن کا پیارا اکلوتا بیٹا مر گیا غم نہ ہو گا؟ تم سے شاید چھپایا ہو۔

بچو :۔ خوب! اتنا بڑا صدمہ اور سانحہ بھلا چھپائے چھپ سکتا تھا؟ اور اُن کا ایک ہی تو بیٹا ہے؟ محمد خلیل۔ میں اُس سے لے چلا آتا ہوں۔

زینب ۔ (پریشان ہو کے) "بھائی تم نے اُسے کب دیکھا تھا؟"

بچو :۔ میں نے پرسوں دیکھا تھا۔ دیر تک میرے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ خدا نظر بد سے بچائے بہت ہی پیارا بچہ ہے۔ تم اُس سے مل کے بہت ہی خوش ہو گی۔

زینب :۔ اے میں تو جیسی خوش ہوں گی ظاہر ہی ہے مگر بُلاقی شاہ صاحب کو کیا یہ غلط خبر پہونچی کہ وہ بیٹھے بیٹھے گرا اور تڑپ کے مر گیا؟

بچو :۔ یہ کب؟

زینب :۔ اسے کوئی مہینہ ہونے کو آیا۔ اُنھوں نے بڑے دعوے کے ساتھ مجھ سے آکے بیان کیا تھا۔

بچو :۔ بالکل جھوٹ۔ سرتا سر غلط۔ میں دیکھتا ہوں کہ بلاقی شاہ اپنی پُرانی شادی وضع چھوڑ کے جھوٹ سچ ہانکنے اور لوگوں کو فریب دینے لگے ہیں۔

زینب :۔ بھائی کیا کہوں کچھ کہتے نہیں بنتا۔ میرے پیر ہیں۔ اپنے مرشد کی بُرائی کرتے کوئی سنے گا تو کیا کہے گا؟ مگر ان کی حالت تو اب مجھے ایسی ہی نظر آتی ہے جیسی تم کہتے ہو۔ اُنھیں کے ہاتھوں میرا سارا گھر اور میری ساری ریاست تباہ ہو گئی۔ مگر زبان سے اُف نہیں کر سکتی۔ میں تو یہی کہوں گی کہ یہ فقط اُن کی سادگی اور نادانی سے ہوا۔ مگر اطمینان نہیں ہوتا۔ دل میں طرح طرح کے بُرے گمان آتے ہیں۔

بچو :۔ بلاقی شاہ کا میں بھی بڑا دوست ہوں۔ مگر ایسا نہیں جیسے کہ ہمارے بھائی مرحوم تھے۔ میں اُن سے ہمیشہ الگ ہی الگ رہتا ہوں۔

زینب :۔ میں تو جانتی تھی کہ اُن سے تم ہی سے زیادہ ملاقات ہے۔ اور وہ تمھارا سب سے زیادہ خیال کرتے ہیں۔ یہی مجھ سے شروع میں بھائی مرحوم نے کہا تھا۔ بلکہ یہاں تک خوف دلا دیا تھا کہ ایسا نہ ہو بلاقی شاہ

کی ملاقات سے تم کچھ فائدہ اُٹھالو؟"
بچو " جی ہاں اُن کی ایسی ہی فریب کی باتین ہین - اندیشہ تو مجھ سے تھا اور یہ ساری خرابیاں اور تباہیاں اُن کی لائی ہوئی ہین "
زینب " مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا تھا - اب تم بھی یہی کہتے ہو تو مجھے یقین آگیا - یہ مجھی کو بگاڑ کے بڑے رئیس اور مالدار بن گئے ہین؟
بچو " اور بُلاقی شاہ کچھ کم بنے ہین؟ ساری دولت انھین دونون کے گھر مین گئی - ہردو بستی کے رئیس اعظم بن گئے - اور اب تم سے بڑی ریاست رکھتے ہین - اور بُلاقی شاہ کا گھر اتنا مالدار ہو گیا ہے کہ مین تو جانتا ہون کہ کسی بھاند جی کا گھر اتنا دولت مند نہ ہوگا جتنا اس بنے ہوئے فقیر بُلاقی شاہ کا ہے"
زینب " تو بھائی مین اب کیا کرون؟ ان کے ہاتھ سے کیسے چھٹکارا ملے؟
بچو " مجھ سے پوچھتی ہو تو صاف صاف یہ ہے کہ اپنے میان مولوی محمد عظیم کو عاجزی سے ہاتھ جوڑ کے بُلاؤ - اور بُلاقی شاہ کو نکال باہر کرو"
زینب " مگر وہ تو اب میرے بُلائے نہین آ سکتے - اُنھون نے تو مجھے کہین کا نہ رکھا" یہ کہہ کے زینب نے اپنی تباہی - اپنی ریاست کی بربادی - ان لوگون کے طرح طرح کے فریبون - بے اطلاع کیے گاؤن کے بیچ ڈالنے کے کل واقعات بیان کیے - آخر مین عمل کی کیفیت و ضرورت بیان کی - جس کے لیے بارہ ہزار پر سارا علاقہ رہن رکھا گیا - اور اب دونون کہتے ہین کہ سرکاری مالگذاری کا تقاضا ہے - اور سوا اس کے کوئی تدبیر نہین ہے کہ چوتھائی علاقہ رکھ لیا جائے باقی سب گاؤن بیچ کے یہ رقم ادا کی جائے -
یہ کہہ کے زینب زار و قطار رونے لگی - اور کہا " بھائی بچو - اب تو کوئی بات بنائے نہین بنتی - مین تو بالکل گئی گزری ہوئی - تمھین بتاؤ کہ کیا کرون"
بچو " افسوس - یہ لوگ کتنے بڑے جعل ساز مکار فریبی - دغا باز - اور اس کے ساتھ نمک حرام ظالم اور بے رحم ہین - جب تم ہی نیک اور سیدھی سادی رئیس زادی کے ساتھ یہ فریب کیا تو کوئی اور ان سے کیا امید رکھے گا؟ اصل یہ ہے کہ جب سے تم نے مولوی صاحب کے بُلانے کا

نام لیا ہے دونون گھبرا اُٹھے ہین - اور چاہتے ہین کہ اُن کے آنے سے پہلے ہی ساری جائداد مٹادین - تھین سوت اور سوتیلے بیٹے کے مارنے کا فریب فے کے اپنا کام کرنا چاہتے ہین - اب تم ایک دن کے لیے بھی تامل نہ کرو - جس طرح بنے اپنے میان کو بُلالو - بس وہ آتے ہی سارا انتظام درست کرلین گے - اور جہان تک ممکن ہوگا مین اُنھین مدد دون گا "

زینب " اس سے بہتر کیا تھا ؟ مگر وہ آنے کیون لگے تھے ؟ مین ہزار ہاتھ جوڑ دون ناک رگڑ دون وہ ایک نہ سنین گے - اور اب تو یہ بہانہ بھی پیدا ہوگیا ہے کہ ساری ریاست خاک مین ملادی اب مین آکے کیا کرون گا "

لچھو " یہی اندیشہ مجھے بھی تھا جس کے دور کرنے کے لیے مین بغیر اس کے کہ خبر کرون اُن کے پاس دوڑا گیا تھا - وہ کسی طرح تمھارا خیال اور یہان کا ذکر بھی اپنے سامنے نہین آنے دیتے تھے - مگر مین نے اس طرح سمجھایا اور اس قدر مجبور کیا کہ اب خدا خدا کر کے راضی ہوئے ہین "

زینب " بڑا کام کیا - یہ تو بھائی تم نے بڑا احسان کیا - مجھے بے دامون مول لے لیا - مگر مجھے تو اس کا دھڑکا لگا ہے کہ جب یہان کی حالت آکے دیکھین گے تو خفا ہو کے اُلٹے پاؤن واپس چلے جائین گے "

لچھو " ایسا نہ ہوگا - مین نے ساری حالت پوری پوری کہدی ہے "

زینب " تھین میری حالت کیا معلوم تھی تم سے تو مین نے آج ہی بیان کیا ہے ؟"

لچھو " تم بھی کتنی سیدھی ہو ؟ تم نے نہین بیان کیا تو کیا میری آنکھین نہ تھین ؟ مین خود اپنی آنکھون سے تمھاری حالت اور اِن لوگون کی بے ایمانیان دیکھ رہا تھا - اور مجھ پر کیا موقوف ہے سارا لچھمی پور دیکھ رہا ہے "

زینب " اچھا تو پھر اُنھون نے آنے کا اقرار کرلیا ؟"

لچھو " ہان وعدہ تو کرلیا - مگر اتنی ضد ابھی باقی ہے کہ کہتے ہین جب تک تم خود نہ بلاؤ گی نہ آئین گے "

یہ فقرہ سُن کے زینب کو باوجود اس زمانے کی پریشانیون کے ہنسی آگئی -

اور بولی" بوڑھے ہوگئے مگر وہ جوانی کی ضد نہ گئی - خیر - اب مین نہ بلاؤن گی تو کیا کرون گی؟ قسمت نے ایسا ستایا ہے کہ اب تو وہ جس قدر ناک رگڑوائین گے رگڑون گی - اے بلانا کیسا کہو تو مین خود چلی چلون؟ اور وہان جا کے اُن کے سامنے ہاتھ جوڑ کے اپنا قصور معاف کراؤن؟"

بچھو" یہ ہوتا تو اس سے بہتر کیا ہوتا؟"

زینب" مین چلنے کو موجود ہون"

بچھو" تو پھر کسی کو خبر نہ ہو فقط اپنی خادمہ گلشن کو ساتھ لے کے آج ہی شام کی گاڑی مین چلی چلو - مین تمھارے ساتھ ہون گا - کل پہونچ جائین گے - اور تین چار روز مین واپس آجائین گے - اور انشاءاللہ اُن کو اپنے ساتھ لائین گے - اُن کے آتے تم دیکھنا کہ ہوا پلٹ جائے گی -"

زینب نے اس تجویز کو منظور کیا - اور بغیر اس کے کسی کو خبر کی جائے رات کی گاڑی مین بیٹھ کے دونون اختر پور روانہ ہوگئے -

---

پندرھوان باب

بچھڑے میان سے بی بی کا ملنا

شام کا وقت تھا - اندھیری رات تھی - آسمان پر تارے خوب کھلے ہوئے تھے اور مولانا محمد عظیم المعروف بہ سید مظلوم بیٹھے چند احباب سے باتین کر رہے تھے کہ میان بچھو نے آکے ادب سے سلام کیا"

مولانا - (سلام کا جواب دے کے)" این! آپ ابھی تک یہین ہین؟"

بچھو" جی ہان یہی ہون - اور اس وقت ایک بڑی شدید ضرورت سے حاضر ہوا ہون"

مولانا" خیریت تو ہے؟"

بچھو" جی ہان سب خیریت ہے - کچھ جلدی نہین ہے - جناب کو فرصت ہو لے تو تنہائی مین عرض کرون گا" اس جواب سے کو نہ مطلمئن ہو کے مولانا محمد عظیم پھر اپنی باتون مین معروف ہو گئے - مگر دس ہی پندرہ منٹ

کے بعد دو چار احباب جو موجود تھے اُنھیں رخصت کر دیا - اور بچو کی طرف متوجہ ہوئے - بچو نے جب دیکھا کہ اب کوئی غیر نہیں ہے تو ایک فوری ضرورت ظاہر کر کے ایک منٹ کی اجازت لی اور باہر چلے گئے - اُن کو گئے پورا منٹ نہ ہوا ہوگا کہ زینب دروازے سے نکل کے سامنے آئی - اور مولانا ایک عورت کو جو ادھیڑ ہونے پر بھی نازک اندام وخوبرو تھی اور شریفانہ وضع ولباس مین تھی اپنی طرف آتے دیکھ کے بہت گھبرائے - اسی اضطراب اور پریشانی مین تھے کہ وہ عورت آکے بے اختیار اُن سے لپٹ گئی - اور اُنھوں نے بہت ہی برافروختہ ہو کے کہا "این! تم کون ہو؟ یہ شریفانہ وضع اور ایسی بیباک و بیحیا!"

زینب "ہان مین بیحیا ہون - بے غیرت ہون - بلکہ اس سے بھی بدتر - بے غیرت نہ ہوتی تو تم سے چار آنکھین کرتی؟ یا تمھین صورت دکھاتی؟"

مولانا - (آواز پہچان کے) "ارے! تم ہو! آہ یہ صورت بھی بھول گئی!"

یہ الفاظ سنتے ہی زینب اور زیادہ جوش سے لپٹ گئی - اور پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا - اب مولانا محمد عظیم کا بھی دل بھر آیا - بے اختیار آنسو جاری ہوگئے - پندرہ بیس برس کے بچھڑے ہوئے میان بی بیون کا ملنا جس قدر پُرلطف تھا اُس سے زیادہ عبرت خیز اور حسرت انگیز تھا - دنیا کا یہی منظر ہے جس مین متضاد اور متخالف جذبات جمع ہو جایا کرتے ہین - خوشی بھی ہوتی ہے اور غم بھی ہوتا ہے - حسرت بھی ہوتی ہے اور مسرت بھی ہوتی ہے - تسلی ودلشفی بھی ہوتی ہے اور بیتابی وبیقراری بھی ہوتی ہے - انسان اس تردد مین پڑ جاتا ہے کہ روئے یا خوش ہو - آنسو بہائے یا ہنسے - دس پندرہ منٹ مین جب دونون کے دل کی بھڑاس نکل چکی تو مولانا نے بی بی سے کہا "اب ذرا الگ ہو کے بیٹھو - مین تمھاری صورت تو دیکھون"

زینب "یہ صورت دیکھنے کے قابل ہے؟ خیر مین تو پہلے ہی بیوقوف تھی نالائق تھی مگر تم سے ایسی بے وفائی کی امید نہ تھی - عورتون کو جاہل اور بے عقل سب کہتے ہین مگر کبھی کسی نے ایسی سخت سزا نہ دی ہوگی

جیسی تم نے دی؟"

مولانا "مین نے سزا نہین دی بلکہ اپنی عزت بچائی - تم آبرو لینے کے درپے تھین - تمھارے عزیز بھائی بند اور اُن کے ساتھ بھی پورے جہلا چاہتے تھے کہ مجھے ذلیل اور بے عزت کرکے نکالین - ایسی حالت مین اپنی عزت لے کے بھاگ آیا تو کون سا قصور کیا؟"

زینب "قصور تم نے نہین کیا - بلکہ سارا قصور خود میرا تھا - (دو زانو ہوکے اور ہاتھ جوڑکے) خدا کے لیے اب میرا قصور معاف کرو - مین لونڈی بن کے رہون گی - اور کبھی کوئی بات تمھاری مرضی کے خلاف نہ کرون گی - مرتے دم تک تمھارے حکم سے باہر نہ ہون گی - اب میرا گناہ معاف کردو"

مولانا - (آبدیدہ ہوکے) "مین نے معاف کیا - اور امید ہے کہ تمھاری یہ ندامت و پشیمانی کی توبہ سُن کے خدا بھی تمھارا قصور معاف کردے گا"

زینب "تو پھر اب گھر مین چل کے رہو - اور مجھے تباہی و بے آبروئی سے بچاؤ"

مولانا "تم نے جس سے میرے زندہ موجود ہونے کی خبر سنی ہوگی اُسی سے غالباً یہ بھی سُنا ہوگا کہ مین نے دوسری شادی کرلی ہے - اور اُس بی بی سے خدا نے دو لڑکیان اور ایک لڑکا عطا کیا ہے - وہ میرے ساتھ ہین - ایسا نہ ہو کہ اُن کا وہان رہنا تمھین ناگوار ہو -

زینب "مین تمھاری بھی خدمت کرون گی اور تمھاری اُن بی بی کی بھی - تمھارے بچے میرے بچے ہین جن کو دیکھ کے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوگا"

مولانا "مگر تم یون اچانک کیون چلی آئین؟ مجھے خبر کردی ہوتی کہ تمھین عزت سے بلاتا - اور اُسی مرتبہ اور شان سے تم کو یہان لاتا جو تمھارے شایان تھا"

زینب "مین کسی قابل نہین رہی - تمھاری بے پروائی نے میرا سارا غرور توڑ دیا - اور کھُل گیا کہ میرا وہ غرور بالکل جھوٹا تھا - میری عزت آبرو و حکومت - وقعت سب تم سے تھین - تمھارے آتے ہی کچھ نہ رہا -

مگر افسوس مجھے اس کی خبر اُس وقت ہوئی جب اپنے پاؤں میں کلھاڑی مار چکی تھی - اصل میں مجھے تم سے حد سے زیادہ محبت تھی - اور اُسی محبت کے جوش میں چاہتی تھی کہ تم کو اُسی طرح اپنے بس میں رکھوں جس طرح کوئی بچہ اپنے پالتو جانور کو رکھتا ہے "

مولانا " تمھاری محبت نہایت ہی خوفناک ہے - اور خدا تمھاری محبت سے بچائے "

زینب " یہ جو کچھ ہوا اسی کی وجہ سے ہوا - اور اس بیہودہ محبت کی مجھے سزا بھی خوب مل گئی "

مولانا " خیر اب اس کا تذکرہ نہ کرو - اور بتاؤ کہ تمھارے ساتھ کوئی اور بھی ہے یا بالکل اکیلی چلی آئی ہو ؟"

زینب " میں لچو کے ساتھ آئی ہوں - جب تم چلے آئے تو کیا کرتی ؟ بدو اور لچو کے سامنے آنے لگی - اب تم کہو تو پھر اُن سے پردہ کرنے لگوں ؟ مگر اس وقت اُن کے سوا اور کوئی میرے ساتھ نہیں آیا ہے "

مولانا " تو لچو کہاں گئے ؟ اُنھوں نے آتے ہی تمھارے آنے کا حال کیوں نہ بیان کر دیا ؟ لچو ! لچو ! " میاں لچو ڈیوڑھی میں کھڑے اس ملاپ کا تماشا دیکھ رہے تھے - مولانا کو پکارتے سنا تو " حاضر ہوا " کہتے ہوئے آ پہنچے -

مولانا " بھئی تم نے غضب کر دیا کہ اس بے تکلفی سے بغیر خبر کیے انھیں ساتھ لیے چلے آئے ؟"

لچو " میرا تو یہی ارادہ تھا کہ آپ کو آ کے لے جاؤں - مگر انھوں نے نہ مانا - اور خود ہی آنے پر آمادہ ہو گئیں تو مجھ سے انکار کرتے نہ بنی "

مولانا " تو تم نے مجھ سے پہلے کیوں نہ بیان کر دیا ؟ آخر اتنی دیر تک یہ کہاں بیٹھی رہیں ؟"

لچو " ان کی یہی تمنا تھی کہ آپ سے بے خبر کیے اچانک آ کے ملیں - جب تک میں آپ کے پاس رہا - یہ ڈولی میں بیٹھی رہیں - کہاروں نے ڈولی راستہ سے ہٹا کے ایک کونے میں رکھ دی تھی - جب اور سب لوگ جا چکے اور یہاں

تنہائی ہوئی تو مین نے جاکے اُنھین اُتروا دیا"

مولانا "خوب - تم نے تو اس وقت عجیب تماشا کیا - (بی بی سے) خیر اب اپنے لڑکے اور اُس کی مان اور بہنون سے مل لو مجھے یقین ہے کہ ان سب سے مل کے تم خوش ہو گی"

یہ کہہ کے مولانا اُٹھ کے زنانے مین گئے - اُن کو کبھی پورے وہم بھی نہ ہوئے ہون گے کہ اُن کا بیٹا سید خلیل خوش خوش دوڑتا ہوا آیا - اس کی صورت دیکھتے ہی بولے کہا "بیٹا اپنی بڑی امان کو سلام کرو" سید خلیل نے جھک کے ادب سے سلام کیا - اور زینب نے کھینچ کے گود مین بٹھا لیا - پیار کیا - اور کہا "مین تمھین دیکھ کے بہت ہی خوش ہوئی" ساتھ ہی دل مین خیال آیا کہ یہی لڑکا ہے جس کے مارنے کے لیے مین عمل پڑھوا رہی ہون - مگر اُس کی پیاری صورت دیکھ کے اپنے اوپر بہت لعنت ملامت کی - اور دل ہی دل مین بے انتہا نادم ہوئی -

اب اندر کی بہت سی ماماؤن اور ملازمہ عورتون نے آکے ادب سے سلام کیے اور ہاتھ لگا کے کھڑی ہو گئین - اس مکان مین ایک دروازہ زنانے مکان کی طرف بھی تھا جو دوست احباب کے آنے جانے کی وجہ سے بند رہا کرتا تھا وہ فوراً کھولا گیا - اور سید خلیل اور وہ سب عورتین زینب کو زنانے مکان مین لے گئین - زینب کے جاتے ہی مولانا نے آکے بیٹے سے کہا "بیٹا تم اپنے ان چچا کے پاس بیٹھو - یہ اکیلے گھبرائین گے - تھوڑی دیر مین مین بھی آجاؤن گا"

زینب نے جیسے ہی زنانے مکان مین قدم رکھا اُس کی سوت زینب النسا جو گوری چٹی توانا و تندرست عورت تھی بہت ہی ادب و اخلاق سے ملی - ہاتھون ہاتھ لیا - صدر دالان مین لے جاکے صدر مین بٹھایا - اور سامنے دوزانو بیٹھ گئی - زینب انداز سے سمجھ گئی کہ یہی میری سوت ہے - اس وقت اُسے اپنی حالت یاد آئی - پھر اس کے ساتھ دل مین یہ خیال گزرا کہ مین تو اس حسین و سرو قامت عورت اور اس کے پیارے بیٹے کی جان لینے کی

فکر میں لگی ہون اور یہ میرے ساتھ ایسے اخلاق و محبت کا برتاؤ کر رہی ہے وفور ندامت سے آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ جس کو زینت النسانے یہ خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے میرا سامنا ہونے اور عاجز ہو کے میرے گھر آنے کا زینب کو ملال ہے۔ فوراً اُس کی دلدہی اور تشفی کرنے لگی۔ اور کہا "تم مجھ سے بڑی ہو اور پہلی ہو۔ سب سے پہلا اور سب پر مقدم حق تمھارا ہے۔ مین جس طرح اُن کی (شوہر کی) فرمان بردار ہون ویسی ہی تمھاری ہون۔ گھر بار سب تمھارا ہے۔ اور میرا کام یہ ہے کہ تمھاری اطاعت کرون اور تمھارا حکم بجالاؤن"

زینب۔ (ندامت سے) "بی بی یہ تمھاری نیکی اور لیاقت ہے ورنہ مین کس قابل ہون؟ جو عورت نہ اپنے مالک کی اطاعت کر سکی۔ نہ اُس کی خوبیون کی قدر کر سکی۔ اور نہ اپنے گھر کو سنبھال سکی اُس سے بھی بدتر دنیا مین کوئی ہوگا؟"

زینت النسا خود بھی بڑی نیک بی بی۔ تعلیم یافتہ۔ شائستہ اور شوہر کی مطیع و فرمان بردار تھی۔ اس ملاقات کے متعلق مولانا نے وہی چار مختصر الفاظ مین کچھ ایسی ہدایتین کر دی تھین کہ چند ہی باتون مین اُس نے زینب کو شیشہ مین اُتار لیا۔ ابتداءً تو زینب مین رُکاوٹ تھی۔ بھڑک تھی۔ اور ہر لفظ بدگمانی کے کانون سے سُنتی۔ مگر زینت النسا نے تھوڑی ہی دیر مین اُس کا دل صاف کر دیا۔ اور یقین دلا دیا کہ جو کچھ وہ کہتی ہے دل سے کہتی ہے۔ اور اُس مین سچائی اور محبت ہے۔ اس بات کا یقین ہو جانے کے بعد زینب اپنی سوت سے بہت کھُل کے ملی۔ اور اُسے سچا ہمدرد پایا تو دوسرے ہی دن اپنی ساری مصیبت اور تباہی بیان کر دی۔

اب مولوی محمد عظیم سے زینب نے اپنی تباہی و بربادی کا قصہ اول سے آخر تک بیان کیا۔ جس مین میان لچونے اور نمک مرچین لگائین۔ اور بلاقی شاہ اور ہدو کے سارے کرتوت بیان کر دیے۔ اور آخر مین یہ مشورہ دیا کہ آپ دونون کے لیے بھی چلے چلین گے تو اُن کا سارا فریب کھُل جائے گا

مولانا:- مگر مین وہان تنہا ہون گا۔ اور بستی والے اُنھین کے طرفدار ہون گے۔

بچو:- پچھی پور کے تمام لوگ اُن سے جلے ہوئے ہین۔ طرفدار کیسے سب آپ کا ساتھ دین گے۔ اس کے علاوہ آپ کی لیاقت۔ عظمت۔ دولت مندی۔ اور حکام رسی کا ایسا اثر پڑے گا کہ بدمعاشون کے ہاتھ پاؤن پھول جائین گے۔ آپ کے جاتے ہی معلوم ہوجائے گا کہ مالگذاری اداکرنا سچ مچ باقی ہے یا یہ بھی اُن لوگون کا فریب ہے۔ اور اگر فرض کیجیے کہ باقی ہی ہے تو آپ تحصیلدار صاحب کو اشارہ بھی کرین گے تو وہ مان جائین گے۔

مولانا:- تحصیلدار تو میرے بہت بڑے دوست ہین۔ مجھے وہ ہر امر مین مدد دین گے۔ اور جو کہون گا وہی کرین گے۔ بلکہ پچھی پور کے حلقے کے پولیس انسپکٹر سے بھی مجھ سے راہ ورسم ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی میرا پاس و لحاظ کرتے ہین۔ ان لوگون سے مین نہین ڈرتا مین تو پچھی پور کے شورہ پشت جہلا سے ڈرتا ہون۔

بچو:- استغفراللہ! کسی کی مجال ہے کہ چون بھی کرسکے؟ سوپچاس آدمی میرے ساتھ ہین جو آپ کے کام آئین گے۔ اور میری راے یہ ہے کہ آپ بھی یہان سے پوری شان وشوکت سے چلین۔ ریل پر چلنے کی ضرورت نہین۔ بھی زینب اپنی دوسری بی بی اور بیٹیون کو فنسون مین سوار کرا دیجیے خود اپنے فرزند کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھیے۔ کوئی دوسو آدمیون کو اپنے ساتھ لیجیے اور دھوم دھام سے چل کے اپنے مکان مین اُتر پڑیے۔

مولانا:- خلیل کو تو مین ساتھ نہین لے جاسکتا اُس کی تعلیم کا حرج ہوگا۔ باقی اور سب باتین آسانی سے ممکن ہین۔ ایک ہاتھی میرے یہان بھی ہے مگر وہ علاقے پر ہے۔ مگر ہان دوسو آدمی بھی وہین سے بلوانا پڑین گے۔

بچو:- تو وہ کتنے دن مین آجائین گے؟

مولانا:- آج کے چوتھے دن آسکتے ہین۔

لچھو نے تو کوئی مضائقہ نہین۔ آج کے پانچوین دن چلیے۔ یہان سے روانہ ہونے کے تیسرے دن لچھی پور پہونچ جائیے گا۔ اور میری راے ہے کہ صاحبزادے کو ضرور ساتھ لے چلیے۔ چاہیے دو دن کے بعد واپس بھیج دیجیے گا۔"

غرض یہ طے ہوگیا۔ زینب اگرچہ سب باتین سُن رہی تھی مگر اُس نے کسی بات مین دخل نہین دیا۔ دوسرے دن شام کو میان لچھو نے اپنے واپس جانے کی سخت ضرورت بیان کی۔ اور مولانا محمد عظیم سے رخصت ہو کے لچھی پور گئے۔ مگر وعدہ کیا کہ آپ سے مین بستی کے باہر آ کے ملون گا۔ اور آپ کے ہمراہ رکاب چلون گا۔"

مولانا محمد عظیم کے اختیار مین اتنا بڑا علاقہ تھا کہ انتظام مین کوئی دشواری نہین پیش آئی۔ حکم کے ساتھ ہی سب سامان ہو گیا۔ اور زینب کے آنے کے چھٹے دن بڑے کروفر اور شاہانہ جلوس کے ساتھ وہ اختر پور سے روانہ ہو کے تیسرے دن لچھی پور کی آبادی کے قریب جا پہونچے۔

سولھوان باب

آب رفتہ در جُو آمد

لچھی پور مین زینب کے یکایک غائب ہو جانے سے ساری بستی مین کھل بلی پڑی ہوئی تھی۔ کوئی کہتا کہ اپنے مشیرون اور رشتہ دارون مین سے تنگ آ کے وہ بھاگ گئین۔ کوئی کہتا کہ شوہر کا کب تک انتظار کرتین۔ کسی کے ساتھ نکل گئین۔ اور یہی آخری خیال میان بدو اور رنگلاتی شاہ کی زبان سے سنا جاتا۔ اُن دونون نے اپنی تنگ دلی اور ولی نعمت محسنہ و مربیہ کے بدنام کرنے مین کوئی بات نہین اُٹھا رکھی۔ اور چونکہ لچھو بھی غائب تھے اور بدو اور رنگلاتی شاہ کو معلوم تھا کہ لچھو زینب پر عاشق ہین اور رات دن اُسی کی تاک مین لگے رہتے ہین اس لیے ایک ایک سے یہی کہنا شروع کیا کہ زینب لچھو کے ساتھ بھاگ گئین۔ بستی کے تمام شرفا دانتون سے اُنگلیان کاٹ رہے تھے۔ جدھر دیکھیے ایک ہلچل پڑی تھی۔ زینب کے مکان مین تمام

ماما اصیلوں اور اندر باہر کے نوکروں کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں۔ ایک دوسرے کی صورت دیکھتے۔ اور آنکھیں نیچی کر لیتے۔ غم و الم کی ہجوم اور اپنی حالت کے شبے نے اس قدر پریشان کر رکھا تھا کہ نہ روتے بنتی تھی نہ بات کرتے۔ زینب کی نسبت جو جو افواہیں مشہور تھیں نہ اُن سے انکار کرنے کی جرات ہوتی تھی نہ اُن کا اقرار کرنے کی۔

زینب کے غائب ہونے کے تیسرے دن جب میاں ہدو آ پہونچے تو لوگوں کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔ جو لوگ زینب کی عفت و عصمت کے قائل تھے اُنھوں نے تو اب اپنا اطمینان کر لیا کہ زینب کے جانے میں بے عصمتی و بدکاری کو دخل نہیں ہے۔ علاقہ کے انتظام کی دشواریوں اور بلاقی شاہ کے ستانے سے تنگ آ کے کہیں چھپ رہی ہیں۔ مگر بدو اب بھی چپکے چپکے کہہ رہے تھے کہ ساری کارستانیاں لچو کی ہیں۔ کہیں چھپا آئے ہیں۔ اور واپس آ کے باتیں بناتے ہیں تاکہ کوئی نام نہ لے۔ اُن کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اُن سے تو آج نہیں مدت کے تعلقات تھے۔ اب دیکھا کہ چھپائے نہیں چھپ سکتا کہیں بھگا دیا۔"

ان باتوں کو لچو نے سنا تو بہت طیش آیا۔ مگر خاموش رہے۔ اور دل میں کہا یہی اچھا ہے کہ ہدو اور بلاقی شاہ اور خیالوں میں پڑے رہیں۔ اور زیادہ بدنام کریں۔"

تاہم چار پانچ روز تک میاں لچو نے غیظ و غضب کی بے انتہا تکلیف اُٹھائی۔ کہ یکایک محمد عظیم مع اپنے فرزند اور دونوں بی بیوں اور بیٹیوں کے بڑے دھوم دھام اور کر و فر سے آ کے پچھی پور میں اُتر پڑے۔ لچو جنھوں نے بستی کے باہر نکل کے استقبال کیا تھا اُن کے برابر ہاتھی پر سوار تھے اور بستی کے لوگ حیرت و استعجاب اور خوف و دہشت سے اُس جلوس کو دیکھ رہے تھے جس سے بڑا شاندار جلوس اُنھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ خبر جیسے ہی بلاقی شاہ اور میاں ہدو نے سنی نہایت بدحواس ہوئے۔ بلاقی شاہ ایسا گھبرایا کہ بھاگنے کا ارادہ کیا۔ مگر ہدو نے روکا۔ اور کہا

پہلے دیکھ تو لو کہ کیا ہوتا ہے؟"

جیسے ہی یہ جلوس زینب کے مکان میں اُترا عید ہوگئی۔ لونڈیوں اور ماما اصیلوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور دوسرے ہی دن مولوی محمد عظیم نے بُلاقی شاہ کو بُلوایا کہ علاقہ کا حساب سمجھیں اور انتظام میں جو دشواریاں پیش ہوں اُن کو دُور کریں۔ جس رقم کی ضرورت بتائی گئی تھی اور جس کے لیے علاقے کے بیچ ڈالنے کی تجویز پیش کی گئی تھی اُس کا حال مولوی محمد عظیم سُن چکے تھے۔ اور یہاں آنے سے پہلے ہی تحصیلدار صاحب سے مل کے دریافت کر لیا تھا کہ سرکاری مال گزاری کا ایک حبہ بھی نہیں باقی ہے مگر اس کو کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ بُلاقی شاہ نے آنے سے انکار کیا۔ اور عذر پیش کیا کہ "آپ میرے ساتھ جو سلوک کر چکے ہیں اُس کی وجہ سے میں آپ کا سامنا نہیں کر سکتا" جب ادھر سے زیادہ اصرار ہوا اور کہا گیا کہ اگر یوں نہ آیا تو وہ فوجداری عدالت کے ذریعہ سے طلب کیا جائے گا۔ تو اُس کی طرف سے میاں ہدو آکے مولوی محمد عظیم سے ملے اور کہا "شاہ صاحب کو حساب دینے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ مجھے زینب نے اپنا نائب مقرر کیا تھا اسلیے اُنھیں کو اپنا حساب دوں گا اور کسی کو نہیں دے سکتا" مولانا نے کہا "اب میں اپنی بی بی کا مختار اور قائم مقام ہوں اور وہ قانوناً مجبور ہے کہ مجھے حساب دے" ہدو نے کہا "اچھا تو اتنا موقع اُنھیں دیجیے کہ حساب دینے سے پہلے ایک دفعہ بہن زینب سے مل لیں۔ تاکہ اُنھیں یقین ہو جائے کہ آپ کی اہل خانہ کو اب آپ پر بھروسا ہے۔ اس سے پہلے وہ آپ کے خلاف تھیں۔ اب یکایک آپ آگئے تو کسی کو کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اتنی آسانی سے آپ میں اُن میں صفائی ہو گئی ہے" مولوی صاحب نے کہا "اگرچہ یہ لغو اور مہمل خیالات ہیں مگر خیر میں اُنھیں اجازت دیتا ہوں کہ آج سے کل تک میری بی بی سے مل لیں۔ اور پرسوں آکے مجھے حساب سمجھائیں"

اُسی دن تیسرے پہر کو ہدو اور بُلاقی شاہ جا کے زینب سے ملے

بہ ر تو بہ ظاہر خوش اور مطمئن تھے مگر بُلاقی شاہ کا چہرہ اس قدر اُترا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا جیسے چھ مہینہ کا بیمار ہے۔ چنانچہ اُس نے ڈرتے ڈرتے زینب سے کہا" مولوی صاحب یہان کہین آس پاس موجود تو نہین ہین ؟" زینب نے اطمینان دلایا کہ وہ گھر مین نہین ہین۔ تب بُلاقی شاہ نے کہا " اور جو کوئی یہان قریب لگا ہو اُسے بھی ہٹا دیجیے۔ مین بالکل تنہائی مین گفتگو کرنا چاہتا ہون "

زینب " یہان کوئی نہین ہے۔ آپ کو جو کچھ فرمانا ہو بلا تکلف فرمایئے "

بُلاقی شاہ " سنیے۔ مین آپ کا کام ہاتھ مین لینے سے انکار کرتا تھا اور فقط اس خیال سے کہ عورتون کا اعتبار نہین۔ مگر آپ نے پہلے مرید ہو کے میرے دل مین جگہ پیدا کی۔ پھر بدو کو میرا مشیر بنایا اور اُن کامون کا بار مجھ پر ڈال دیا جن کو مین کر نہ سکتا تھا۔ مگر آپ کے اور آپ کے عزیزون کے بار بار اصرار کرنے سے قبول کر لیا۔ اس مین پہلی تو خرابی یہ ہوئی کہ بچو میرے دشمن ہو گئے۔ اور فقط اس لیے کہ وہ آپ کی صورت پر عاشق تھے۔ چاہتے تھے کہ مین آپ کو فریب دے کے آپ مین اُن مین ناجائز تعلقات پیدا کرا دون۔ اور مین ایسی باتون سے بھاگتا ہون۔ جب مجھ سے اُن کا مطلب نہ نکلا تو مجھ سے بگڑ کے خود ہی آپ کے دل مین جگہ پیدا کی۔ اور آپ کے ہم دم و ہمراز بن گئے۔ یہان تک کہ آپ اور وہ دونون یکایک بچھی پور سے غائب ہو گئے۔ اور ساری دنیا مین مشہور ہو گیا کہ آپ اُن کے ساتھ بھاگ گئین "

زینب ۔ (نہایت ہی برافروختہ ہو کے)" اے شاہ صاحب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہین ؟ آپ کو ایسی باتین میرے سامنے زبان پر لاتے شرم نہین آتی ؟ کسی کی مجال ہے کہ میرے نام پر ایک حرف بھی رکھ سکے ؟ مین جہان گئی تھی اُس کا حال ساری دنیا کو معلوم ہے۔ مین اپنے شوہر کے پاس گئی۔ رہی اور اُنھین کے ساتھ واپس آئی۔ اس کے بعد بھی کوئی مجھے بدنام کر سکتا ہے ؟"

بُلاقی شاہ " یہ تو اس آخری ہفتہ کا واقعہ ہے۔ اس کو مین نے مان لیا کہ آپ مولوی صاحب کے پاس گئی تھین مگر یہان بستی مین آپ کے اُن کے

تعلقات کی جو شہرت ہو رہی ہے اُس کو کون مٹا سکتا ہے؟ مین کس کس کا منھ پکڑ ونگا؟"

زینب۔ (ہدو سے) "بھائی تم ایسی باتین سُنتے ہو اور بولتے نہین؟ بھلا مین نے کبھی کوئی بدوضعی کی ایک بات بھی کی ہے؟"

ہدو۔ "اب مین کیا جانون؟ جو کہتے ہون اُن سے پوچھو۔ ہان سُنتا مین بھی ہون"

زینب۔ "اے وہ کون مونڈی کاٹا ہے جو مجھے بدنام کر سکے؟ موے کی زبان کھینچ لون! خیر اب اس ذکر کو جانے دیجیے۔ اور جو کچھ فرمانا ہو فرمایئے آپ میرے پیر ہین اور مین آپ کا ادب کرتی ہون۔ اور کوئی میرے سامنے ایسی بات کہتا تو اس کو بتاتی"

بلاقی شاہ۔ "میرا یہی ادب ہے کہ تمھاری وجہ سے مجھے مولوی محمد عظیم کے سامنے جاکے جواب دینا پڑے گا؟"

زینب۔ "تو آپ خود نہ جایئے بھائی ہدو کو اپنی طرف سے بھیج دیجیے۔ یہ سمجھا دین گے"

ہدو۔ "خوب۔ معاملہ شاہ صاحب کا ہے اور مین سمجھا دونگا۔ مجھے بیچ مین بولنے کا حق ہی کیا ہے؟"

بلاقی شاہ۔ "مین نے جو کچھ کیا ہے تمھارے مشورے سے کیا ہے؟"

ہدو۔ "مشورہ لینے کو آپ جس سے مشورہ لیتے وہ کوئی نہ کوئی رائے دے ہی دیتا۔ اصلی ذمہ داری آپ پر ہے۔ اور کوئی بیچ مین کیا بول سکتا ہے؟ مین صرف اس قدر کر سکتا ہون کہ جب آپ حساب فہمی کو جائین گے ساتھ چلا چلون گا"

بلاقی شاہ۔ "مگر مین تو اُن کے سامنے نہ جاؤن گا۔ چاہے اس مین کچھ ہی ہو جائے۔ جس شخص نے مجھے بیس آدمیون کے سامنے مارا اور گالیان دین اُس کا سامنا کرونگا؟ مگر زینب۔ اپنے پیر کو اس طرح ستانے کا بدلہ اچھا نہ پاؤ گی۔ میرا صبر پڑے گا۔ اور ایسی بدنام ہو گی کہ تم بھی یاد کرو گی

محمد عظیم نے تم کو دھوکا دے دیا مجھے نہین دے سکتے ؟"

زینب ۔" مجھے اُنھون نے کون سا فریب دیا ؟"

بلاقی شاہ ۔" اب تم اُن کے فریب ہی کو نہین جانتین تو مین کیا کہہ سکتا ہون ؟"

بدو ۔" بہن زینب ۔ تم بھی کتنی سیدھی ہو ؟ خدا نے عقل دی ہی نہین ہے ۔ مولوی صاحب دوسری پٹھانی بی بی اور اُس کے بیٹے بیٹیون کے ساتھ آ کے تم پر مسلط ہوگئے اور تم کو خبر نہین ہے ۔ دوسری بی بی تم سے صورت شکل مین اچھی ہے ۔ اُسی کی وجہ سے مولانا مالدار اور رئیس بنے ہین ۔ اولاد والی ہے ۔ اور اولاد بھی ایک نہین تین تین ۔ یہ فریب نہین تو کیا ہے کہ تم نے سوت اور سوتیلے بیٹے بیٹیون کو اپنے سر پر بٹھا لیا ہے ۔ چار روز کے بعد جب سب معاملے سلجھ جائین گے اور علاقے پر اُن کا قابو ہو جائے گا تو دیکھنا یہ سب مل کے تمھین کیسی جوتیان لگاتے ہین ؟"

زینب ۔ (متاثر و آبدیدہ ہو کے) "اب قسمت مین جوتیان ہی لکھی ہین تو مین اس کو مٹا نہین سکتی ۔ اور شاہ صاحب آپ تو کہتے تھے کہ اُن کا لڑکا مر گیا ؟ وہ تو اچھا خاصہ زندہ موجود ہے اور ساتھ آیا ہے ۔"

بدو ۔ (بلاقی شاہ کی طرف دیکھ کے اور ہنس کے) "آپ سچ کہتے ہین کہ انھین فریب دیا گیا ہے ۔"

بلاقی شاہ ۔" اے ابھی کیا ہے آگے چل کے دیکھنا کہ یہ کیسے کیسے فریبون مین مبتلا ہوتی ہین ۔"

زینب ۔ (متحیر و ششدر) "اے تو اس مین کون سا فریب ہے ؟"

بلاقی شاہ ۔" اُن کا اصلی لڑکا تو مر گیا ۔ ایک اور پٹھان کے لڑکے کو اپنا بیٹا بنا کے ساتھ لائے ہین ۔ تاکہ پٹھانون سے گہرے تعلقات رہین ۔ اور اُن کے برتے پر یہان سب پر حکومت کرین ۔"

زینب ۔" حضرت یہ تو مین نہ مانون گی ۔ کوئی کسی دوسرے کو اپنا باپ نہین قبول کر سکتا ۔"

بدو ۔" اس مین جھگڑا ہی کیا ہے ؟ مان لو کہ انھین کا لڑکا ہے تو اس سے

کیا تمھارا ہو جائے گا؟ تمھارا نہ وہ ہوتا اور نہ یہ ہوگا - ذرا بڑا ہونے دو۔ تمھیں ایسا ذلیل کرے گا کہ تم بھی یاد کرو گی "

زینب - (دبی زبان سے) "ہاں اس کا تو مجھے اندیشہ ہے - مگر بھائی پھر مین کیا کرتی؟ سرکاری مالگزاری دینے کے لیے روپیہ نہ تھا - تم نے جو تدبیر بتائی اُس مین سارا علاقہ بکا جاتا تھا "

بدو "کیا تم نے بڑی عقلمندی کا کام - مگر اس مین تم سے دو تین غلطیاں ہو گئین - اول تو تمھین گھر سے بے کسی کو خبر کیے یون یک بیک نہ غائب ہو جانا چاہیے تھا - اس مین تمھاری بڑی بدنامی و رسوائی ہوئی - دوسرے گئی تھین تو چاہیے تھا کہ بھائی مولوی محمد عظیم سے مالگزاری کے لیے روپیہ وصول کر لیتین مگر انھین اپنے ساتھ نہ لے آتین - اور خیر اُن کے لانے مین بھی اتنا مضائقہ نہ تھا - تم نے تو قیامت یہ کی کہ اپنی سوت اور اُس کے لڑکے کو سر پر لا کے بٹھا لیا - اب ہوتا یہ ہے کہ برس دو برس مین قبضہ حاصل کر کے وہ تمھین کونے مین بٹھا دے گا - ساری ریاست پر قبضہ کر لے گا - اور اگر بستی والے کچھ بولنے کا قصد کرین گے تو اپنے پٹھان رشتہ دارون کو لا کے بٹھا دے گا - پھر کسی کی مجال نہ ہوگی کہ چون بھی کر سکے "

زینب "یہ تو ہو چکا - اب اس کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟"

بلاقی شاہ "وہ تدبیر جب بتاؤن گا جب تم وعدہ کرو گی کہ اپنے میان کا اور میرا اسا منا نہ کراؤ گی -

زینب "اچھا - مین انھین سمجھا دون گی - آپ وہ تدبیر تو بتائیں"

بلاقی شاہ "تم گھر مین مشہور کر دو کہ خلیل ولد الجاریہ (اُن کی لونڈی کا لڑکا) ہے - اور آج ہی سے ہم لوگ بھی ساری بستی مین اس کی شہرت کر دین گے اس سے یہ فائدے ہون گے کہ وہ بستی مین کسی کے سامنے سر نہ اٹھا سکے گا اور کسی سے چار آنکھین کرنے کی جرأت نہ ہوگی - اور پھر ورثہ پانے کا بھی مستحق نہ رہے گا "

ہدو "واہ شاہ صاحب واہ! واللہ کیا بات پیدا کی ہے! مین تو اسے الہام کہون گا۔ یہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ بہن میری راے تو یہ ہے کہ تم چپکے سے ایک وصیت نامہ لکھوا کے اور اپنی مہر اور اپنے انگوٹھون کے نشان بنا کے شاہ صاحب کے پاس رکھوا دو جس مین صاف لکھا ہو کہ خلیل لونڈی بچہ اور مولےزادہ ہے۔ وقت پڑنے پر وہ کاغذ تمھارے کام آئے گا۔"

زینب کو اس مین کسی قدر تامل ہوا۔ مگر بُلاقی شاہ اور ہدو نے کم زور پا کے اس قدر بھرا اور انجام کی ایسی ایسی مہیب صورتین دکھائین کہ وہ وصیت نامہ لکھوا ہی کے چین لیا۔

غرض اس ملاقات مین بُلاقی شاہ نے اپنا مطلب بخوبی نکال لیا۔ اور مکمل وصیت نامہ لے کے اپنے گھر گیا۔ زینب نے حسب وعدہ مولوی محمد عظیم سے التجا کی کہ "مین جانتی ہون کہ تم سے بُلاقی شاہ سے صفائی نہین ہے۔ لیکن پھر بھی مجھے اُن کا ادب اور لحاظ ہے اور میرے پیر ہین۔ مین وعدہ کرتی ہون کہ اُن سے بہت ہی کم ملون گی۔ آپ بھی یہ خیال کر کے کہ مین اُن کے ہاتھ مین ہاتھ دے چکی ہون اتنا کرین کہ اُن کے ساتھ سختی نہ کرین۔"

مولانا۔ "سختی نہ کرون گا تو حساب فہمی کیسے ہوگی؟"

زینب۔ "حساب وساب کو رہنے دو۔ خالی اتنا کرو کہ آیندہ انتظام اپنے ہاتھ مین لے کے وہ مشکلین دُور کر دو جو مجھ پر آپڑی ہین۔ اُنھون نے اگر بڑا کیا ہے تو اپنی عقبیٰ خراب کی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ شاہ صاحب ہدو کے فریب مین آگئے۔ مین ہی نے کمبختی سے اُن کو صلاح دی تھی کہ کوئی کام بے ہدو سے پوچھے نہ کیجیے گا۔ اُنھون نے یہی کیا۔ ہدو نے اُنھین فریب دے دے کے اپنا گھر بھر لیا۔ اور بُلاقی شاہ بیچارے کو کچھ نہ ملا۔ اب ہدو سے جو کہتے ہین تو وہ دامن جھاڑ کے الگ ہوئے جاتے ہین۔ اور سارا بوجھ بُلاقی شاہ کی گردن پر پڑا جاتا ہے۔"

مولانا۔ (تعجب سے) "تم بھی کس قدر سادہ لوح ہو۔ ابھی کل تک تو ...

سخت ناراض تھیں۔ مجھے اسی لیے وہان سے لائین کہ ان دونون کو اُن کی بدمعاشی کی سزا دون۔ اب اُنھون نے سامنے بیٹھ کے دو باتین جو بنا دین تو پھر اُن کا دم بھرنے لگین! مگر خوب یاد رکھو کہ یہ بڑے مکار اور بدمعاش لوگ ہین۔ خدا جانے اتنے دنون مین تم سے کن کن کاغذون پر دستخط کرا لیے ہین؟ کیسی کیسی دستاویزین لکھوا لی ہین جو آیندہ رنگ لائین گی۔ اگر اُن سے اس وقت حساب فہمی بھی نہ کی جائے تو اس بات کا ضرور اطمینان ہو جانا چاہیے کہ اُن کے ہاتھ مین کوئی خطرناک دستاویز نہین ہے۔ اس وقت موقع ہے کہ حساب فہمی کا داب ڈال کے اُن سے اقرار کرا لیا جائے کہ اُن کے پاس کوئی دستاویز نہین ہے۔ اور اگر ہو اور آیندہ پیش کرین تو کالعدم سمجھی جائے۔"

مولانا یہ کہہ رہے تھے اور زینب دل مین یہ سوچ رہی تھی کہ اگر بُلاقی شاہ اور بدھو نے مل کے مجھے بے آبرو مشہور کر دیا تو پھر کہین کی نہ رہون گی۔ زندگی بھر کو کلنک کا ٹیکہ ہو جائے گا۔ جیسے ہی مولانا خاموش ہوئے بولی "لکھوایا دکھوایا اُنھون نے کچھ نہین ہے لیکن میری خاطر سے تم اُن کے حال پر رحم کرو۔ یہ اُن کے حال پر نہین خود میرے حال پر رحم ہے۔"

مولانا: "اگر تمھاری یہی خوشی ہے تو نہ سہی۔ مین اُس سے نہ بولون گا۔"

اس وعدے کے مطابق مولانا نے بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ نہ بُلاقی شاہ سے کچھ تعرض کیا نہ بدھو سے۔ صرف کاغذات بُلاقی شاہ سے منگوا لیے۔ اور تین چار دن تک اُن پر خوب غور کر کے اصلاح شروع کی۔ علاوہ پر دو ڈھائی لاکھ روپیہ زیادہ قرض نکلا۔ اُسے بی بی کو بتا کے اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ جو گاؤن فروخت ہو گئے تھے اُن کے متعلق کوئی کارروائی کرتے نہ بنی۔ اُن کی بنا پر بلاقی شاہ پر فوجداری مین سنگین مقدمہ چل سکتا تھا مگر محض بی بی کے خیال سے خاموشی اختیار کی۔ بجھی پور کی سکونت اختیار کر لی۔ یوسف خان کی ریاست کا دیہی مین مستقل رہے۔ چوتھے پانچوین اُن کے علاقے کا ایک دورہ کر آتے۔ بجو کی آرزو یہ تھی کہ بلاقی شاہ اور بدھو سے سخت بازپرس کی جائے اور وہ انتہا سے زیادہ ذلیل و تباہ ہون۔ مگر زینب کی کمزوری سے دل

کی حسرت دل ہی مین رہ گئی تاہم شب و روز اسی فکر مین لگے رہتے تھے۔ یہ سب حال پورا پورا بُلاقی شاہ کو بھی معلوم ہوگیا۔ اُس نے اپنا انتقام لینے کے لیے ہدو کو اُبھارا۔ اور اُنھون نے بچو کو زہر دے کے میدان صاف کر لیا۔

اب یوسف خان کا علاقہ کورٹ آف وارڈس سے چھوٹ گیا۔ یوسف خان نے مولانا سے اصرار کیا کہ اب بھی آپ ہی میری طرف سے منتظم رہین اور مجبوراً مولانا کو قبول کرنا پڑا۔ چونکہ کام کا بہت زیادہ ہجوم تھا اس لیے مولوی محمد عظیم نے کل کاروبار اپنے بیٹے محمد خلیل کے ہاتھ مین دے دیا جو اب جوان تھا اور عمدہ تعلیم پا کے کام کے قابل ہو گیا تھا۔

محمد خلیل کی نسبت ساری بستی مین بُلاقی شاہ کی بدذاتی سے مشہور تھا کہ مولوی محمد عظیم کی لونڈی کا لڑکا ہے۔ یہی نہین اُس کی مان کی نسبت ہر جگہ شہرت تھی کہ مولانا کی لونڈی ہے۔ زینب گو جانتی تھی کہ یہ بات بالکل جھوٹ ہے اور محمد خلیل کی مان شرافت و عزت کسی بات مین مجھ سے کم نہین۔ مگر بُلاقی شاہ اور ہدو نے ایسی پٹی پڑھا دی تھی کہ جس کسی سے ذکر آتا اُن کے بیان کی تصدیق کر دیتی۔ لیکن جب محمد خلیل کے ہاتھ مین علاقے کا انتظام ہوا تو وہ بار بار جا کے اُن سے ملتا۔ اور ایسی تعظیم و تکریم اور شائستگی و تہذیب سے پیش آتا کہ زینب باوجود نفرت اور دلی بغض کے اُس کا دم بھرنے لگی۔ اپنی ہر خواہش اور ضرورت اُس سے بیان کر دیتی اور وہ سب کام چھوڑ کے ایسی مستعدی سے بجا لاتا کہ دل مین بہت خوش ہوتی۔ غرض چند ہی روز مین زینب کو محمد خلیل سے ایسا ہی اُنس ہو گیا جیسا کہ خاص اپنے بیٹے سے ہوتا۔ دل مین پچھتاتی کہ ایسے نیک سعادت مند اور شریف النسب لڑکے کی نسبت بُلاقی شاہ کس قدر غلط افواہین مشہور کرتا ہے اور مین بھی تہمت لگانے مین اسی کا ساتھ دیتی ہون۔

اب مولوی محمد عظیم پھر خوش تھے۔ دو بی بیان کسی کے لیے عذاب ہون گی اُن کے حق مین رحمت الٰہی اور نعمت ربانی تھین۔ جو الگ الگ مکانون مین رہتین۔ اور کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔ اس لیے کہ زینب تو مصیبت اُٹھا کے

سیدھی ہو گئی تھی - اور زینت النسا باوجود پٹھان کی بیٹی ہونے کے ایسی نیک تھی کہ جہان تک بنتا سوت کی دلداری و اطاعت کرتی - اور بیٹے کو سمجھاتی کہ تم مجھے نہین زینب ہی کو اپنی مان سمجھو" یوسف خان نے تو جا کے اپنے وطن کی سکونت اختیار کر لی تھی - اور مولانا بھی سال مین چند روز کے لیے وہان چلے جاتے تھے - زینت النسا کے بطن سے خدا نے انھین دو لڑکیان بھی دی تھین جن مین سے ایک کا نام صفیہ تھا اور دوسری کا رضیہ - اب انھین فکر تھی کہ بیٹے کی کسی اچھی جگہ شادی کرین پھپھی پور مین انھین پسند نہ تھا اختر پور کے رؤسا مین جا بجا پیام دیا - اور آخر ایک معزز و دولت مند نواب کی بیٹی انجمن آرا بیگم کے ساتھ اُس کی شادی ہو گئی - محمد خلیل کو سسرال ایسی اچھی ملی تھی کہ زینب اور زینت النسا دونون خوش تھین اور سید خلیل کے تین بچون سید عابد علی سید زاہد علی اور سید ضابط علی کو بڑے لاڈ پیار سے پالتی تھین -

بیٹے کی شادی کر دینے کے بعد مولانا نے یوسف خان کے علاقہ کا نگران بھی محمد خلیل کو مقرر کرا دیا - وہی اپنی تنخواہ اُن کے نام جاری کرا دی - اور خود خانہ نشین ہو کے اپنے پرانے دینی و عالمانہ مشاغل مین مصروف ہو گئے - محمد خلیل کی یہ کامیابیان دیکھ کے ہرو اور بُلاقی شاہ دل ہی دل مین جلتے تھے - اگرچہ اُسے نسل اور نسب کے لحاظ سے خوب بدنام کیا تھا مگر پھر بھی اُس کی ترقیان اور کامیابیان شاق تھین - گھر کی ماما سے سازش کر کے ارادہ کیا کہ اُسے زہر دلوا دین - چنانچہ ایک دن کھانے مین زہر ملا کے دیا گیا - سید خلیل نے کسی عذر سے کھانا نہین کھایا - اور اُس کی مان غریب زینت النسا پر ان لوگون کا ذلیل حربہ چل گیا - کھاتے ہی خون کے دست آنے لگے - مگر مولانا کو طب مین بھی اچھی دستگاہ تھی فوراً علاج کیا - اور خدا خدا کر کے بی بی کو اچھا کر لیا -

اب مولانا کو بیٹھے بیٹھے تیسری شادی کا شوق ہوا - اعزا اور دوستون نے ہزار منع کیا ایک نہ سنی - اور شوکت گنج نام ایک بستی کے ایک نائکت

خاندان کی لڑکی کریمہ سے کچھ دے دلا کے عقد کر لیا جس سے اس بڑھاپے مین خدا نے اُنھین دو اور اولادین دین ایک روح اللہ اور ایک حیات اللہ جو سید خلیل کے لڑکون سے بھی چھوٹے تھے اور ابھی بچے ہی تھے کہ یکایک مولانا نے تین بیوائین چھوڑ کے سفر آخرت کیا۔ جن مین پچھلی بی بی ابھی بالکل کمسن اور سب سے زیادہ مصیبت زدہ تھی۔ مگر سعادت مند سید خلیل اپنی چھوٹی سوتیلی مان اور ننھے ننھے بھائیون کی خبر گیری کرتا تھا۔ خدا کو یہ بھی منظور نہ ہوا اور مولانا کی وفات کو پورا سال نہین ہوا تھا کہ سید خلیل نے بھی دنیا سے کوچ کیا۔ اور خاندان بیکس و بے بس رہ گیا۔

سترھوان باب

حرام زادے کی رسی دراز ہے

مولانا محمد عظیم اور سید خلیل دونون کا مرجانا اس پرانے معزز و دولت مند خاندان کے لیے قیامت سے کم نہ تھا۔ بُلاقی شاہ اور میان بدو کی بھر بن آئی۔ اور گویا بلّی کے بھاگون چھینکا ٹوٹا۔ افسوس اب یہ بھی نہ تھے جو شاید مزاحم ہوتے۔ اور ستم زدہ بیس ماندون کی کچھ مدد کرتے۔ دونون بدمعاش پھر زینب کے پاس پہونچے۔ اور ایسا مجبور کیا کہ اُسے بجز اس کے کہ اپنے کاروبار کو بے عذر اور بلا تامل اُن کے سپرد کر دے۔ کوئی مفر نہ نظر آیا۔ اول تو یہی دھمکی کافی تھی کہ ہم تم کو بدنام کر دین گے۔ اور ساری دنیا مین مشہور ہو جائے گا کہ تم سے ہم سے تعلق تھا۔ مگر اب اُنھون نے بعض ایسی جعلی دستاویزین بھی نکال کے پیش کر دین جن کو دیکھ کے زینب کو یقین آ گیا کہ اب میرے اختیار مین کچھ نہین ہے۔ جو کچھ ہے اُنھین لوگون کا ہے۔ خصوصاً ایک جعلی دستاویز جس پر زینب کے انگوٹھے دھوکا دے کے چھپوا لیے گئے تھے پھر اُس کے بعد دونون سوتون۔ اُن کے نابالغ بچون۔ روح اللہ اور حیات اللہ کے بھی دستخط کرا لیے گئے تھے۔ غرض زینب کے نام سے کچھ نہ تھی وہ بالکل اُنھین دونون بدمعاشون کے ہاتھ مین تھی۔ اور مولانا محمد عظیم

اور اُن کے قابل فرزند سید خلیل کی آنکھ بند ہوتے ہی اُن کی اولاد کا بھی پور مین رہنا دشوار ہوگیا۔ زینت النسا اور اُس کی اولاد کے لیے تباہی کی یہ وجہ ہوئی کہ اُس کے میکے سے جو کچھ روپیہ مولانا کو ملا تھا اُسی کو خرچ کر کے مولانا نے زینب کے علاقے کو بار سے سبکدوش کر دیا تھا۔ اب لے دے کے جو کچھ تھا زینب کا علاقہ تھا۔ زینت النسا کے روپئے کی بابت مولانا نے کچھ لکھا پڑھی بھی نہین کی تھی بیٹے کے مرتے ہی غریب فاقہ کرنے لگی۔ بدنصیبی سے اب اُس کے میکے مین بھی عجیب انقلاب ہوگیا تھا۔ یوسف خان نے چند روز ہوئے اپنے وطن مین شادی کی۔ اور شادی کے دو ہی تین مہینہ بعد عین عنفوان شباب مین دنیا سے چل بسا۔ اُس کے مرتے ہی جائداد پر سسرال والون نے قبضہ کر لیا جو اِس کے روادار نہ تھے کہ زینت النسا اُن کے گھر مین قدم بھی رکھے۔ غرض جب اور کوئی صورت بسر کی نہ نظر آئی تو زینت النسا بچون کو لے کے اپنی بیٹی صفیہ کے پاس چلی گئی۔ باقی رہی تیسری کمسن بیوہ کریمہ اور اُس کے بچے اُن کا کہین ٹھکانا ہی نہ تھا۔ زینب کو اُن سے نہ کچھ ایسا اُنس تھا اور نہ اُس کے اختیار مین کوئی بات تھی۔ بُلاقی شاہ نے پہلے اُنھین چند روز فقر و فاقہ مین مبتلا رکھا۔ پھر کچھ دینا شروع کیا تو اپنی اُسی بدمعاشی اور جعل سازی کی چال سے۔ اُس کے دل مین کھٹکا تھا کہ شاید یہ لڑکے بڑے ہو کے ہاتھ پاؤن نکالین۔ اس لیے ایک جعلی دستاویز مرتب کرائی جو کریمہ اور اُس کے نابالغ بچون کی طرف سے سید خلیل کے نام تھی۔ اُس مین کریمہ نے اقرار کیا تھا کہ مجھے اپنے شوہر کا اور میرے بچون کو اپنے باپ کا پورا ترکہ وصول ہوگیا۔ اور دَین مہر کو مین نے معاف کیا۔ لہذا اب مولانا محمد عظیم کی جائداد اور متروکہ کے متعلق ہم مین کسی کا کچھ حق نہین باقی ہے۔ اور جب یہ دستاویز لکھوا کے اُن سب کو ورثہ سے بالکل محروم کر لیا اور بُلاقی شاہ اور بدھ کو پورا اطمینان ہوگیا کہ اب ان سے کوئی اندیشہ نہین ہے تو کبھی کبھی دو چار روپیہ جو ترس کھا کے دے دیا کرتے تھے وہ بھی

موقوف کر دیے - اور سوا اس کے کہ غریب کریمہ گھر کا اثاثہ بیچ بیچ کے پیٹ پالے اور کوئی صورت نہ تھی - اس وقت اُنھین یہ بھی غنیمت نظر آیا کہ مولانا نے شادی کرتے ہی کریمہ کو ایک مکان رہنے کے لیے دے کے اُس کے نام لکھ دیا تھا - اور اُس مین گرہستی کا تھوڑا بہت سامان بھی اپنی حیثیت کے موافق جمع کر دیا تھا - مصیبت کے وقت چند روز تک وہی اُن کے لیے قوت لایموت کا ذریعہ ہو سکا -

کریمہ شریف کی لڑکی تھی اور عالم و فاضل شوہر کا طور طریق دیکھ چکی تھی - باوجود افلاس و مصیبت کے لڑکون کی تعلیم مین جہان تک بنتا کوشش کرتی - اور اُنھین حتی الامکان لکھاتی پڑھاتی - مگر نہ کوئی خبرگیران تھا - نہ کوئی پُرسان حال - نہ تعلیم ہی اچھی ہو سکی اور نہ اخلاق ہی درست ہو سکے - روح اللہ کچھ شُدبُد ہو گیا اور صرف اس قابل تھا کہ بیس پچیس روپئے کی نوکری کر کے اپنا پیٹ پال لے - مگر چھوٹا لڑکا حیات اللہ بالکل ہی نالائق نکلا - جب بسر کی کوئی صورت نہ نظر آئی تو گھبرا کے بیوی بچون کو لے کے گھر سے بھاگ کھڑا ہوا اور طرح طرح کی تکلیفین اُٹھاتا - مصیبتین جھیلتا اور فاقے کرتا ہوا صفدر پور مین پہونچا جہان اُس کے شرمناک حالات خاندان کے لیے موجب رسوائی ہو گئے - اور وہ بھی محض بُلاقی شاہ کے عزیزون کی شرارت سے - جو ابتدا سے انتہا تک اس شریف خاندان کی تباہی ہی کے درپے رہے - اور اگرچہ بالکل تباہ نہ کر سکے مگر بہت کچھ نقصان پہونچایا - اسی واقعہ سے کریمہ کے ہاتھ پاؤن کٹ گئے - انجمن آرا بھی بچون کو لے کے اپنے میکے چلی گئی - بلاقی شاہ نے زینب کو طرح طرح کی تکلیفین دینا شروع کین - مکان مین جتنی عورتین تھین سب کو نکال باہر کیا - صرف وہ چند عورتین رہنے دین جو اُن کی ساختہ و پرداختہ تھین اور زینب کے حق مین ایک عذاب الٰہی بنی ہوئی تھین - اب زینب زندگی سے بیزار تھی - اپنے گزشتہ عیش و آرام کو یاد کرتی اور پھوٹ پھوٹ کے روتی - دراصل اب اُس پہ اُس کی گزشتہ لغزشون کا عذاب دنیا ہی مین

ہو رہا تھا۔ ہدو اُس پر حکومت کرتے۔ بات بات پر اُسے گالیاں دیتے اور وہ صبر و شکر سے بیٹھ کے سُنتی اور دم نہ مارتی۔ بُلاقی شاہ مہینہ میں ایک آدھ بار آکے مل جاتا اور کہتا "خبردار ہدو کے حکم سے باہر نہ ہونا ورنہ جو کچھ تمھیں بسر کرنے کے لیے ملتا ہے یہ بھی موقوف ہو جائے گا۔"

زینب چاروں طرف نظر دوڑاتی اور کوئی ہمدرد نہ نظر آتا۔ کریمن کو بھی اُس سے ملنے کی قطعاً ممانعت تھی۔ دروازے پر جو آدمی رہتا اُسے تاکیدی حکم تھا کہ خبردار اس عورت کو نہ جانے دینا۔ ایک دن زینب ایک عزیز کے وہاں مہمان گئی۔ وہاں اتفاق سے کریمن کا سامنا ہو گیا۔ اور اُسے الگ کونے میں لے جا کے اپنا دردِ دل سُنایا۔ کریمن نے کہا "بی بی کیا کروں آپ کا حال سُن سُن کے میرا دل کیسا دُکھتا ہے۔ مگر کیا کروں مجھے آنے کی ممانعت ہے؟ مجال نہیں کہ آپ کی ڈیوڑھی کے اندر قدم رکھ سکوں۔"

زینب۔ (ایک ٹھنڈی سانس بھر کے) "آہ! زبردست مارے اور رونے نہ دے۔"

کریمن "مجھ سے جو فرمایئے گا اُس کے لیے حاضر ہوں۔"

زینب "تو اتنا کریں کہ بغیر کسی کو خبر کیے اختر پور میں چلی جائیں۔ وہاں انجمن آرا سے مل کے میری حالت بیان کریں۔ اگر وہ آجاتی تو شاید یہ لوگ کچھ دیتے۔ اُس کے میکے والے عزت اور لیاقت کے لوگ ہیں۔ اگر وہ میری مدد کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے تو شاید میں اس عذاب سے چھوٹ جاتی۔"

کریمن "میں بی بی ضرور جاؤں گی۔ اور اُن کا پتہ لگا کے یہ سارا حال سنا دوں گی۔ بلکہ کہہ دوں گی کہ آپ نے بُلایا ہے۔"

اُس نیک عورت کا دل زینب کی حالت دیکھ کے اس قدر دُکھ گیا تھا کہ دوسرے ہی دن روانہ ہو گئی۔ اور خدا جانے کن کن گھروں کی خاک چھان کے انجمن آرا کے پاس پہونچی۔ مگر افسوس اُس کی ساری محنت بیکار رہی گئی۔ اول تو انجمن آرا کے والد کا انتقال ہو گیا تھا

بھائیون مین ترکہ کے متعلق جھگڑا ہوا - قانون دان مشیرون نے عدالت مین مقدمہ دائر کرادیا - اور مختار دھوکے دے دے کے اور لڑ لڑ کے ساری جائداد کھا گئے - عدالت نے تقسیم شرعی تو کرادی مگر جس چیز کی تقسیم کرائی وہ محض برائے نام تھی - اس لیے کہ مقدمہ بازی مین دونون پر اس قدر قرض ہو گیا تھا کہ ساری جائداد بیچ کے بھی ادا نہ کر سکتے - چنانچہ مقدمہ ختم ہوتے ہی وہ نکبت و فلاکت مین پڑ کے تلاش معاش مین کسی طرف نکل گئے - غنیمت یہ ہوا کہ انجمن آرا کو اپنا ورثہ البتہ مل گیا - جس سے اتنی آمدنی تھی کہ اوسط درجے کی زندگی بسر کر لیتی -

انجمن آرا تعلیم یافتہ بی بی تھی - اور تعلیم کی قدر اور ضرورت جانتی تھی - خود فاقہ کرتی مگر لڑکون کی تعلیم مین غفلت نہ کرتی - پوری طرح نگران رہتی - رات کو پاس بیٹھ کے اُنھین سبق یاد کرنے پر مجبور کرتی - اور ہر وقت اسی فکر مین لگی رہتی کہ بچون مین اچھی لیاقت پیدا ہو جائے - اسی حالت مین کریمن نے پہونچ کے زینب کا پیام پہونچایا اور کہا "اُنھون نے بڑی منت و سماجت سے کہا ہے کہ یہان آکے میری جان بچایئے ورنہ ان ظالمون کے ہاتھون بے موت مرجاؤن گی" انجمن آرا کل حالات جانتی تھی - اور زینب کے تمام واقعات سُن چکی تھی بولی" مین تو اپنے بچون کی تعلیم کے لیے یہان پڑی ہون - دو دن کے لیے بھی ہل کے کہین نہین جا سکتی - یہ مجبوری نہ ہوتی تو ایسی جگہ جا کے بیٹھتی کہ کسی کو میرا پتہ نہ لگتا - اُن کی حالت جانتی ہون - اُن کی متلوّن مزاجیان اور اُن کے سیدھے پن کا سب حال سُن چکی ہون - یہ جو کچھ ہوا خود اُنھین کا کیا ہے - مین آکے کیا بنا لون گی؟ اُن کی عنایت سے میرے شوہر اُن کی لونڈی کے جنے تھے - یہ بچے اُنھین کے ہین - جب اُن کو کوئی حق ہی باقی نہ رہا تو پھر مین وہان آکے کیا کرون گی؟ مجھے اُن کی مصیبت پر بے شک ترس آتا ہے - اور میرا زور چلے تو اُنھین کسی بات

کی تکلیف نہ ہونے دون۔ مگر اُنھون نے تو مجھے اس قابل ہی نہین رکھا کہ اُن کے کام آؤن "

کریمن " بیوی مین آپ کا پیام تو پہونچادون گی مگر سنتے ہی اُن کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اُن کی حالت نہایت ہی رحم کے قابل ہے۔ ہزار کچھ ہو پھر آپ کی ساس ہین۔ یہ اس کا وقت نہین ہے کہ اُن کی اگلی غلطیان یاد دلائی جائین۔ آپ وہان چلین گی تو معلوم ہوگا کہ وہ بی بی جو زندگی بھر عزت و حرمت سے رہی اور جس کے احسانون سے بستی کا کوئی آدمی نہین بچا تھا آج کوڑی کوڑی کو محتاج ہے اور وہ لوگ اُسے کھڑے ہو کے ڈانٹتے ڈپٹتے اور باتین سناتے ہین جو کل تک اُس کے غلام تھے اور اُسی کے گھر سے پلے ہین "

انجمن آرا " پھر کس کے ہاتھون ؟ کسی اور کا کیا ہے ؟ "

کریمن " اُنھین کا کیا ہے۔ مگر یہ وقت بدلا لینے کا نہین بلکہ ترس کھانے کا ہے ؟ "

انجمن آرا " مین ترس کھا کے کیا بنا لون گی ؟ بھلا اکیلی مین آکے اُن بدمعاشون کا مقابلہ کر سکتی ہون ؟ وہ زندہ ہوتے تو چلے آتے۔ رہے میرے لڑکے۔ اُن کو مین پڑھنے کا حرج کرکے اس کام مین نہین لگا سکتی۔ میری طرف سے یہی جا کے کہہ دو کہ آپ کی حالت سُن کے مجھے بڑا قلق اور افسوس ہوا۔ مگر مین بے والی و وارث ہون۔ وہان آکے کیا بنا لون گی ؟ "

کریمن نے لاکھ خوشامد کی مگر انجمن آرا نے کچھ سماعت نہ کی۔ اور وہ ناکام واپس گئی۔ لکھنؤ پہونچ کے کئی دن تک اُسے زینب سے ملنے کا موقع نہ ملا۔ مگر زینب اسی خیال سے خود ہی ایک دن ایک دوسرے عزیز کے وہان مہمان گئی۔ کریمن وہان جا کے ملی اور کہا کہ " بی بی وہ تو نہین آتین۔ اور آئین تو کس برتے پر ؟ تنہا ہین۔ اور مردون مین کوئی ایسا نہین جو اُن کی خبر لے۔ پھر وہ یہان آکے کیا بنا لین گی ؟ "

یہ جواب سُن کے زینب نے ایک آہ دل دوز کھینچی اور خاموش ہو رہی

اُس کی آخری امید انجمن آرا اور اُس کے بچون سے وابستہ تھی۔ اُدھر سے یاس ہوئی تو چُپ ہوگئی چندسال خاموشی سے ظلم کے برداشت کیے آخر کُڑھتے کُڑھتے بخار آگیا اور ایسا شدید بخار کہ کسی طرح نہ اُترا۔ گھر والون مین سے کسی نے خبر نہ لی۔ اگرچہ دو چار مامائین اور پرانی خادمہ گلشن موجود تھین۔ مگر سب بلاقی شاہ سے ڈرتی تھین اور اندر باہر سب زینب کی موت کے آرزومند تھے۔ بُڑھاپے کے سخت بخار مین دوا درمان درکنار کسی نے کھانے پینے تک کی خبر نہ لی۔ نہ کوئی پاس پھٹکتا تھا۔ نہ کوئی بات پوچھتا تھا۔ زینب تنہا پڑی کراہا کرتی تھی۔ غفلت سے آنکھ کھلتی تو ایک ایک کو پکارتی۔ مگر کسی کے کان پر جون نہ رینگتی۔ کوئی یہ بھی نہ کرتا کہ اُٹھ کے پانی پلادے یا پیشاب پائخانے کے لیے اُسے پکڑا کے پائخانے تک لے جائے۔ کپڑے خراب اور ناپاک ہو رہے تھے۔ پیاس کی شدت سے زبان خشک تھی۔ اور پاؤن رگڑ رہی تھی۔ مگر کوئی پرسان حال نہ تھا۔ آخر اسی حالت مین تڑپ تڑپ کے ایک ہی ہفتہ کے اندر دنیا سے رخصت ہوگئی۔

اُس کی آنکھ بند ہوتے ہی گھر پر بلاقی اور ہدو کا قبضہ ہوگیا۔ جنھون نے دفن کفن کا سامان شروع کیا۔ میان ہدو نے کل بھائی بندون قرابت دارون اور ساری بستی مین ایک چکر لگایا کہ تجہیز و تکفین مین شریک کرین۔ اور دکھانے کے لیے جنازہ بڑی دھوم دھام سے اُٹھایا جاے۔ بلاقی شاہ نے موقع پا کے سارے گھر کا جائزہ لیا اور نقد جواہرات اور زیور اور دیگر قیمتی اشیا کی قسم سے جو کچھ پایا اُڑا دیا۔ ایک آناً فاناً مین ساری دولت بلاقی کے گھر مین پہونچ گئی۔ اُس نے دل مین خیال کیا کہ یہ آخری موقع ہے۔ اگر اس مین بھی میان ہدو شریک ہون گے تو جو کچھ ہاتھ آئے گا اُٹھالے جائین گے۔ آج مجھے ہرگز نہ چُوکنا چاہیے۔ غرض جب تک ہدو آئین آئین بلاقی شاہ نے گھر مین جھاڑو دے دی۔

اس کے بعد زینب کا جنازہ بڑے کروفر سے اُٹھا جس کے ساتھ سب سے بڑے رونے اور ماتم کرنے والے بلاقی شاہ اور ہدو تھے۔

تیسرے دن سوم کی صحبت ہوئی۔ جس مین قرآن خوانی کے بعد عام بستی والون کے سامنے زینب کی وراثت کا معاملہ اس عنوان سے پیش کیا گیا کہ مُلاقی شاہ نے سب لوگون کی طرف مخاطب ہو کے کہا " آپ سب صاحب جانتے ہین کہ مرحومہ نے اپنی فضول خرچیون اور بدعنوانیون سے اپنی ساری جائداد تباہ کر دی۔ مین نے جب زیادہ روکنا شروع کیا تو اُنھون نے مجھ سے چھپا چھپا کے گھر کی قیمتی چیزین بیچنا شروع کر دین۔ وہ دیکھتی تھین کہ دنیا مین میرا کوئی وارث نہین ہے۔ اور شاید اسی خیال سے چاہتی تھین کہ بعد کے لیے کچھ چھوڑ نہ جائین۔ اُنھون نے توریاست کے گاؤن کو بھی فروخت کرنا شروع کر دیا تھا۔ بہت سے اچھے گاؤن بیچ ڈالے جن مین سے اکثر میان ہُد کے قبضے مین ہین۔ اور اگر مین زبردستیان کر کر کے نہ روکتا تو جس قدر علاقہ بچا ہے شاید یہ بھی نہ باقی رہتا۔

برائے نام اُن کے شرعی وارث بہت سے ہین مگر کچھ ایسے واقعے پیش آئے کہ اب ان مین سے کوئی بھی ترکہ پانے کا مستحق نہین رہا۔ سب سے پہلے زینت النسا کی اولاد ہے۔ یہ لوگ اول تو محجوب ہین۔ اس لیے کہ اُن کے باپ سید خلیل مرحومہ کی زندگی ہی مین مر گئے۔ قطع نظر اس کے سید خلیل کی نسبت ساری دنیا جانتی ہے کہ لونڈی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ زینت النسا کسی کے گھر کی لونڈی تھی جسے مولوی محمد عظیم نکال لائے تھے اور اپنی حرم بنا لیا تھا۔ خود مرحومہ نے اُن کے بیٹے سید خلیل کی نسبت باوجودیکہ بہت محبت کرتی تھین بارہا اقرار کیا کہ مولے زادے اور ولدالجاریہ ہین۔ مولوی محمد عظیم البتہ اُنھین اپنا بیٹا بتاتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ ساری جائداد اُنھین کو ملے۔ مگر اتفاق سے مجھے اُنھین کے کاغذون مین اُن کے والد کا لکھا ہوا ایک وصیت نامہ مل گیا جس پر اُن کی مہر موجود ہے اور جس مین وہ صاف لکھتے ہین " ہمارے خاندان مین ولدالجاریہ کو میراث نہین ملتی۔ اور میراور ثہ کبھی لونڈیون کی اولاد کو نہ ملے " اس وصیت نامہ کو مولوی محمد عظیم چھپاتے تھے۔ اور کبھی کسی کے سامنے

اس کا ذکر نہین کیا۔ مگر خدا کو تو منظور تھا کہ اُن کے والد کی وصیت عالم آشکارا ہو وہ میرے ہاتھ لگ گیا" یہ کہہ کے بُلاقی شاہ نے وہ وصیت نامہ سب کے سامنے پیش کر دیا۔ جسے اُس نے بڑے اہتمام سے بنوایا تھا۔ مولوی محمد عظیم کے دستخط وقیچہ سے اُن کے والد کی مہر نکال کے اُس پر چھاپ دی تھی۔ اور مہر کو غائب کر دیا تھا۔

اس وصیت نامہ کو جب کئی آدمی دیکھ چکے تو بُلاقی شاہ نے پھر یہ گفتگو شروع کی۔ "اس وصیت نامے نے زینت النسا اور سید خلیل کی اولاد کو اگر کچھ مل بھی سکتا تھا تو اُس سے محروم کر دیا۔ رہی مولوی محمد عظیم کی تیسری بی بی کریمہ اور اُس کی اولاد اُن کو سید خلیل نے باپ کے مرتے ہی دے دلا کے ورثے سے باز دعویٰ لکھا لیا تھا۔ اُس پر خود کریمہ اور اُس کے بیٹوں کی مہرین ہین۔ اور اقرار ہے کہ شوہر اور باپ کا ورثہ مل گیا۔ باقی جو کچھ ہے دیگر ورثہ کا ہے ہمارا اُس مین کوئی حق نہین۔ یہ کہہ کے وہ جعلی دستاویز بھی پیش کر دی جو کریمہ سے لکھوالی تھی۔

اس کے بعد بُلاقی شاہ نے خود زینب کا ایک وصیت نامہ پیش کیا جس مین اُس نے اپنے گاؤن گھر کی لونڈیون اور بُلاقی شاہ کی لڑکیون کے نام لکھ دیے تھے۔ بدّو کو اس بات کی خبر ہو گئی تھی کہ زینب کے مرتے ہی بُلاقی شاہ گھر کی ساری جمع جتھا اُڑا لے گیا۔ اس موقع پر رخنہ اندازی پر آمادہ تھے۔ ان کے تیور دیکھ کے بُلاقی شاہ نے اُن کے کان مین کہا "اس وقت خاموش رہیے۔ ہمارا آپ کا تصفیہ آپ کی خوشی کے مطابق ہو جائے گا" یہ اشارہ پا کے خاموش رہے۔ اور بُلاقی شاہ نے جو کاغذات پیش کیے تھے اُنھین کے مطابق سارے بھائی بندون نے فیصلہ کر دیا۔ اگرچہ دل مین سب جانتے تھے کہ یہ ساری کارروائی جعل سازی کی ہے۔ مگر اُن کو مخالفت کرنے کی کوئی وجہ ہی نہین نظر آ سکتی تھی۔ اور ان لوگون کا زور اس قدر بڑھ گیا تھا کہ کسی کو ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی جرأت بھی نہ ہو سکتی تھی۔

اٹھارھوان باب

حق بہ حقدار

بلاقی شاہ جب اپنے اطمینان کے موافق پورا انتظام کر چکا تو زینب کی وفات کی خبر انجمن آرا کو ہوئی۔ وہ ایک عالی ظرف اور بلند حوصلہ شریف زادی تھی افسوس کر کے بیٹھ رہی۔ اور پھپھی پور جا کے وہان کے انتظامات مین دخل دینے کا نام بھی نہ لیا۔ مگر گرد و پیش کے تمام لوگون نے اُبھارا۔ اور کہا "آپ کو ضرور جانا چاہیے۔ آپ کے سوا اور ہی کون ہے؟ اور آپ نہ دخل دین گی تو کون دے گا؟ اگر آپ کو اپنے لیے فکر نہین تو اپنے لڑکون کا تو خیال کیجیے۔ وہ نہ کہین گے کہ امان جان نے اپنی بے پروائی سے ہمارے حقوق مٹا دیے؟" یہ سُن کے انجمن آرا نے بڑے بیٹے سے جو باپ کے ننہالی تعلقات کے باعث سید عابد علی خان کہلاتے تھے مشورہ کیا۔ عابد علی خان کی تعلیم اب تکمیل کو پہونچ چکی تھی۔ نہایت ہی شائستہ اور ذی ہوش نوجوان تھے۔ انھون نے راے دی کہ میرے نزدیک تو آپ کو چلا ہی جانا چاہیے اگر اپنے حقوق کی نہین پروا ہے تو بھی خیال کرنا چاہیے کہ آبائی وقعت و عزت خاک مین ملی جاتی ہے۔ بیٹے کو راضی دیکھ کے انجمن آرا نے سب بچون کو ساتھ لیا اور پھپھی پور مین آپہونچین۔ زینب کے تمام ترکہ کا فیصلہ ہو چکنے کے بعد بلاقی شاہ اور ان دونو مین سخت اختلاف ہو گیا تھا۔ وجہ یہ کہ بلاقی شاہ کے دل سے یہ داغ کسی طرح نہ مٹتا تھا کہ مولانا محمد عظیم کے خاندان کو تباہ مین نے کیا۔ میرے ہی اعتبار اور اثر سے زینب ہر کام کرنے کو تیار ہو گئی۔ اور آخرت کی ساری ذمہ داریان میرے سپرد ہین۔ اور مین ہی عقبی مین جوابدہ ہون گا۔ مگر فائدہ جو کچھ اُٹھایا ہدو نے اُٹھایا۔ ایک مفلس و نادار شخص سے رئیس سے رئیس بن گئے۔ اور مین وہی بھانڈ کا بھانڈ رہ گیا۔ آخر ایک دن جی کڑا کر کے اُس نے ہدو سے کہا۔ اب میدان پورا صاف ہو گیا۔ کوئی جھگڑا کرنے والا یا دعوے دار نہین باقی ہے

اور جو ہیں بھی تو مین نے اُن کے ہاتھ پاؤن کاٹ دیے ہین - اس لیے اب انصاف یہ ہے کہ جو کچھ ریاست میرے ذریعہ سے تم نے پیدا کی ہے اگر سب نہین تو آدھی مجھے بانٹ دو - تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ حق اس مال غنیمت مین میرا ہے ؟

یہ سنتے ہی ہدو آپے سے باہر ہو گئے - اور بولے " ابے اپنا بھانڈ ہونا بھول گیا ؟ تیرا کام ناچنا ڈھول بجانا اور نقلین کرنا ہے - ریاست اور جائداد سے تجھے کیا واسطہ ؟ بھائی لچو مر گئے - ہم دونون نے تجھے براے نام کھڑا کیا تھا کہ تیری شاہ صاحبی چمکا کے کچھ تھوڑا بہت تجھے چٹا دین - اور باقی خود اُڑا لین - ہم خاص خاندانی لوگ ہین اور ملکی ہین - بھلا جائداد ہمارے گھر سے کہین جا سکتی ہے ؟ تیرے لیے یہی بہت ہے کہ بہت سی رقمین مار مار کے مفت مین مالدار بن گیا - اور تو نے کیا ہی کیا ہے ؟ ساری تدبیرین ہماری بتائی ہوئی تھین - اور ہماری ہی جوتیون کا صدقہ ہے جو تو شاہ صاحب بنا ہوا ہے - اور گھر مین اتنی جمع ہے کہ زندگی بھر کھاے ؟

بلاقی شاہ کا حوصلہ ہی کیا ہے یہ جواب سُن کے اتنی تو جرأت نہ ہوئی کہ چار آنکھین کرے - نظر نیچی کرکے بولا " مگر آپ نے یہ اچھا نہین کیا - اگر مین بھانڈا پھوڑ دون تو جو کچھ ملا ہے سب چھن جاے - اور کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جایئے ؟

ہدو - (طیش سے) " تو کیا کھا کے چھنوا لے گا ؟ وہ ٹیپین کھانا بھول گیا (مسکرا کے) بھانڈ ہے نہ اسی لیے بھانڈا پھوڑے گا - ابے ہمارے ظرف کو نہین دیکھتا کہ بہن زینب کے مرنے کے دن ہم تو باہر ہی رہے اور تو نے ساری جمع جتھا جو کچھ نقد گہنا پاتا اور زر و جواہر ہاتھ آیا اندر ہی اندر اُڑا دیا - اور اس طرح ہضم کر گیا کہ ڈکار تک نہ لی ہم نے جو اس وقت تک زبان سے نہین نکالا تو تو جانتا ہے ہمین خبر ہی نہین - ابے ہم ملکی ہین - ... بھلا کوئی خبر چھپ سکتی ہے ؟ اگر تو نے حماقت کا

نام کبھی لیا تو گھر نہ لٹوا دیا ہو تو میرا نام بدل دو نہیں۔"

یہ سنتے ہی بلاقی شاہ کی بڑھیا مرگئی۔ ایسا خاموش ہوا کہ پھر جواب نہ بن آیا۔ مگر دل ہی دل میں انتقام کا موقع ڈھونڈنے لگا۔ اب اُسے ہر چیز سے زیادہ غصہ اس بات کا تھا کہ مجھے بے وقوف بنا کے سارے محلے والوں اور آزادوں اور مجھی کو ایسا ذلیل کرتے ہیں۔"

اس جھگڑے کو مہینہ ہی دو مہینے ہوئے تھے کہ بلاقی شاہ نے سنا انجمن آرا بیگم اپنے بال بچوں کے آگئی۔ اور مولوی محمد عظیم کے گھر میں اُتری ہے۔ سنتے ہی اپنا انتقام لینے کا خیال یاد آگیا۔ فوراً دوڑا گیا۔ اور ڈیوڑھی پر جاکے اندر کہلا بھیجا کہ "بلاقی شاہ حاضر ہے۔" انجمن آرا اس کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف تھی۔ بڑے بیٹے عابد علیخان سے کہا "اس موئے سے جاکے کہدو کیا اب میرا گھر لوٹنے کو آیا ہے؟ کیا ابھی بے ایمانی سے پیٹ نہیں بھرا؟" عابد علیخان نے کہا "امان جان ایسی اُکھڑی اُکھڑی باتوں سے کیا فائدہ؟ پہلے مجھے ٹٹولنے تو دیجیے کہ یہ کس ارادے سے آیا ہے۔ اس کا منشا معلوم ہونے کے بعد دیکھا جائے گا۔ ہمیں اپنے دادا اور دادی کی جائداد اسی سے مل سکتی ہے۔ اور سب اسی کا کیا دھرا ہے۔ اگر اس کو ملائے کام نکل سکتا ہو تو کیوں بگاڑا جائے؟"

انجمن آرا نے کہا "بیٹا۔ تمہیں کو ان لوگوں سے سابقہ پڑے گا۔ اور جو کچھ ہے تمہارے ہی لیے ہے۔ میں گھر کی بیٹھنے والی کیا سمجھ سکتی ہوں؟ جاؤ اس سے ملو۔ اور جو مناسب جانو کرو۔ مگر خبردار اس کے فریب میں نہ آنا۔ خوب یاد رکھو کہ یہ نہ کبھی تمہارا دوست ہو سکتا ہے۔ اور نہ کبھی صفائی سے مل سکتا ہے۔"

عابد علی خان۔ "تو میں اس سے کب صفائی سے مل سکتا ہوں؟" یہ کہہ کے باہر گئے اور نہایت ہی اخلاق کے ساتھ پیش آئے۔ بلاقی شاہ نے ان سے بھی زیادہ فروتنی اور محبت ظاہر کی۔ کہنے لگا "میں تو آپ کے گھر کا ایک خاندانی غلام ہوں۔ جیسا خادم فرمانبردار آپ کی دادی زینب مرحومہ کا تھا ویسا ہی آپ کا ہوں۔ مگر افسوس آپ کی والدہ صاحبہ نے آنے میں بڑی دیر لگائی۔ اور نہ مجھے خبر تھی کہ کہاں ہیں۔ میں نے مرحومہ کی وفات کے بعد

لاکھ لاکھ پتہ لگایا مگر کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ اُس وقت اگر آپ آ گئے ہوتے تو آپ کی دلداری میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھتا۔ مگر افسوس آپ نے غفلت کی۔ مرحوم لونڈی بچوں اور غلاموں اور بعض غیروں کے نام اپنی ساری جائداد کی وصیت کر گئیں۔ اور وہی لوگ اُن کے بعد قابض ہوگئے۔ اگر اُس وقت آپ موجود ہوتے تو میں سو طرح کی فکریں کرتا۔ مگر یہ نہ ہوتا کہ آپ جو اصلی حقدار ہیں محروم رہ جائیں۔"

عابد علی خان "آپ کوشش کریں گے تو اب بھی مشکل نہیں ہے۔ ہم لوگ تو آپ ہی بزرگوں کے بھروسے پر یہاں آئے ہیں۔" یہ سنتے ہی بُلاقی شاہ کے دل میں ایک آگ کی بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ بدلہ لینے کا خیال چمک گیا۔ اور بولا "مگر اب آپ کو بڑے جھگڑوں میں پڑنا ہوگا۔"

عابد "جھگڑوں میں پڑنے کے لیے ہم آئے ہی ہیں۔"

بُلاقی "تو ایک تدبیر بتاؤں۔ مگر دیکھیے یہ راز ہے۔ اور اس کے بعد ہم آپ علانیہ طور پر نہ ملیں۔ فقط اشاروں سے ایک دوسرے کو اطلاع دے دیا کریں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔"

عابد "کسی کو خبر نہ ہوگی۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی کوئی بات آپ کی مرضی کے خلاف نہ کروں گا۔"

بُلاقی "اصل یہ ہے کہ آپ کے گھر کی ساری دولت میری اور ہردو کی سازش سے برباد ہوئی۔ مگر میں نے کچھ نہیں پایا جو کچھ تھا فریب دے دے کے ہردو لے گئے۔ اور اُسی حرام کی کمائی سے آج بستی کے رئیس اعظم بنے ہوئے ہیں۔ اُن کے مشورے سے بیسیوں جعلی دستاویزیں بنائی گئیں۔ جن میں سے دو ایک اب بھی میرے پاس موجود ہیں۔ وہ ساری دستاویزیں ہردو اور اُن کے عزیزوں کے نام ہیں۔ آپ مجھ پر اور اُن پر دونوں پر دعویٰ کر دیجیے میں آپ کو چند بہت اچھے گواہ بھی دوں گا۔ اور اب بستی کے لوگ ہردو سے اس قدر جلے ہوئے ہیں کہ اگر آپ دعویٰ کر کے مقابلے کو کھڑے ہو جائیں گے تو سب آپ کا ساتھ دیں گے۔ مگر میں بہ ظاہر ہردو کا دوست بنا رہوں گا۔

اور اُن کو ایسا فریب دون گا کہ اُنھین مجھ پر پورا بھروسہ رہے - اور بھروسہ نہ کرین گے تو کیا کرین گے ؟ سارا راز میرے ہاتھ مین ہے - پھر اس کے بعد جب میرا بیان ہوگا تو بڑا مزہ آئے گا اور سارا فریب عدالت کے سامنے کھول کے رکھ دون گا - اور اس طرح کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اُن کے خلاف ہون

عابد - (سوچ کے) "ایسا نہ ہو کہ لعل کو آپ سے نکل جائین"

بُلاقی - "خلاف کرنا ہوتا تو آپ سے کہتا ہی کیون ؟ بیٹا قول مردان جان دارد - (آبدیدہ ہو کے) مجھے تو جب یہ خیال آجاتا ہے کہ آپ کے خاندان کی تباہی میرے ہی ہاتھ سے ہوئی تو کلیجہ پر سانپ لوٹ جاتا ہے اور ڈرنے لگتا ہون کہ دیکھیے میرا کیا انجام ہوتا ہے - شاید اس طرح آپ کی خدمت کرکے مین گناہ کے اس بار سے کسی قدر ہلکا ہو جاؤن ؟"

عابد - "مین آپ کی اس ہمدردی کا شکرگزار ہون - اور دو ہی چار روز مین کسی وکیل سے مشورہ کرکے مقدمہ دائر کر دون گا"

بُلاقی شاہ - "ہان وکیل سے رائے ضرور لیجیے - اور مقدمہ کا جو اسلوب وہ قائم کرین اُس سے مجھے بھی آگاہ کر دیجیے تاکہ میرا بیان اُس کے موافق ہو - بلکہ وہ وکیل صاحب جو بتائین وہی مین عدالت مین کہون"

عابد - "اس عنایت کا شکریہ میرے امکان سے باہر ہے - خدا نے آپ کی صورت مین مجھے ایک نہایت ہی سچا ہمدرد بزرگ عنایت کیا ہے سچ کہتے ہین ؏ مردے از غیب برون آید و کارے بکند"

بُلاقی - "کہنے سننے کی ضرورت نہین - آپ دیکھین گے کہ مین کیا کرتا ہون -"

اس کے بعد بُلاقی شاہ رخصت ہو کے اپنے گھر گیا اور عابد علیخان بیٹھ کے سوچنے لگے کہ اُس پر کہان تک بھروسہ کیا جائے - اُنھین حیرت تھی کہ ایسا ذاتی دشمن دوست کیون بن گیا ؟ جس نے ہمارے خاندان کو فریب دے دے کے تباہ کیا ہو اور مکر و فریب کے سوا کبھی ایمانداری سے کام نہ لیا ہو اُس کی بات کا اعتبار کرنا اندیشہ سے خالی نہین ہے - سوچتے سوچتے ان کے ذہن مین یہ بات آئی کہ یہ فقط ہدو کے ساتھ دشمنی کرنے کے لیے ہمارا دوست

بننا چاہتا ہے - اور کوئی تعجب نہیں کہ دل میں یہ منصوبہ گانٹھ رہا ہو کہ بدو کو مجھ سے زک دلوا دے اور اس کا فائدہ خود اُٹھا لے - بہر حال مجھے اس سے کام ضرور لینا چاہیے - اور جو کچھ کیا جائے وکیل سے پوچھ کے کیا جائے -

گھر میں جا کے عابد علیخان نے سارا واقعہ ماں سے بیان کیا - انجمن آرا نے بھی یہی کہا کہ "بیٹا اس سے ڈرتے ہی رہنا - اس کے کاٹے کا منتر نہیں ہے - خدا جانے کیا فریب سوچا ہو - مگر خیر تم کسی مشہور اور لائق وکیل سے صلاح لو - اس کا سارا حال بھی بیان کر دو - پھر جو وہ تدبیر بتائے کرو "

پچھی پور میں وکیل کہاں - عابد علیخان دوسرے ہی دن اختر پور میں جا کے اپنے ایک دوست وکیل سے ملے اور مشورہ کیا - اُنھوں نے سُن کے اور خوب غور کر کے کہا " میں ایک دفعہ اس بُلاقی شاہ سے بھی مل لیتا تو ٹھیک رائے قائم کرتا" عابد علیخان نے بہت ہی مخفی طور پر خط بھیج کے بُلاقی شاہ کو بلوایا اور اُس کا بیان سنتے ہی وکیل صاحب مقدمہ دائر کرنے پر آمادہ ہو گئے - غرض ہفتہ کے اندر ہی دعوی عدالت میں دائر کر دیا گیا - جیسے ہی سمن بدو اور بُلاقی شاہ کے پاس پہونچا بدو گھبرا کے بُلاقی شاہ کے پاس دوڑے آئے - اور کہا " اگرچہ مجھ سے تم سے بگاڑ ہو گیا تھا مگر اب ایسا معاملہ پیش آگیا ہے کہ ہماری تمھاری دونوں کی خیریت اسی میں ہے کہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں "

بُلاقی شاہ " تم نے جو چاہے کیا ہو مگر میں تمھارا ساتھ دینے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہوں ؟ تم تو پھر اچھے رہو گے ساری ذمہ داریاں میرے سر تھیں بیلے تو میں پکڑا جاؤں گا "

بدو " کوئی گھبرانے کی بات نہیں - اگر ہم میں تم میں موافقت رہی تو کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا - اور دیکھ لینا کہ یہ ونڈ . عابد علی کیسا ذلیل ہوتا ہے "

بُلاقی " تمھارا ہی سہارا ہے میرے تو بھئی حواس جاتے رہے "

اب مقدمہ چلنا شروع ہوا - عابد علیخان پچھی پور کے لوگوں سے ملے

تو انھیں علی العموم اپنا ہی طرفدار پایا۔ اور سب گواہی دینے کو تیار تھے۔ بُلاقی شاہ نے جو عابد علیخان سے گواہ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ یوں پورا ہوا کہ اُس کا سگا بھائی مداری جو پڑھ لکھ کے ذرا ہوشیار ہوگیا تھا اُس سے ٹوٹ کے عابد علیخان سے آملا۔ وہ ادھر عابد علیخان کے پاس آیا اور اُدھر بُلاقی شاہ بہت ہی مضطربانہ صورت بنائے ہوے ہدو کے پاس دوڑا گیا اور کہا "بڑا غضب ہوا۔ میرا بھائی مداری آج مجھ سے آپ ہی آپ لڑا اور ٹوٹ کے دشمنوں سے جا ملا!"

ہدو "یہ اچھا نہیں ہوا۔ مگر خیر دیکھا جائے گا۔ تمھارے مقابل میں اُس کی کچھ چل نہیں سکتی۔"

مقدمہ میں دعوی یہ تھا کہ جتنی دستاویزیں ہیں اور جن کی بنیاد پر زینب کی جائداد ہدو اور بُلاقی شاہ کے عزیزوں اور دیگر اشخاص کے نام منتقل ہوئی ہیں سب جعلی ہیں۔ اور اُن کو دونوں مدعاعلیہوں نے بنایا ہے

دعوے کی شہادتیں بڑی زبردست گزریں۔ بستی کے تمام شریفوں نے بُلاقی شاہ اور ہدو کو جعل ساز بتایا۔ اور پورے واقعات بیان کر دیے کہ کس طرح زینب تباہ کی گئی۔ خصوصاً مداری نے بعض دستاویزوں کی نسبت بتایا کہ میرے علم میں بنائی گئیں۔ جوابدہی میں ہدو نے کل باتوں سے انکار کیا۔ صرف اس چیز کا ثابت کرنا دشوار ہوا کہ ابتداءً وہ بالکل مفلس تھے ایسی ایسی بڑی رقمیں جو زینب کو قرض دیں تو کہاں سے لا کے دیں؟ بُلاقی شاہ کا یہ بیان تھا کہ میں لکھا پڑھا نہیں ہوں۔ زینب کو اپنے شوہر سے ہدو نے لڑا دیا۔ اور اُنھیں کے مشورہ سے میں نائب اور مختار مقرر ہوا۔ میں نے عذر کیا تو زینب نے کہا آپ برائے نام کام کو اپنے ذمہ لیں۔ سارا انتظام ہدو کریں گے۔ اور آپ جو کام کریں اُن سے پوچھ کے کریں۔ بلکہ جو وہ بتایا کریں وہی آپ کیا کیجیے۔ لہذا یہ جو کچھ ہوا ہدو کے ہاتھ سے ہوا۔ ہدو کی سوالات میں اُس نے یہ بھی قبول کر لیا کہ فقیر بننے کے بعد جب میں پچھمی پور میں آیا ہوں تو

ہدو اور بچو نے راستے مین مل کے وعدہ کیا تھا کہ میری فیتری چمکا کے زینب کے میان مولوی محمد عظیم کی مخالفت کرین گے - اور اس سے فائدہ اٹھائین گے اور خاندانی بغض نکالین گے ؎

الغرض کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ عدالت کو ہدو کی جعل سازی کا پورا ثبوت مل گیا - اور فیصلہ مین یہ الفاظ تھے کہ " ہدو نے ایسا کام کیا ہے کہ فوجداری مین بھیج دینے کے قابل ہے - لیکن محض اس خیال سے کہ یہ شخص ایک شریف خاندان سے ہے اور یہ اُس کا پہلا جرم ہے درگزر کیا جاتا ہے - بلاقی شاہ بھی یقیناً جرم مین شریک تھا مگر وہ جاہل اور بے وقوف ہے جس کو آگے کرکے ہدو نے فائدہ اُٹھایا - لہٰذا اُس سے بھی مین تعرض کرنا نہین چاہتا مگر زینب کے علاقے مین جتنے انتقالات اور لین دین کے معاملات ہدو اور اسکے اعزہ و اقارب کے ساتھ ہوئے ہین اُن سب کو مین ناجائز خیال کرتا ہون - زینب کا وصیت نامہ بھی قطعاً جعلی ہے - اس کی کوئی وجہ نہ تھی کہ زینب اپنے خاص اعزہ کو محروم کرکے لونڈیون اور غلامون کو اپنی جائداد دے جاتی - یہ کہا جاتا ہے کہ انجمن آرا کا شوہر سلیم خلیل ایک حرم کا لڑکا ہے - بخلاف اس کے کافی ثبوت موجود ہے کہ اُس کی معزز ماں زینت النسا بیگم روہیلکھنڈ کے ایک بہت ہی شریف اور معزز و محترم دولت مند خاندان کی لڑکی تھی جس کا باضابطہ نکاح ہوا - اور اُسے جہیز مین دو لاکھ روپیہ ملے - زینب کی جائداد اُس کے شوہر محمد عظیم کے نام دونون کی زندگی ہی مین منتقل ہو چکی تھی جس کا ثبوت مدعی نے بہت کافی درجہ تک بہم پہنچایا ہے - لہٰذا اب اُس ساری جائداد کا مستحق عابد علیخان اور اُس کے بھائیون اور ماں کے سوا کوئی نہین ہے - اور مین اُنھین کے حق مین زینب کی ساری جائداد کی ڈگری دیتا ہون "

یہ فیصلہ سُن کے ہدو کے پاؤن کے نیچے سے زمین نکل گئی - اُف کر کے کلیجہ پکڑ لیا - اور جب ذرا حواس ٹھکانے ہوے تو کہا " افسوس بدمعا

فقیر بُلاقی شاہ نے دغا دی - مین اُسے دوست سمجھا ہوا تھا - مگر وہ بدلہ لینے کے لیے دشمنون سے مل گیا - پھر دل مین کہا اچھا سمجھون گا - اور اپیل دائر کی - مگر اپیل منظور نہ ہوئی - اور جب گھر بار اور ساری جائداد پر قرقی آ پہونچی تو ہدو پریشان حالی و شکستہ دلی کے ساتھ دامن جھاڑ کے گھر سے نکلے اور قرقی لانے والے چپراسیون سے کہا "خیر میری قسمت مین تو یہ ہونا تھا اب تم بُلاقی شاہ کے مکان پر بھی قرقی لے جانا - زینب کی ساری جمع جتھا اور اُن کے تمام زر و جواہر اُس کے گھر مین ہین - مین نے تو صرف گاؤن پائے تھے اصلی دولت تو وہی لیے بیٹھا ہے"

اُس کی خبر بلاقی شاہ کو پہونچی تو ہوش جاتے رہے - دل مین ڈرا کہ اگر خدانخواستہ میرے گھر کی تلاشی ہوئی تو کل چیزین برآمد ہو جائین گی - اگرچہ عابد علیخان کا ارادہ نہ تھا کہ اُس سے کسی قسم کی بازپرس کرین - مگر چور کا دل کتنا؟ ایسا گھبرایا کہ ہدو کے یہ الفاظ سنتے ہی گھر چھوڑ کے بھاگ گیا - اُس کو غائب دیکھ کے مداری نے یہ چالاکی کی کہ ساری نقد جائداد اور کل زیور و جواہرات کو لے کے اور گھر مین جھاڑو دے کے مع بال بچون کے کسی طرف نکل گیا - بُلاقی شاہ پندرہ بیس روز بعد بھائی کے مال و دولت لے کے غائب ہو جانے کا حال سُن کے واپس آیا - مگر مداری کا پتہ نہ لگا - وہ جو بھاگا تو بھاگتے بھاگتے سلطنت کی قلمرو سے نکل گیا - اور ایک اور سلطنت کے شہر صفدرپور مین پہونچ کے دم لیا - وہان پہونچ کے جب اطمینان ہوا تو اُس دولت کی وجہ سے رئیس بن گیا اور اُس کے بیٹے مقصود اور پوتے رمسوا نے عیاشی و شہوت پرستی مین ساری دولت اُڑا دی -

غرض قدرتی طور پر ہدو اور بُلاقی شاہ دونون کو اپنے اعمال کا بدلہ مل گیا - اور سید خلیل کے تینون بیٹے عابد علیخان زاہد علیخان اور ضابط علیخان ساری جائداد کے مالک ہوئے - مولوی محمد عظیم کی تیسری بی بی کریمہ کے لڑکے روح اللہ اور حیات اللہ البتہ آبائی ورثہ سے محروم رہے -

اس لیے کہ اول تو اُن کی طرف سے کوئی پیروی کرنے والا ہی نہ تھا۔ اور دوسرے ورثہ سے بازدعویٰ دینے کی جو دستاویز اُن سے لکھوائی گئی تھی اُس پر کسی قسم کا اعتراض نہین ہوا - اور چونکہ اُس پر خود اُن کے دستخط موجود تھے اور یہ درج تھا کہ سید خلیل سے روپیہ لے کے وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوئے اس لیے اُس کے کالعدم قرار پانے کی کوئی بنیاد ہی نہ تھی - اُن کی محرومی افسوس کے قابل تھی - اور اپنی محروم القسمتی کی وجہ سے اُنھین سید خلیل کی اولاد پر رہ رہ کے حسد آتا مگر کیا سکتے تھے - غرض اُن کی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی - اور پچھی پور کے رئیس اعظم انجمن آرا کے تینون بیٹے ہی قرار پا گئے -

اُنیسوان باب

"سلف ان کے وہ تھے خلف اُن کے یہ ہین"

ہمارے قصبات مین اور خاصۃً اُن لوگون مین جو زمیندار ہین اور ملکی کہلاتے ہین - بغض وحسد اور کینہ و عناد کی کوئی حد و نہایت نہین ہے جسے دیکھیے اپنی غرض کا بندہ ہے اور اپنے نفس کا ہی خواہ - کسی کا دل کسی سے صاف نہین ہے - ہر شخص شب و روز دوسرے کی تباہی کے درپے ہے - اور نتیجہ یہ ہے کہ ایک دوسرے سے لڑکے سب تباہ ہوئے جاتے ہین - بغض و عناد ان لوگون مین اہل عرب کی جاہلیت کی کینہ پروری کی طرح نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہتا ہے - اور جب تک ہم رتبہ لوگون کا پورا پورا استیصال نہ ہو جائے نہین ختم ہوتا - یہی واقعات پچھی پور کے اُن خاندانون مین پیش آئے - مگر خاندانی کینہ جوئیون کے واقعات سے پہلے ضرورت ہے کہ نسل مابعد کے اُن لوگون کو ہم پہچنوا دین جن کو ان جھگڑون سے تعلق ہے -

سید محمد خلیل اور انجمن آرا کے تینون بیٹون حامد علیخان زاہد علیخان اور رضا علیخان کے نام ہمارے ناظرین کو معلوم ہو چکے ہین یہ لوگ

باپ کی طرف سے سید تھے - مگر سید محمد خلیل چونکہ ایک بہت اعلیٰ درجہ کے شریف
پٹھان خاندان کے نواسے تھے اس لیے سید کے ساتھ خان کا لفظ بھی اُن کے
نامون کا جزو لازمی ہوگیا - بڑے بھائی عابد علیخان گھر ہی پر مقیم رہے اور
خاندانی ریاست کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیا ہے - خاندانی جائداد کے علاوہ
تقریباً دو سو روپیہ ماہوار آمدنی کی ذاتی جائداد اُنھون نے پیدا کی ہے - اُن کی
فیاضی - رحم دلی - اور شریف النفسی کی وجہ سے پچھمی پورہ کے تمام لوگ اُن کا
دم بھرتے ہین - اور اُن کے حکم پر جان دینے کے لیے تیار ہوجاتے ہین - دوسرے
بھائی زاہد علیخان کو علم وفضل کا شوق ہوا - بہت ہی بے شر آدمی تھے -
جائداد کے جھگڑون سے بہت ہی الگ رہے - آخر کرم گنج نام ایک شہر مین
جاکے سکونت اختیار کرلی - اور بہت کچھ نقد دولت پیدا کی ہے - تیسرے
بھائی ضابط علیخان صفدر پور مین جاکے دو سو روپیہ ماہوار کے نوکر ہوگئے
اور اطمینان وفارغ البالی سے زندگی بسر کرنے لگے ہین -

عابد علی کو خدا نے ایک لڑکا دیا ہے جس کا نام احمد کریم ہے اور ایک بیٹی
ہے جس کا نام طیبہ ہے - زاہد علیخان کے پانچ بیٹے ہین - محمود متقی خان -
سعید الدین خان رحیم الدین خان علی الدین خان اور داؤد علیخان یہ پانچون
بڑے لائق وفائق ہین - اور سب نے بجائے خود عزت وحیثیت حاصل کی
محمود متقی دو سو روپیہ ماہوار کے نوکر ہین - رحیم الدین پچاس روپیہ ماہوار کے
نوکر تھے کہ معظمہ مین جاکے رہ گرائے عالم جاودان ہوگئے - مگر اپنی یادگار
کریم الدین نام ایک بیٹا چھوڑ گئے ہین جو ڈیڑھ سو کا نوکر ہے - اور دو بیٹیان ہین
سعید الدین سب بھائیون سے زیادہ لائق وفائق ہین - ہمدرد ہین - فیاض ہین
اُولوالعزم ونیک سیرت ہین عالم وفاضل ہونے کے علاوہ انھون نے طب
مین بھی کمال حاصل کیا ہے اور چھ سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہین علی الدین
نے گھر پر قیام کرکے خاندانی جائداد کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیا تھا مگر جب
اُن کا انتقال ہوگیا تو دوسرے بھائی داؤد علیخان نے نوکری چھوڑ کے وطنی
ریاست کو سنبھالا -

تیسرے بیٹے ضابطہ علی خان کے دو فرزند ہین - ایک شوکت علی اور دوسرے شاکر علی -
شاکر علی تو اعتدال پسندی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے مگر شوکت علی صاحب نے
کچھ ایسی غیر معمولی اُولوالعزمی اور بلند حوصلگی پائی تھی کہ ساری قابلیتین اور
سارے خطابات بغیر کسی کے دیے خود ہی حاصل کر لیے - سارا خاندان زمیندار
تھا یا صاحب علم وہ یک بیک بے پوچھے گچھے نواب صاحب بن گئے - اور
چاہے کوئی ذاتی جوہر ہو یا نہ ہو صرف زبان کی قوت سے سب کمالات
پیدا کر لیے - سچ پوچھیے تو یہ بھی اپنا جواب نہین رکھتے - اُنھین اپنے
اعزاز و خطابات کے لیے اس کی پروا ہی نہین کہ اصل مین کچھ ہے بھی
یا نہین - بھی پورے لوگ اگرچہ اُن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین مگر
اُنھین اپنی عام ناموری کی دُھن مین ایسی باتون کا خیال نہین ہوا کرتا -

یہ تو مولانا محمد عظیم کا خاندان تھا - اب بُلاقی شاہ کے خاندان سے بھی
ہمارے ناظرین مل لین - اس لیے کہ ہدو اور بچو دونون کے جھگڑے
اُن کی زندگی کے ساتھ ختم ہو گئے - کینہ جوئی و فتنہ پردازی اور کیادی و
مکاری کے کرشمے فقط بُلاقی شاہ کی نسل سے وابستہ ہین - یہ تو ہمارے
دوستون کو معلوم ہے کہ بُلاقی شاہ قوم کا بھانڈ تھا - اُس کے بھائی مداری
نے جب دیکھا کہ بھائی جان ولی اللہ بنے ہین تو وہ تھوڑا بہت لکھ کے
منشی جی بن گیا - اور آبائی پیشہ چھوڑ کے صاحب عزت شریفون مین اُٹھنے
بیٹھنے لگا - مداری کے بیٹے مقصود نے بھی چچا کی طرح گیروے کپڑے پہن لیے
اور گنڈے تعویذ کے ذریعہ سے لوگون مین آمد و رفت پیدا کی - دہات کا
قاعدہ ہے کہ نو عمر لڑکے بستی کے معمر و سن رسیدہ لوگون کو چاہے وہ کوئی
ہون اور کیسے ہی ذلیل و خوار ہون کسی رشتہ کے بزرگ کی طرح یاد کیا کرتے
ہین - چنانچہ میان مداری کو کوئی چچا کوئی ماموں - کوئی دادا کوئی نانا کہتا
اور وہ بھی سب کو اپنا خرد ہی خیال کرتے - اس کی ابتدا پہلے مداری اور
بُلاقی شاہ کے باپ سے ہوئی تھی جو مولانا محمد عظیم صاحب کو ماموں کہا کرتا
تھا - اس کے معاوضہ مین سید خلیل سلار و کو بھائی کہہ کے یاد کرنے لگے

پھر جب مداری نے گلابو نام ایک آوارہ رنڈی گھر مین ڈال لی تو اُسے سید خلیل نے بھاوج کہنا شروع کیا۔ اسی گلابو کے بطن سے مقصود پیدا ہوا۔ اُس کی شادی پڑوس کی ایک ڈومنی لاڈلی سے ہوگئی۔ اُس کے پیٹ سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک رسوا اور دوسرا مبتلا۔ مبتلا کا عقد ایک دیہاتی قوال کی بیٹی چھبیلی سے ہوگیا۔ اور اُس سے دو لڑکے ہوئے جن کے اصلی نام مراد اور بابو تھے مگر اپنی حرکتون کی وجہ سے ساری بستی مین مردک اور بُوبک کے لقبون سے مشہور ہوگئے۔ دوسرے بھائی رسوا نے ایک میراثن پکڑ کے گھر مین بٹھائی جو بستی مین پگلی کہلاتی تھی۔ اس سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکون کے نام لوگون نے باپ کے نام کی رعایت سے بدنام اور بدذات رکھ دیے۔ اور لڑکی کو شہرت کے دربار سے فضیحت خطاب ملا۔

رسوا حسب دستور عام تینون بھائیون عابد علیخان زاہد علیخان اور ضابط علیخان کو بھائی اور سید خلیل اور روح اللہ اور حیات اللہ کا جب ذکر آتا ہے تو انھین چچا کہہ کے یاد کرتا ہے۔ اس کے جواب مین محمود متقی اور ان کے چارون بھائی مبتلا اور رسوا کو چچا اُن کی جورُون کو چچی اور لاڈلی ڈومنی کو دادی کہا کرتے ہین۔

مگر ان زبانی رشتہ داریون کے ساتھ ساتھ بُلاقی کے عزیزون مین خاندانی بغض اُسی طرح چلا جاتا تھا۔ مولوی محمد عظیم کے خاندون مین سے جو کوئی عزت پیدا کرتا بُلاقی شاہ کی نسل مین سے کسی نہ کسی کو اُس پر حسد ضرور آتا۔ اور کوشش کرتا کہ جس طرح بنے انھین ضرر پہونچائے۔ یہ ہم بیان کر چکے ہین کہ ضابط علیخان صفدرپور مین ایک معزز خدمت پر ممتاز تھے۔ اور مداری اور مقصود اور رسوا بھی گھر سے بھاگ کے صفدرپور مین گئے تھے۔ اُن لوگون نے انھین ذی عزت و ثروت دیکھا تو اُن سے مل کے گذشتہ دغابازیون سے معافی مانگی۔ اور کہا یہان غریب الوطنی مین چاہیے کہ ہم آپ کے مطیع و فرمان بردار رہین اور ہم مین آپ مین میل جول رہے۔

ضابط علیخان نے اُس کی کچھ پروانہ کی اور مقصود نے اُن کے پاس آمدورفت بڑھانا شروع کی۔ چندروز مین اول درجے کا دوست بن گیا۔ تھوڑے سے زمانے کے بعد ایک دن رورو کے کہنے لگا "بھائی اب تو فاقے نہین برداشت ہوسکتے۔ آخر غربت مین کب تک بے روزگار پڑے رہین؟ ہمارے مربی دنیا مین آپ ہی ہین۔ اور پرخدا ہے اور نیچے آپ ہین۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ کس کے پاس جا کے دُکھڑا رؤمین۔ اُس کے رونے پر ضابط علیخان کو ترس آگیا۔ دوچار روز مین کوشش کرکے اُس کے بیٹے رسوا کو بیس روپیہ مہینے کا نوکر رکھوادیا۔ رسوا نے بدنامی سے بچنے کے لیے اپنا نام توکل قرار دیا۔ مگر فقط نام رکھ لینے سے کیا ہوتا ہے؟ جس کی جو سرشت ہو وہ نہین جاتی۔ چنانچہ گھر سے جو زروجواہر لایا تھا سب عیاشی اور شہدپن مین اُڑادیے اور نوبت فاقہ کشی کی آگئی تھی۔ اب بیس روپیہ کا نوکر ہوا تو پھر وہی شہدپن سوجھا۔ اور جو کچھ پیدا کرتا عیاشی مین اُڑادیتا۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ حیات اللہ رسوا کی بہن کو بھگا کے لے گیا تھا۔ وہ بھی ادھر اُدھر کی ٹھوکرین کھا کے صفدرپور مین پہونچا۔ یہان کسی دفتر مین نوکری مل گئی۔ جب تھوڑا بہت اطمینان ہوا تو اپنی مان کو بھی بُلوالیا۔ اور شریفانہ زندگی بسر کرنے لگا۔ سوء اتفاق سے ایک دن کسی صحبت مین ضابط علیخان سے ملاقات ہوگئی۔ اور باتون باتون مین ایک دوسرے کو پہچان گئے۔ حیات اللہ نے ضابط علیخان کو جیسے ہی پہچانا اُٹھ کے لپٹ گیا۔ ضابط علیخان نے کہا "یون تو تم میرے چچا ہو مگر افسوس تم نے ایسی حرکت کی ہے کہ مین کیا ہمارے عزیزون مین سے کوئی بھی تم سے ملنا نہ پسند کریگا۔ حیات اللہ نے اظہار ندامت کرکے کہا "بے شک مجھ سے بڑی بیہودہ حرکت ہوگئی تھی۔ مگر اب اُس آفت سے نجات مل گئی۔ اُس عورت نے آخر تک نہ نباہی۔ مین مخدوم پور مین تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کے کسی کے ساتھ بھاگ گئی۔ مین نے بھی اُس کی پروانہ کی۔ اور ایک شریف گھرانے مین شادی کرلی۔ میری یہ بی بی دہین کی ہین۔"

ضابطہ علیخان " یہ سن کے میں بہت خوش ہوا - گو کہ یہ نہیں جانتا کہ تمھاری بی بی کیسے خاندان کی ہیں اور کون ہیں مگر بھانڈ کی پوتی تو نہیں ہے بستی میں تو لوگ نام نہ رکھ سکیں گے " اس کے بعد سے ضابطہ علیخان نے حیات اللہ کا ادب کرنا شروع کیا - اُن کی بی بی سے ملے - اُن کی دو پیاری بھتیجیوں ریحانہ اور مرجانہ کے ساتھ جو اُنکے پاس تھیں اپنی سگی بہنوں کا سا برتاؤ کرنے لگے - یہ لڑکیاں بہت ہی خوبصورت شائستہ اور تمیز دار تھیں -

ایک دن رسوا نے ضابطہ علیخان کو حیات اللہ کے ساتھ خوردوں کا سا برتاؤ کرتے دیکھ کے پوچھا " یہ کون ہیں ؟ " ضابطہ علیخان نے اُن کا پتہ دیا تو نام سُن کے پہلے تو شرمایا - مگر خاندانی بے غیرتی ندامت پر غالب آئی اور پوچھنے لگا " میری بہن ان کے ساتھ تھیں وہ کہاں ہیں ؟ " ضابطہ علیخان کو اُس کے منھ پر ان واقعات کا اظہار کرتے شرم آتی تھی مگر اُسے بیحیائی سے پوچھتے دیکھا تو دل میں کہا " اسے ان باتوں کی غیرت کیوں ہونے لگی ؟ جو کچھ حیات اللہ سے سُنا تھا بیان کر دیا - یہ سُن کے رسوا پہلے تو کسی قدر برافروختہ ہوا - پھر بولا " ہو گا بھی مجھے کیا ! " اور بے حیائی کا خدا بھلا کرے حیات اللہ سے راہ و رسم بڑھانے لگا - حیات اللہ پہلے تو اُس کا سامنا کرنے جھجکتے تھے مگر اُسے بے تکلف دیکھ کے خود بھی بے تکلف ہو گئے -

اسی اثنا میں اُس نے حیات اللہ کی دونوں بھتیجیوں کے حسن و جمال کی تعریف سُنی بہن کا بدلہ لینے کو بڑی لڑکی ریحانہ پر عاشق ہو گیا - اور چونکہ بدمعاشی اور بدذاتی اس کے خمیر میں داخل تھی لوگوں میں مشہور کرنے لگا کہ جس طرح میں ریحانہ پر عاشق ہوں اُسی طرح وہ مجھ پر مرتی ہے روز ملنے جلنے والوں سے کوئی نیا قصہ تصنیف کر کے بیان کرتا - کبھی کہتا کہ آج پیاری ریحانہ میرے یہاں آئی تھی - یا فلاں مقام پر مجھ سے ملی تھی - اور میرے شانے پر سر رکھ کے گھنٹوں روتی رہی - کبھی کسی بلند آدمی لونڈے یا چھوکری کو کوئی عاشقانہ خط لکھ کے دیتا کہ لوگوں کی آنکھ

بچا کے ریحانہ کے ہاتھ مین [illegible] ریحانہ غریب ایسے واقعات دیکھ کے
گھبرا جاتی - خطون کو بے دیکھے [illegible] دیتی - مگر آپ لوگون سے کہتے
پھرتے کہ اُس ظالم نے عجب سو[illegible] خطون مین جواب دیا ہے -
لوگون کے دکھانے اور اپنی سع[illegible] ظاہر کرنے کے لیے حیات اللہ
سے نہایت ہی ادب و تعظیم کے س[illegible] - اُن کی تعریفون کے پُل باندھ
دیتا - اور پیٹھ پیچھے جا کے اُن کی [illegible] تعریف مین قصیدہ خوانی اور
اپنے عشق کے اظہار مین غزلسرائی [illegible]

کبھی کبھی یہ حالات حیات اللہ [illegible] بھی ہوجاتے - مگر وہ اس
اندیشے سے کہ لڑکی بدنام ہوگی کسی [illegible] زبان سے نہ نکالتے -
اُن کی اس کمزوری سے رسوا کو اور [illegible] مجبور ہو کے
اُنھون نے خورشید علی نام ایک نوجوان [illegible]
کر دی - اس واقعہ نے رسوا کی بدمعاشیون کو اور بڑھا دیا [illegible]
سے کہتا پھرتا کہ میان بیاہ تو لے گئے ہین مگر لڑکی کا دل میرے
ہے - مجھ پر جان دیتی ہے - اور مجھ سے اُس سے مدت سے راہ و رسم ہے
اسی مضمون کا خط خورشید علی کے پاس لکھ بھیجا - وہ اس پر بہت بگڑا - اور
اپنی نئی دُلھن سے بدگمان ہو گیا - ریحانہ نے قسمین کھائین اور تمام عزیزون نے
لاکھ سمجھایا مگر خورشید علی ایسا مشتعل ہو گیا تھا کہ کسی کی نہ سُنی - آخر میان بی بیون
مین جوتی چلی - اور خورشید علی نے آپے سے باہر ہو کے بیگناہ بی بی کو طلاق دے
دی - غریب ریحانہ نہ ادھر کی ہوئی نہ اُدھر کی - میان نے چھوڑ دیا - باوا نے
کہا ہم ایسی لڑکی کو اپنے گھر مین نہین بٹھا سکتے - نتیجہ یہ ہوا کہ گھر سے نکلتے ہی
آوارگی مین پڑی - اور سڑکون کی ٹھوکرین کھاتے کھاتے رسوائی کے
دریا مین غرق ہو گئی -

رسوا کو دراصل نہ عشق تھا نہ کسی قسم کی محبت تھی - فقط خاندانی
بغض ظاہر کرنا اور مولانا محمد نظیر کے خاندان کو دھبہ لگانا تھا وہ
لگا دیا - مگر کمبخت اب بھی اپنی شرارت سے باز نہ آیا - ریحانہ کی مٹی خراب کر چکا

تو مرجانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ مصلحت دیکھ کے ریحانہ کی اس چھوٹی بہن کی بھی شادی کر دی گئی تھی۔ اُس کے لڑکے پیدا ہوئے تو رسوا نے ہجوین کہہ کہہ کے لوگون کو سُنانا شروع کین جن مین ظاہر کرتا کہ یہ لڑکے میرے ہین۔ اور غضب تھا کہ اُس کی دریدہ دہنی اور شورہ پشتی کی لوگون مین اس قدر دھاک بیٹھ گئی تھی کہ کسی کو اُس سے بولنے یا روکنے کی ذرا بھی جرأت نہ ہوتی۔ سب خاموشی سے بیٹھے تماشا دیکھتے۔ اور وہ جو دل مین آتی بکتا پھرتا۔ وہ ان ہجوؤن کو لکھ لکھ کے اور بہت سے بدنام کرنے والے عاشقانہ خط تیار کر کر کے مرجانہ کے پاس بھیجتا۔ اور کوئی چون نہ کرتا۔

ایک دفعہ یہ حرکت کی کہ اپنا گریبان چاک کر کے اور اپنے بال پریشان کر کے اپنا ایک فوٹو اُتروایا۔ جسے لوگون کو دکھا دکھا کے ماتم کرتا۔ اور کہتا ہاے مرجانہ کے عشق نے مار ڈالا۔ راہ چلتون سے کہتا کہ عشق کے غم مین مرا ہی جاتا ہون۔ اتفاقاً محمود تقی آ گئے۔ اور اُنھون نے اُس کی یہ حرکتین سُنین تو ڈانٹنا ڈپٹنا مناسب نہ خیال کر کے اُسے بلا کے نرمی سے سمجھایا اور کہا ”ایسی حرکتون اور شرارتون کو چھوڑو۔ ایک شریف لڑکی کو بدنام کر کے تمھین کیا مل جائے گا؟“ ظاہر مین تو رسوا نے اُن سے خاموش رہنے کا وعدہ کر لیا۔ مگر بُری عادتین بھلا کسی سے چھوٹی ہین؟ دوسرے ہی دن سے پھر وہی حرکتین شروع کر دین۔ بلکہ اب ایک رنگا ہوا دوپٹہ کہین سے مانگ لایا جسے لوگون کو دکھا دکھا کے کہتا میری وہ سینہ چاکی اور پریشان حالی کی تصویر دیکھ کے مرجانہ نے مجھے یہ اپنا دوپٹہ بھیجا ہے اور کہتی ہے کہ اسے سینہ سے لگا کے دل کو تسلی دو۔“ یہ کہہ کے دوپٹہ کو بار بار چومتا اور زور زور سے سینہ کوبی کرتا۔ اور چلاتا کہ یہی دوپٹہ میرا کفن ہوگا۔“

اس کے چار پانچ روز بعد نیا رنگ اختیار کیا۔ کسی عورت کے چند بال ہاتھ مین لیے ہوئے نکلا۔ اور جو ملا اُس سے کہا ”میری بیتابی پر ترس کھا کے مرجانہ نے اپنی ایک لٹ کاٹ کے میرے پاس بھیجی ہے تاکہ ان زلفون کی میرے آنسو پونچھین۔ غرض زمین و آسمان سر پہ اٹھا لیے

بدمعاشی نے جو ہنگامہ مچا دیا قیس و فرہاد کا سچا عشق نہ مچا سکا ہوگا۔ مگر غنیمت یہ ہوا کہ ریحانہ کے شوہر کی طرح مرجانہ کے دولہا نے اپنی نیک نفسی سے ان باتون کا مطلق خیال نہ کیا۔ اور سمجھ گیا کہ یہ صرف رسوا کی بدمعاشیان ہین۔ ایک بہن کی مٹی خراب کر چکا اب دوسری کے بھی پیچھے پڑا ہے۔

کسی پر اثر نہ ہوتے دیکھ کے رسوا نے انتہا درجہ کی بدمعاشی یہ کی کہ لوگون مین مشہور کر دیا کہ حیات اللہ کو اغلام کی عادت ہے۔ اور داماد سے ناجائز تعلق ہے۔ داماد کے عاشق وہ ہین اور اُن کی بیٹی کا عاشق مین ہون

لیکن خدا نے غریب مرجانہ کے حال پر رحم کیا۔ اول تو رسوا کے پاس چوری اور لوٹ مار کے جو کچھ جواہرات تھے سب یک یک کے عیاشی کی نذر ہو گئے۔ اس لیے کہ ان شریف آزاریون اور شرارتون کے ساتھ وہ انتہا درجہ کا زانی و عیاش بھی تھا۔ اور شب و روز بازاری عورتون ہی مین بسر ہوا کرتی تھی۔ جو نقرے دے دے کے ساری جمع جتھا ہضم کر گئین۔ اور رسوا کے پاس ٹکا کفن کو نہ باقی رہا۔ مفلسی مین بازاری عورتون نے اپنے گھر سے نکال باہر کیا۔ اور اس فکر مین رسوا کو ساری حرم زدگیان بھول گئین۔

پریشان و فکر مند تھا کہ یکایک صفدر پور سے گلزار گنج مین بدلی ہو گئی۔ اور حیات اللہ اور مرجانہ کو اُس کی شرارتون سے پناہ مل گئی۔

بیسوان باب

"طوطی را با زاغے در قفس کردند"

لیکن ناکامی و افلاس کے ساتھ رسوا کی اتنی اشک شوئی بھی ہو گئی تھی کہ گلزار گنج مین بدل کے آیا تو تنخواہ بیس سے چالیس ہو گئی۔ اور دفتر کا ایک معمولی محرر نہین افسر تھا۔ اور غالباً اسی ترقی کی امید پر ایک فاحشہ ہندنی رنڈی بھی اُس کے ساتھ چلی آئی۔ اور گھر کے اندر ہی بدکاری و حرام کاری کا سامان موجود ہو گیا۔ مگر ادھر اُدھر

تاک جھانک کی جو عادت پڑی ہوئی تھی وہ بھلا کیونکر جا سکتی تھی۔ شریف بہو بیٹیون پر بری نظر ڈالنے اور اُن کے بدنام کرنے کے شوق نے یہان بھی زور باندھا۔ صفدر پور مین مولوی حیات اللہ کے گھر کو غارت کیا تھا یہان ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ایک مشاطہ سے سُنا کہ ایک شریف زمیندار قاضی محمد محسن کی بیٹی نعیمہ بڑی حسین و صاحب جمال اور بہت ہی شائستہ و سنجیدہ ہے۔ بس کیا تھا۔ سنتے ہی عشق بازی شروع کر دی۔ اِدھر اُدھر کی عورتون کو رشوتین دے دے کے قاضی صاحب کے گھر مین بھیجا کہ نعیمہ کو فریب دے کے بھگا لائین۔ یا کسی عزیز کے بہانے لا کے اُس سے ملا دین۔ مگر خاندانی شرفا پر زور چلنا آسان نہ تھا۔ قاضی صاحب کے گھر مین اس بات کا سختی سے انتظام تھا کہ کوئی انجان عورت اندر نہ آنے پاتی۔ اور باہر کا پرندہ پر نہ مار سکتا۔ عورتون مین سے کسی کو بھی گھر کے اندر قدم رکھنا نہ نصیب ہوا۔ کوئی پاس پھٹکنے نہ پائی۔ اور رسوا نے لاکھ سر پٹک مارا ایک نہ چلی۔

جب بالکل مایوسی ہوئی تو دوسری چال چلا۔ یکایک توبہ کر کے اول درجہ کا متقی و پرہیزگار بن گیا۔ ڈاڑھی چھوڑ دی۔ مونچھین بالکل کتروا ڈالین۔ کرتا اور جبہ پہن لیا۔ سر منڈا کے چینٹ دار ٹوپی کھوپڑی پر جمائی۔ تسبیح ہاتھ مین لی۔ جسے ہر وقت کھٹ کھٹاتا رہتا۔ اور جب دیکھیے آپ نماز و عبادت مین مصروف نظر آتے۔ روزے کبھی ناغہ ہی نہین ہوتے۔ یہ حالت دیکھ کے اور نیز تنگدستی و افلاس سے عاجز آ کے وہ ہندنی رنڈی چھوڑ کے چلی گئی۔ اور اظہار پاکدامنی کا اور موقع مل گیا۔ اب کیا تھا۔ تقوی عبادت کا اور زور بندھ گیا۔ جب چند روز مین اُس کے زہد و اتقا کی شہر مین شہرت ہو گئی تو قاضی اویس کی خدمت مین حاضر ہوا جو گلزار گنج کے ایک زبردست عالم اور وہان کے ہزارہا خاندانون کے پیر تھے۔ کچھ دنون تک اُن سے بلا ناغہ مل کے اُن کے دل پر اپنی دینداری و عبادت کا نقش بٹھاتا رہا۔ یہان تک کہ وہ اُسے ایک جوان صالح سمجھنے لگے۔ اس طرح ان کو اپنا

گرویدہ بنا کے ایک دن تنہائی مین اُن کے قدمون پر ٹوپی رکھ دی۔ اور عاجزی والحاح سے کہنے لگا "مین لچھمی پور کا قاضی زادہ ہون۔ بُری صحبت مین پڑ کے چند روز تک آوارہ و خراب رہا۔ اب خدا نے ہدایت کی ہے۔ اور سارے گناہون سے توبہ کر کے شب و روز خدا کی عبادت مین مشغول رہتا ہون۔ لیکن اسلامی زہد و تقوی کے لیے کتخدا ہونا ضروری ہے۔ آپ خدا کے لیے اتنا کام کر دین کہ اس خاکسار کی شادی قاضی محمد محسن کی بیٹی سے کرا دین" قاضی ادریس صاحب نے پہلے تو اس سوال کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اپنی معذوری ظاہر کی۔ مگر جب رسوا نے حد سے زیادہ خوشامد اور التجا کی تو فریب مین آ گئے۔ اور قاضی محمد محسن کو بُلا کے راضی کر دیا۔ اب کیا تھا رسوا کی تمنا بر آئی۔ اور چٹ منگنی اور پٹ بیاہ ہو گیا۔

نعیمہ اگرچہ ایک دیہاتی گھرانے کی لڑکی تھی مگر باپ نے ایسی اچھی تعلیم دی تھی اور دنیا کے کاروبار مین ایسا ہوشیار کر دیا تھا کہ اُس نے آتے ہی رسوا کے گھر کو شریف کا گھر بنا دیا۔ چند روز کے لیے اُس سے بھی بُری عادتین چھڑا دین۔ سچ یہ ہے کہ خود رسوا کو سکھا پڑھا کے شریف بنا دیا۔ اب گھر کا انتظام ایسا اچھا تھا کہ کبھی رسوا کے خواب و خیال مین نہ گزرا ہو گا۔ رسوا کے کپڑے بنائے۔ اور ایسا مہذب لباس کر دیا کہ رسوا جہان کہین جاتا لوگ خاطر کرتے اور سمجھتے کہ سچ مچ شریف ہے۔ ان دنون اُسے تنخواہ کے علاوہ رشوت کی آمدنی بھی اچھی ہونے لگی تھی جسے نعیمہ پسند نہین کرتی تھی۔ مگر اس بارے مین شوہر پر زور نہ چلا۔ تاہم آمدنی زیادہ ہونے سے گھر کے سُدھارنے مین اُسی زیادہ مدد ملی۔ اور رسوا کا گھر ایسا صاف ستھرا اور پاکیزہ ہو گیا کہ بہت سے شرفا بھی اُس پر حسد کرتے۔

آخر رشوت ستانی رنگ لائی۔ حاکمون پر حال کھُل گیا جنھون نے ترس کھا کے رسوا پر مقدمہ تو نہین چلایا۔ مگر اُسے بدل کے رام گڑھ نام ایک اور مقام مین بھیج دیا اور ایسے کام پر رکھا کہ کسی سے رشوت نہ مل سکے رام گڑھ مین جاتے ہی آوارگی و تنگدستی کی بدولت رسوا کے جوہر پھر

کھلنے لگے۔ نعیمہ کے میکے والے دُور تھے جو کسی قسم کی روک تھام کرتے۔ یہ ممکن تھا کہ خط بھیج کے وہ اُنھین خبر کر دیتی۔ مگر وہ شریف مزاج کی محبت والی عورت تھی۔ شوہر پر فدا تھی اور یہ نہین گوارا تھا کہ میان کو کسی قسم کی تکلیف ہو۔ رسوا نے اُس کا زیور لے کے بیچنا اور خرچ کرنا شروع کیا۔ اور وہ بغیر اس کے کہ دل میلا ہو اپنا زیور نکال نکال کے دیتی رہی۔ زیور بیچ کے جب روپیہ ہاتھ آیا تو رسوا کو پھر عیاشی سوجھی۔ اور جو رو کا گہنا بیچ بیچ کے کھلے بند دن حرام کاری کرنے لگا۔ چند ہی روز کے اندر دو ایک چیزین رہ گئین جنھین نعیمہ نے چھپا ڈالا تھا۔ باقی جو کچھ تھا اُڑ گیا۔ اور غریب نعیمہ کے بدن پر سونے کا تار بھی نہ باقی رہا۔

جب زیور نہ رہا تو رسوا نے قرض لینا شروع کیا۔ اور تھوڑے ہی زمانے مین یہ حالت ہو گئی کہ گھر سے قدم نکالتے منھ چُراتا۔ روز بیسیون قرضخواہ آکے گھیرتے۔ تقاضا کرتے۔ اور وہ جھوٹ سچ حیلے حوالے کرکے ٹالتا۔ جب قرضخواہون نے رہنا مشکل کر دیا تو چپکے چپکے اس بات کی کوشش شروع کی کہ اپنی کہین اور بدلی کرا لے۔ مگر لاکھ ریشہ دوانیان کین کامیابی نہ ہوئی اب اُس کی نہایت ہی بُری حالت تھی۔ حیثیت بگڑ گئی۔ پہننے کو کپڑے نہین رہے۔ گھر مین فاقے ہونے لگے۔ اور اِس کے ساتھ بداعمالیون کے پاداش مین امراض خبیثہ مین اس قدر مبتلا ہوا کہ زندگی دشوار تھی۔ سب سے زیادہ قیامت یہ ہوئی کہ حکام کی ناراضی و بدظنی سے اندیشہ ہوا کہ نوکری نہ جاتی رہے۔ آخر ایک دن حاکم کے سامنے جاکے رو دیا۔ آنسوے بہائے۔ قدمون پر گر پڑا اور اپنی حالت زار ایسی عاجزی کے ساتھ ظاہر کی کہ اُس نے ترس کھاکے پھر گلزار گنج مین بدل دیا۔

اب کی جو گلزار گنج مین آیا تو آتے ہی یہان کے حاکم اعلیٰ کے سامنے جاکے ایک قصیدہ سنایا۔ اور خوشامدین کر کر کے اُنھین ایسا مہربان بنا لیا کہ لوگ اُن کا منھ لگا کہنے لگے۔ اب پھر رشوتین لینا شروع کر دین مگر کم ظرفی کا خدا بھلا کرے ایسے دھڑلے سے رشوت کا بازار گرم کر دیا کہ حاکم کو

اپنے عنایت کرنے پر ندامت ہوئی - دل میں کہا کہ یہ شخص منھ لگانے کے قابل ہرگز نہ تھا - اور فوراً اُسے اُس کی خدمت سے ہٹا کے ایسا کام اُس کے ذمہ کر دیا جس میں کسی قسم کی رشوت نہ مل سکتی تھی - رشوت کا دروازہ بند ہوا تو اُس نے پھر قرض لینا شروع کر دیا - اور اگرچہ امراض خبیثہ نے بالکل بیکار کر دیا تھا مگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آتا - یہاں نعیمہ کو اپنے میکے سے تھوڑی بہت مدد مل جاتی تھی - اور باوجود میاں کی نالائقیوں اور بدکاریوں کے وہ گھر کی حالت سنبھالے ہوئے تھی -

اسی زمانے میں نواب علیخان کے صاحبزادے حکیم سعید الدین خان لکھنؤ کی ایک مشہور طبی درس گاہ سے طبابت کی سند لے کے صفدر پور میں آئے - مطب شروع کیا - اور تھوڑے ہی زمانے میں ایک حاذق و بے بدل طبیب مشہور ہو گئے - بڑے بڑے امیروں اور رئیسوں نے علاج کیا - اور فوراً شفایاب ہوئے - اُن کی حذاقت کا شہرہ گلزار گنج کے حاکم اعلیٰ کے گوش گزار ہوا - اُنھیں مدت سے بعض شکایتیں تھیں - متعدد اطبا کی طرف رجوع کیا تھا اور فائدہ نہ ہوا تھا - اُنھوں نے جو ایک نئے طبیب کے کمالات کا شہرہ سنا تو اپنے علاج کے لیے طلب کیا - حکیم سعید الدین فوراً چلے آئے - جو ایک نہایت ہی اعلیٰ درجے کے پُر تکلف مکان میں ٹھہرائے گئے اور اصرار کیا گیا کہ جب تک مریض کو بالکل شفا نہ ہو جائے آپ یہیں تشریف رکھیں - اُنھوں نے قبول کیا - اور گلزار گنج میں مطب کرنے لگے -

حکیم صاحب کے پڑوس ہی میں رسوا رہتا تھا - اُس نے جو ایک نئے حاذق طبیب کے آنے کا شہرہ سنا تو دست بستہ حاضر ہوا اور اپنی شکایتیں بیان کیں - رسوا کی اپنی خاندانی سرشت کے مطابق اس بات کی خوب مشق تھی کہ گا بجا کے متعریف میں قصیدے اور نظمیں سنا کے - اور خوشامد درآمد کر کے کام نکال لے - ایک عیاشی میں تو وہ مجواریوں کی طرح فیاض تھا باقی اور تمام باتوں میں نہایت ہی ذلیل اور کمینی طبیعت پائی تھی - چونکہ یہاں اکثر امرا نے حکیم صاحب کی طرف رجوع کیا تھا - اور اُن کے لیے اعلیٰ درجے

کی قیمتی دوائین حکیم صاحب کی زیر نگرانی تیار ہوتی رہتی تھین اس لیے رسوا نے کوشش شروع کی کہ حکیم صاحب کو دوست بنائے اور وہ قیمتی دوائین مفت حاصل کیا کرے۔ حکیم صاحب شریف صورت دیکھ کے مہربان ہو گئے۔ اور جو دوائین اُس کے حق مین مفید ہوتین اُن کے دینے مین کمی نہ کرتے۔ اس طریقہ سے رسوا نے حکیم صاحب کے یہان آمدورفت بڑھائی۔

ایک دن باتون باتون مین کسی نے حکیم صاحب سے اُن کا وطن پوچھا۔ اُنھون نے کمال بے تکلفی کے ساتھ کہا "میرا مکان لچھمی پور مین ہے" لچھمی پور کا نام سنتے ہی رسوا چونکنا ہوا۔ پوچھا "جناب کے والد ماجد کا اسم شریف ؟" حکیم صاحب نے کہا "زاہد علیخان" زاہد علیخان کا نام آتے ہی رسوا بے ساختہ اُٹھ کھڑا ہوا اور حکیم صاحب سے زبردستی لپٹ کے بولا "اخاہ! بھئی تم تو میرے بھتیجے ہو! ماشاءاللہ کیا لیاقت اور کیسی ناموری پیدا کی ہے! کیون نہ ہو؟ ہو کس خاندان کے چشم وچراغ" رسوا کی زبان سے بھتیجے کا لفظ سن کے حکیم صاحب سخت متحیر ہوئے اور کہا "مگر مین نے آپ کو نہین پہچانا۔ چچا ضابط علیخان نے سفر آخرت کیا۔ چچا عابد علیخان وہان گھر مین موجود ہین۔ پھر آپ میرے کون اور کیسے چچا ہین؟" رسوا "آپ نے کبھی دیکھا ہو تو پہچانین۔ مین آپ کا چچا رسوا ہون" رسوا کا نام سنا تو حکیم صاحب ششدر رہ گئے۔ اس کے اوصاف سُن چکے تھے اپنے خاندان کے ساتھ اُس کے خاندان کی خوفناک محبت سے بخوبی واقف تھے۔ اُس کے حالات سے بھی آگاہ تھے۔ یہ بھی معلوم تھا کہ اُس نے حیات اللہ کا گھر کس طرح تباہ کر دیا۔ مگر کچھ کہتے نہ بنتی تھی۔ دم مارنے کا موقع نہ تھا۔ اور دل ہی دل مین اپنے اوپر لعنت کر رہے تھے کہ افسوس مین کیون یہان آیا؟ اور کیون اس شخص سے ملا؟ سارے واقعات جو رسوا کے خاندان والون کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے تھے دماغ مین چکر کھانے لگے۔ اور کوئی بات نہ بن پڑتی تھی۔ آخر معمولی عذرات کر کے اُسے اس وقت ٹال دیا۔ اور دل مین سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ آخر بہت سے پس وپیش

کے بعد اُنھون نے یہی راے قرار دی کہ اب تک جو ہوا سو ہوا مگر آیندہ اس بدمعاش سے راہ و رسم نہ بڑھایا جاے - بلکہ جہان تک ہو سکے تعلقات قطع کرلیے جائین ؎

حکیم صاحب تو دل مین یہ منصوبے گانٹھ رہے تھے ادھر رسوا جو یہان سے اُٹھ کے گھر گیا تو نعیمہ سے کہا " کچھ اور بھی سنا؟ یہ حکیم صاحب تو ہمارے بہت ہی قریب عزیز نکلے! خاص میرے بھتیجے ہین؟ آج تک مین نے پہچانا ہی نہ تھا - اور سبب یہ ہوا کہ مین مدت ہوئی یہان چلا آیا - اور وہ ہوش سنبھالتے ہی تحصیل علم کے شوق مین گھر سے نکل گئے تھے ؎

نعیمہ " خیر خدا خدا کرکے تمھارے کسی عزیز کی صورت تو دکھائی دی - اے تو پھر اُنھین گھر مین کیون نہ لائے؟"

رسوا " میرے دل مین تو آئی تھی مگر پڑھتے پڑھتے لڑکا کچھ خشک مزاج سا ہو گیا ہے - دوسرے مین نے یہ بھی خیال کیا کہ آج کل گھر کی جو حالت ہو رہی ہے تم جانتی ہی ہو - اُن کا دماغ بڑھا ہوا ہے اور یہ گھر اس قدر ذلیل ہے کہ مجھے اس مین لاتے شرم آتی ہے ؎

نعیمہ " اوئی! اے وہ عزیز ہین یا کوئی غیر ہین؟ یہ باتین غیرون کے لیے ہوتی ہین - اپنون کے ساتھ ایسا برتاؤ تمھارے ہی یہان دیکھا"

رسوا " تو گھبراؤ نہین - مین لاؤن گا - اور وہ آئین گے - آج نہین تو کل سہی ؎

نعیمہ یہ جواب سن کے خاموش ہو رہی - اور رسوا دل مین سوچنے لگا کہ حکیم سعید الدین کو نہ پھانسا تو کچھ نہ کیا - ان کے خاندان کے ساتھ ہمارے خاندان کو جیسی غرض مندی کی محبت ہوتی آئی ہے ویسی ہی محبت ان کے ساتھ ظاہر کرنی ضروری ہے - کچھ کچھ مزہ تو مجھے حیات اللہ کی بیٹیون پر عاشق ہو کے آگیا - لیکن حاصل کچھ نہ ہوا - اب حکیم صاحب سے محبت کرکے دولت بھی ہاتھ آئے گی - یہ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نہ جانے پائے - مگر خرابی یہ ہے کہ حکیم صاحب خشک اور بے مروت معلوم ہوتے ہین - ایسا نہ ہو کہ ہتھے پر سے اُکھڑ جائین " خیال دوڑاتے دوڑاتے اس کو حکیم سعید الدین صاحب کے بڑے بھائی محمود متقی یاد آئے جو صفدرپور مین تھے - اور وہ اپنے چھوٹے

طبیب بھائی سے بیحد محبت رکھتے تھے۔ اُن کی نسبت رسوا کو معلوم تھا کہ مدت کے پتیلا ہیں۔ اور جلدی پھنستے ہیں۔ فوراً انھین خط لکھا کہ "آپ کے چھوٹے بھائی حکیم سعید الدین صاحب سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ ماشاء اللہ فخر خاندان ہین۔ اُنسے مل کے غربت مین وطن کا مزہ آگیا۔ روز ملاقات ہوتی ہے۔ اور بڑی محبت و سعادت مندی سے ملتے ہین۔ فی الحال اُن کی طبیعت ناساز ہے۔ تپ کی حرارت سے پریشان ہو رہے ہین۔ دو چار روز کے لیے آپ بھی چلے آئین تو بڑا لطف آئے گا۔ آپ کو دیکھتے ہی اُن کی طبیعت بحال ہو جائے گی۔ اور مجھے بھی آپ کی ملاقات کا فخر حاصل ہوگا۔" اس خط کو لفافہ مین بند کر کے ڈاک مین ڈال دیا۔ اور دل ہی سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارے دن پھرے ہین"۔ نعیم نے تعجب سے پوچھا "کیون؟" کہا "بتاؤن گا نہین۔ دو چار روز مین تم دیکھ لینا" یہ کہہ کے بازاری رنڈیون مین بیٹھ کے قہقہے اڑانے کے لیے چلا گیا۔

اکیسوان باب

نیا اسیر محبت

محمود متقی واقعی بھائی کے عاشق تھے۔ رسوا کے خط مین اُن کی ناسازی طبع کا حال پڑھ کے پریشان ہوگئے۔ رسوا سے ملنے کے لیے تو وہ کیا آتے مگر بھائی کی بیماری نے بیقرار کر دیا۔ اُسی وقت ایک ہفتہ کی رخصت کی درخواست دے دی۔ دوڑ دھوپ کے اُسے منظور کرایا۔ اور دوسرے دن ریل پر بیٹھ کے گلزار گنج کی راہ لی۔ چند گھنٹون کا راستہ تھا۔ تیسرے پہر کو جا پہونچے۔ حکیم سعید الدین بھائی کی صورت دیکھتے ہی متحیر ہوگئے پوچھا "آپ یکبیک کیونکر چلے آئے؟ خیریت تو ہے؟" کہا "مین نے سُنا تھا رسے دشمنون کی طبیعت ناساز ہے۔ گھبرا کے چلا آیا۔"

حکیم صاحب "خوب! مجھے زکام ہوگیا تھا۔ یہ کوئی ایسی بیماری نہ تھی کہ آپ گھبرا کے چلے آتے۔ آخر آپ کو میری بیماری کی اطلاع کس نے دی؟"

محمود متقی "رسوا نے لکھا تھا۔ خیر کیا مضائقہ ہے۔ ملاقات ہوگئی۔"

حکیم صاحب "یہ مضائقہ تو کچھ نہین لیکن رسوا کو اگرچہ مین منھ نہین لگاتا مگر وہ

روز آتا اور پریشان کرتا ہے۔ تمام لوگون مین مشہور کرتا پھرتا ہے کہ مین بھتیجا ہون اور وہ میرا چچا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوتا کہ کمبخت یہان موجود ہے تو ہرگز نہ آتا۔ اچھا ہوا کہ آپ آگئے۔ کسی طرح اس بدمعاش سے میرا پیچھا چھڑائیے"

محمود متقی "کیا کہون؟ اُس سے تو مین بھی بہت زچ ہون۔ کمبخت نے حیات اللہ داروغہ کی لڑکیون کو بدنام اورخراب کرنے مین ایسا ستایا کہ زہر کھا لینے کو جی چاہتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی مین اس سے ڈرتا بھی ہون۔ جس بدمعاش کو نہ اپنی آبرو کا خیال ہو نہ دوسرے کی آبرو کا اُس سے ڈرنا ہی چاہیے۔ ہجو کہنے مین وہ نہین بندہے سڑک پر گالی گلوچ کرنے مین اُسے شرم نہین آتی۔ ایسے سے گلو خلاصی کی یہی ترکیب ہے کہ اُسے ظاہر مین دوست بنائے رہیے۔ یہی مشورہ مین تمھین بھی دیتا ہون"

حکیم صاحب "مگر میرا تو اُس سے ملنے کو جی نہین چاہتا۔ دل مین آتی ہے کہ صاف صاف کہہ دون تم یہان نہ آیا کرو"

محمود متقی "اس سے کیا فائدہ؟ بیٹھے بٹھائے ایک دشمن پیدا ہوجائیگا اور یہ بدذات بگڑے گا تو پیچھے پڑجائے گا۔ ہجو مین کہے گا۔ دنیا بھر مین بدنام کرتا پھرے گا اسلیے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح وہ ملتا ہے اُسی طرح ظاہرداری کے طریق سے ملتے رہو"

دوسرے دن مطلب مین دونون بھائی یہی باتین کررہے تھے کہ رسوا آگیا۔ اور دور ہی سے محمود متقی کی صورت دیکھ کے بے اختیار دوڑا اور لپٹ گیا۔ جیسے بہت ہی پرانا یارانہ اور استاد جی کے گھرے تعلقات تھے۔ محمود متقی بھی اُسی طرح گرم جوشی سے ملے۔ برابر بٹھایا اور مزاج پوچھا۔

رسوا "واللہ! مجھے آپ سے شکایت ہے۔ مجھے آنے کی خبر بھی نہ کی"

محمود متقی۔ (اصلی واقعہ کو مذاق کا لباس پہنا کے) "جی آپ کو خبر کرکے اپنا نقصان کرتا؟ آپ اپنی عادت کے موافق گاڑی کرکے اسٹیشن پر تشریف لاتے اور اپنے آنے کا کرایہ مجھ سے دلواتے۔ مجھے کیا پڑی تھی کہ بیٹھے بٹھائے اپنا نقصان کرلیتا"

رسوا "مین تو واللہ عزیزداری اور دوستی مین اپنی پرائی نہین کرتا۔ اپنا اور دوستون کا مال یکسان سمجھتا ہون۔ یہی نہ ہو تو پھر عزیزداری اور محبت کیسی ہو اللہ اس تت

آپ کی زبان سے یہ کلمہ سن کے مجھے بڑا صدمہ ہوا "

محمود متقی " صدمہ کی کوئی بات نہین ہے۔ مین مذاق کر رہا تھا۔ آپ کے خط سے ان کو بیمار سن کے ایسا گھبرایا کہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ خبر دینے کا خیال ہی نہ رہا۔ نہ انھین کو خبر دی اور نہ آپ کو۔ الحمد للہ کہ انھین تندرست پایا۔ اور آپ سے بھی ملاقات ہو گئی "

رسوا " آپ کے چھوٹے بھائی صاحب سے مل کے کیا کہون کہ کیسی خوشی ہوئی۔ اور علاج کر کے تو انھون نے مجھے اپنا غلام بنا لیا۔ مین بیان نہین کر سکتا کہ ان سے مجھے کیسی محبت ہو گئی ہے "

محمود " آپ کو محبت نہ ہو گی تو کیا غیرون کو ہو گی "

رسوا " تو اب آج تو دیر ہو گئی ہر کل شام کو میرے ہی یہان کھانا کھایئے گا۔ اور حکیم صاحب کو بھی ساتھ لیتے آیئے گا "

محمود متقی تو راضی ہو گئے۔ مگر حکیم سعید الدین نے عذر کیا۔ لیکن رسوا نے بڑے بھائی کی اس قدر خوشامد کی کہ اُن کے مجبور کرنے سے حکیم صاحب کو بھی طوعاً و کرہاً دعوت قبول کرنا پڑی۔

دوسرے دن شام کو دونون بھائی رسوا کے مکان پر گئے۔ رسوا نے بے تکلف نفیسہ کو اُن کے سامنے کر دیا۔ نفیسہ ہزار کچھ ہو ایک شریف گھرانے کی پاکدامن لڑکی تھی۔ عمر ابھی بیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ حسن و جمال مین جواب نہ رکھتی تھی۔ اُس کا گورا چہرہ چاندنی رات مین مہتاب پر چشمک زنی کرتا تھا۔ نامحرمون کے سامنے شوہر کی زبردستیون سے آتو گئی مگر گھونگھٹ نکال کے اور سر جھکا کے ایک شرمائی ہوئی نازنین دلھن کی طرح خاموش بیٹھ گئی۔ اُسے شرماتے اور اپنی صورت چھپاتے دیکھ کے رسوا نے کہا " اب تم شرماؤ گی تو ان عزیز مہمانون کی خاطر کون کرے گا ؟ گھر مین اور کوئی ہے نہین۔ اور تم اگرچہ ابھی کمسن ہو مگر یہ دونون رشتہ مین تمھارے چھوٹے ہین۔ کوئی بزرگ ہوتا تو بھی ایک بات تھی۔ ان سے بے تکلف ہو کے ملو۔ کھل کے باتین کرو۔ اور ایسا کرو کہ انھین اپنے عزیزون سے ملنے کا مزہ آ ئے "

آخر مجبور ہو کے نعیمہ نے آپ ہی اپنا مُنھ کھول دیا۔ اور دونوں بزرگ برخورداروں سے باتیں کرنا شروع کیں۔ زبان کھولتے ہی اُس نے حکیم صاحب اور محمود متقی دونوں کو اپنے اخلاق کا شیدا بنا لیا۔ اور کھانے سے جب فراغت ہوئی تو اُس نے محمود متقی سے کہا "اب اس وقت کہاں جائیے گا۔ آج یہیں تشریف رکھیے۔" انھوں نے عذر کیا مگر رسوا اور نعیمہ دونوں اس قدر پیچھے پڑے کہ اُنھیں منظور ہی کرنا پڑا۔ مگر اس اصرار سے رسوا کا جو اصلی مقصد تھا وہ نہ برآیا۔ وہ سمجھا تھا کہ بڑے بھائی کے ساتھ حکیم صاحب بھی رہ جائیں گے۔ مگر اُنھوں نے جیسے ہی دیکھا کہ بھائی صاحب راضی ہو گئے اُن سے رخصت ہو کے اپنے گھر کا راستہ لیا۔

صبح کو ناشتہ کر کے محمود متقی جانے کو تھے کہ نعیمہ نے کہا "حکیم صاحب کا یہاں آ کے الگ دوسرے مکان میں رہنا مجھے بہت ہی شاق ہے۔ جو لوگ سُنیں گے کہیں گے تو ہمارے عزیز مگر چار روز کے لیے آئے تو الگ رہے وہ دل میں کیا کہیں گے؟ وہاں اکیلے پڑے ہیں۔ ہر طرح کی تکلیف اُٹھاتے ہیں اور یہ نہیں خیال کرتے کہ ہم آخر ہیں کس لیے۔" بی بی کی اس درخواست کے ساتھ رسوا نے کہا "میرا تو پہلے ہی ارادہ ہوا تھا کہ جس طرح بنے حکیم صاحب کو اُٹھا لاؤں۔ مگر اُن کو متوجہ نہ دیکھ کے جرأت نہ ہوئی۔"

محمود متقی اس بات کو دل سے پسند نہ کرتے تھے۔ مگر اپنی اخلاقی کمزوری سے مجبور ہو گئے اور کہا "میں سعید الدین کو راضی کر دوں گا۔" چنانچہ حکیم صاحب کے پاس آ کے اصرار کرنا شروع کیا۔ وہ اس کے بالکل خلاف تھے اور کسی طرح منظور نہ کرتے تھے۔ مگر بڑے بھائی کا زیادہ اصرار دیکھا تو مجبور ہو گئے۔ اور کہا "اچھا میں ایک شرط سے اُن کے ساتھ رہنا منظور کر سکتا ہوں۔ کھانے کا صرف لے لیا کریں۔"

رسوا کا اس کے سوا اور مطلب ہی کیا تھا۔ مگر ظاہر میں تھوڑی دیر اس میں تامل کرتا اور جھجکتا رہا۔ آخر قبول کر لیا۔ اور قرار پایا کہ اگرچہ رہنے کی تکلیف ہو گی مگر حکیم صاحب رسوا کے مکان میں اُٹھ جائیں۔ اور اپنے کھانے کی بابت پچاس روپیہ مہینہ دیا کریں۔ اس فیصلے کے بعد محمود متقی حکیم سعید الدین کو رسوا کے گھر میں پہنچا کے صفدر پور واپس گئے۔

اب رسوا کے پو بارہ تھے۔ بی بی کو گھر کے مصارف کی بابت جو کچھ دیا کرتا تھا موقوف کر دیا اور انھیں پچاس روپیہ پر سارا گھر بسر کرنے لگا۔ رسوا کو عیاشی کے لیے زیادہ رقم ہاتھ آنے لگی۔ اور رگوکہ طرح طرح کے عارضون مین مبتلا تھا مگر اپنے افعال کو نہ چھوڑتا تھا۔ حکیم صاحب بیسیون آدمیون کا علاج کر رہے تھے جو اکثر اوقات ہدیتہً طرح طرح کے کھانے۔ میوون اور ترکاریون کی ڈالیان۔ اور انواع واقسام کی چیزین لاکے پیش کیا کرتے۔ یہ سب چیزین میان رسوا کے باپ کی ہوجاتین۔ اور اُن کا بہت کچھ حصہ بازاری عورتون کی نذر ہو جاتا۔ مگر کھانا بہت ہی خراب ہوتا۔

رسوا کو تو خدا بے غیرتی کا بھلا کرے اس کی کچھ غیرت نہ تھی مگر نعیمہ دل ہی دل مین کٹی جاتی تھی۔ اور دل مین کہتی کہ "حکیم صاحب یہ کھانا دیکھ کے کیا کہتے ہون گے؟" ایک دن رسوا نے بی بی سے کہا "دیکھو یہ بُرد ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ خبردار کوئی ایسی بات نہ کرنا کہ حکیم صاحب خفا ہو جائین۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی بات کو کہین اور تم اُس کے خلاف کرو۔" ایک شریف باعصمت لڑکی ایک خاندانی بیچاری رمز کو تو کیا سمجھتی مگر پھر بھی جھنجھلا اُٹھی اور کہا "تم کو ایسی باتین کہتے شرم نہین آتی؟ حکیم صاحب سے کھانے کے دام لینا ہی شرم کی بات تھی نہ کہ اب سارے گھر کی روٹیان اُن کے پچاس روپون ہی پر چلنے لگین۔ تم جو کچھ پیدا کرتے ہو موئی تمھاؤن کی نذر کر آتے ہو مین کرون تو کیا کرون؟" اُن کو جیسا کھانا ملتا ہے تم بھی جانتے ہو اور مین بھی جانتی ہون۔ یہ اُن کی نیکی اور شرافت ہے کہ جو کچھ سامنے جاتا ہے گردن جھکا کے کھا لیتے ہین اور دم نہین مارتے۔" رسوا نے کہا "تم تو نہین بکا کرتی ہو۔ مین ایسی باتون کا خیال کرتا تو اب تک زندگی کیسے بسر ہوتی؟" لیکن نعیمہ واقعی بڑی ہی شریف لڑکی تھی۔ میان سے اکیلے مین جو چاہتی کہہ لیتی۔ مگر مجال نہ تھی کہ میان کا کوئی عیب کسی اور پر کھلنے پائے۔ حکیم صاحب کے سامنے ہمیشہ اُس کی تعریف ہی کرتی۔ اور اگر اس کا کوئی عیب کبھی کھل جاتا تو لیپ پوت کرکے اور طرح طرح کے عذرات پیش کرکے اُسے مٹاتی اور کوشش کرتی کہ میان کی بُرائی اُن کے دل مین جگہ نہ پکڑنے پائے۔

گلزار گنج کے حاکم اعلیٰ کو اب صحت کامل ہوگئی شکرگزاری مین پانچ سو روپیہ بطور نذرانہ دے کے اُنھون نے حکیم سعیدالدین کو رخصت کر دیا۔ اور اُنھون نے صفدرپور واپس جانے کی تیاریان کین۔ اُن کے جانے کا ذکر سنتے ہی رسوا کا دم نکل گیا کہ اب کیا ہوگا؟ گھبرا کے نعیمہ سے کہا "افسوس ہر دو ہاتھ سے جاتی ہے۔" وہ بولی "اُن کو اپنا بھتیجا کہتے ہو۔ اور غیرت کا یہ حال ہے۔ ان کے پچاس روپون پر بھروسہ کرنا بے حیائی اور بے غیرتی کی بات تھی۔ افسوس اپنے ساتھ تم نے مجھے بھی بے غیرت بنا دیا۔ لیکن بے غیرتی بھی کرون تو اب کیا کر سکتی ہون؟ بہرحال کہو کیون حکیم صاحب رُکنے سے رہے۔"

رسوا "ابھی چلتے چلاتے ان سے کچھ تو مل جانا چاہیے۔ اُن کو پانچ سو ملے ہین اس مین کچھ ہمارا حصہ نہ ہوگا؟ لو ایک کام کرو۔ میرا یہ رقعہ میرے پیچھے اُنھین دے دینا مگر اس کا خیال رہے کہ پہلے خوب مزے مزے کی باتون مین لگا کے اُنھین خوش کرنا۔ اور جب دیکھنا کہ شگفتہ اور بشاش ہین اُس وقت یہ رقعہ دینا مین نے فقط پچاس روپیہ قرض مانگے ہین۔ تم جو اُنھین اپنی باتون مین لگا لوگی اور گھر کی ضرورتین بیان کروگی تو وہ ضرور دے نکلین گے۔" نعیمہ کی سرشت کا بدلنا تو غیر ممکن تھا مگر اُسے تکلیفین دے دے کے اتنے دنون مین رسوا نے خوب اپنے مطلب کا بنا لیا تھا۔ چنانچہ اُس نے دل فریبی کی اداؤن اور دلکش باتون مین لگا لگا کے وہ رقعہ حکیم صاحب کو دیا۔ اور بہت سی خانگی دشواریان بیان کر دین۔ یہ سوال ایسے عنوان سے اور ایسے موقع پر کیا گیا تھا کہ حکیم صاحب سے سوا اس کے کہ پچاس روپیہ نکال کے نعیمہ کے ہاتھ مین رکھ دین کوئی بات نہ بن پڑی۔ نعیمہ نے وہ رقم رسوا کو دے دی۔ اور میان رسوا تو ایسے قرض ڈھونڈھتے ہی پھرتے تھے۔ فوراً روپیہ لے کے جیب مین رکھے اور گویا اُن کے باپ کے ہوگئے۔ کیونکہ اُنھون نے عہد کر لیا تھا کہ جن کسی سے قرض لین گے اُسے قیامت سے پہلے نہ دین گے ان روپیون نے ہفتہ عشرے کے لیے رسوا کی بدکاری خوب بڑھا دی۔ اور حکیم صاحب اس عذاب سے چھوٹنے پر خدا کا شکر کرتے ہوئے صفدرپور گئے۔ مصیبت جھیلنے کے لیے غریب نعیمہ گھر مین پڑی رہ گئی۔ وہ فاقہ کرتی اور میان رسوا دو دو دن تک

خبر نہ لیتے۔

بائیسواں باب

ناخواندہ مہمان

اب حکیم سعید الدین پھر صفدر پور میں مطلب کر رہے ہیں۔ اور کوئی دن نہیں گزرتا کہ انھیں رسوا کا گھر نہ یاد آتا ہو۔ انھیں رسوا سے جس قدر نفرت تھی اسی قدر نعیمہ سے محبت ہو گئی تھی۔ اس کے اخلاق۔ اس کی محبت بھری باتیں۔ اور ان سب باتوں کے ساتھ اس کی صورت زیبا ان کے دل پر کچھ اس طرح نقش ہو گئی تھی کہ نہ مٹائے مٹتی نہ بھلائے بھولتی۔ باوجود اس تعلق کے اپنی پاکبازی و فطری نیک نفسی کی وجہ سے وہ سمجھ نہ سکتے تھے کہ یہ کیا بات ہے۔ اپنا پچاس روپیہ قرض دینا یاد آتا۔ دل میں کہتے کہ یہ روپیہ اب کبھی نہ ملیں گے۔ اور ان کا نہ ملنا ہی اچھا۔ اس لیے کہ جب تک پچاس روپیہ نہ ہوں گے رسوا میرا سامنا نہ کرے گا۔ اس سے بہتر تدبیر اس سے پیچھا چھڑانے کی کوئی ہو ہی نہ سکتی تھی۔ نہ روپیہ ہوں گے نہ وہ آئے گا۔ مگر ساتھ ہی خود بخود دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ کبھی نعیمہ کی پیاری محبت بھری صورت پھر نظر آتی۔ افسوس وہ سانپ کا من ہے۔ اس کی آب و تاب اور چمک دمک پر دل لوٹ ہو جاتا ہے مگر ڈر لگتا ہے کہ ہاتھ لگایا اور سانپ نے ڈسا۔ اس کا خوبصورت چہرہ گلاب کا پھول ہے۔ مگر ایسی کانٹوں سے بھری جھاڑی کے اندر ہے کہ بے زخمی ہوئے ہاتھ اس تک نہیں پہونچ سکتا۔

انھیں خیالوں میں کئی مہینہ گزر گئے۔ اور اب گلزار گنج کی صحبت کے ساتھ ساتھ نعیمہ کی صورت بھی کچھ کچھ بھول چلی تھی کہ ایک دن صبح کو مطب میں ایک مریض کی نبض دیکھتے دیکھتے کیا دیکھتے ہیں کہ رسوا چلا آتا ہے۔ اور ایک ڈولی ساتھ ہے۔ رسوا بے تکلف کمرے میں آ گیا۔ اور حکیم صاحب کے قریب کھڑے ہو کے اس طرح ہاتھ پھیلائے کہ حکیم صاحب کو بھی جبراً و قہراً کھڑے ہو کے اس سے معانقہ کرنا پڑا۔ پھر سامنے بٹھا کے خیریت پوچھی

اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ رسوا نے جس کی سانس پیٹ میں نہ سماتی تھی اشارے سے کہا "ذرا دم لے لوں تو عرض کروں" حکیم نے موقع پا کے اُس مریض سے فراغت کی جس کی نبض دیکھ رہے تھے اور رسوا نے سستانے کے بعد حسرت کے لہجے میں کہا "کیا کہوں؟ آپ کے آنے کے بعد مرمٹا۔ اور قیامت یہ کہ آپ کی چچی بھی ایسی بیمار ہوئیں کہ جینے کی امید نہیں نظر آتی۔ اُن کی بیماری نے میری حالت اور تباہ کر دی"

حکیم صاحب "تو آپ کے ساتھ ڈولی میں وہی ہیں؟"

رسوا "اور کون ہوتا؟ جس وقت ہر طرف سے یاس ہوئی تو آپ کے پاس لے آیا"

حکیم صاحب "تو اندر مکان میں اُتروا دیجیے۔ میں ابھی آکے دیکھتا ہوں"

حکیم صاحب کے ساتھ زنانہ نہ تھا۔ مگر مکان کا اندرونی حصہ زنانے کے رہنے کے قابل تھا۔ نوکر چاکر ہٹا دیے گئے۔ اور نعیمہ اُتار دی گئی۔ محمود متقی جو حکیم صاحب کے ساتھ ہی رہتے تھے نعیمہ کی حالت زار دیکھ کے افسوس کرنے لگے۔ اتنے میں حکیم صاحب بھی مطب سے اُٹھ کے اندر آ گئے۔ نبض کبھی اور بغور معائنہ کرنے کے بعد خاموش ہو گئے۔ اس لیے کہ مرض نے جگہ پکڑ لی تھی۔ پوست و اُستخوان کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔ اور صورت دیکھتے ہی یقین ہو جاتا کہ دو ہی چار روز کی مہمان ہے۔ بہر حال حکیم صاحب نے کچھ معمولی قرص بتا کے ٹال دیا۔ اور رات کو اپنے بڑے بھائی سے کہا "نعیمہ کا علاج آسان کام نہیں ہے۔ اور نہ جلدی صحت پانے کی امید ہے۔ اگر علاج میں بے جگری سے روپیہ صرف کیا گیا۔ اور غذا و پرہیز کی پوری پوری نگہداشت ہوئی تو چار پانچ مہینے میں شاید اچھی ہو جائے۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسوا کو آپ سمجھا دیں کہ کسی اور طبیب یا ڈاکٹر کو لے جا کے دکھائیں۔ میں نے ذرا بھی ہاتھ ڈالا تو سارا بار میرے سر پڑ جائے گا۔ اور پھر چھٹکارا ملنا امکان سے باہر ہو گا" اس رائے کے مطابق محمود متقی رسوا کو سمجھانے کا موقع ہی ڈھونڈھ رہے تھے کہ رسوا نے کہا "حضرت میں بالکل مفلس ہو رہا ہوں

ٹھکانہ کفن کو بھی نہین باقی رہا۔ بی بی کی جو کچھ حالت ہے ظاہر ہی ہے۔ مین اپنے پُرانے امراض سے اس قدر ناتوان ہو رہا ہون کہ نہ نوکری ہو سکتی ہے اور نہ بسر کا اور کوئی ذریعہ ہے۔ مین تو پھر بھی مر پڑکے زندگی کاٹ لون گا اس عورت کی زندگی اب آپ کے ہاتھ ہے۔ چاہیے مار یے اور چاہیے جلائیے۔ میرے کیے کچھ نہین ہو سکتا۔ یہ سُن کے محمو تقی سے مارے مروت کے کچھ کہتے نہ بنی اور وہی ہوا جو حکیم صاحب کہتے تھے کہ نعیمہ کے علاج ہی نہین کھانے پینے کا بار بھی حکیم صاحب ہی کے سر گیا۔ ان دنون دونون کی آمدنی کم تھی۔ محمو دتقی صرف تیس روپیہ ماہوار کے نوکر تھے۔ اور حکیم صاحب کا نیا مطب تھا۔ اور ساری آمدنی تو انہی قیمتی دواؤن کے بنانے اور تیار کرنے مین صرف ہو جاتی۔ مگر شرافت وتہذیب کے تقاضے سے یہ بھی غیر ممکن تھا کہ نعیمہ کو زبردستی گھر سے نکال دین۔ مجبور اً گوارا کیا۔ اور دل مین ٹھہرا لی کہ جہان تک بنے گا نبا ہین گے۔

میان رسو اُسی دن اپنے لیے مجرب اور بیش قیمت دوائین لے کے کلکتہ ارگنج واپس گئے۔ اور نعیمہ نے چار پائی پر پڑے پڑے نہایت ہی حسرت و درد کے لہجے مین حکیم صاحب سے کہا" مین اپنی زندگی سے خود ہی عاجز آگئی ہون۔ اور صد شکر کہ چند ہی روز کی مہمان ہون۔ آپ کے چچا کی حرکتون اور ظلمون کو مین نے جہان تک بنا برداشت کیا۔ اور اب بھی برداشت کرنے کو تیار ہون۔ مگر افسوس اب اس بار کے اُٹھانے کی طاقت نہین ہے۔ دنیا مین ایک آپ ہی ایسے نظر آئے جن سے مجھے ہمدردی کی کچھ امید ہے۔ اسی خیال سے یہان چلی آئی۔ اگر آپ نے توجہ کی۔ مہربانی وعنایت سے پیش آئے تو شاید چند روز اور جی جاؤن ورنہ قبر مین پاؤن لٹکائے تو بیٹھی ہی ہون۔ افسوس آپ کے سامنے آج میری زبان سے آپ کے چچا کی شکایت نکل گئی۔ ورنہ مین نے کبھی کوئی کلمہ اُن کے خلاف زبان سے نہین نکالا"۔ یہ باتین سُن کے حکیم صاحب کو بڑا ترس آیا۔ تسلی دی۔ اور کہا گھبراؤ نہین۔ تمھارا مرض سخت ہے لاعلاج نہین ہے۔ خدا سے امید ہے کہ

انھیں شفا دے گا۔ اور تمھاری یہ شرافت ہے جو رسوا کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہو۔ اُن کے حالات سے جتنے ہم واقف ہیں تم نہیں ہو۔"

دوسرے دن سے حکیم صاحب نے باضابطہ علاج شروع کیا۔ اور کچھ ایسی تدبیریں بن پڑیں کہ دو ہی چار روز کے بعد سے افاقہ شروع ہو گیا۔ تدریجاً طاقت آنے لگی۔ اور یا تو وہ بالکل صاحب فراش تھی یا مہینہ بھر میں اُٹھ کے بیٹھنے اور کھڑے ہو کے ٹہلنے لگی۔ دو مہینہ میں بالکل اچھی تھی۔ اور اب جو صحت عود کر آئی تو ایسی سرخ و سفید رنگت نکل آئی۔ اور جسم ایسا خوبصورت اور چھریرا ہو گیا کہ کبھی ایسی حسین و نازنین نہ تھی جیسی کہ اب بیماری سے اُٹھنے کے بعد نظر آئی۔ یہاں رسوا اُسے مُردوں میں شمار کر چکے تھے۔ چار مہینہ کے بعد آ کے دیکھا تو حیران و ششدر رہ گئے۔ اور حکیم صاحب سے کہا "آپ نے عجیب مسیحائی کی! بھلا ان کی تندرستی کی کچھ بھی امید تھی؟ یہ آپ نے کیا جادو کر دیا؟"

حکیم صاحب "خدا نے انھیں شفا دی۔ میں کیا کر سکتا تھا؟ زندگی تھی بچ گئیں۔"

رسوا "مگر مجھے تو مستقل فائدہ نہیں ہوتا۔ دو چار دن کے لیے فائدہ ہوتا بھی ہے تو پھر مرض کا زور ہو جاتا ہے اور وہی حالت ہو جاتی ہے۔"

حکیم صاحب "نعیمہ کی صحت کا اصلی راز اُن کی پرہیزگاری عفت اور احتیاط ہے۔ اور آپ کے نہ اچھا ہونے کا سبب آپ کی بدکاریاں ہیں۔ آپ کے امراض اصل میں آپ کے اعمال کی سزائیں ہیں۔"

رسوا "اچھا اب میں احتیاط کروں گا۔"

حکیم صاحب "تو نفع بھی ہو گا۔" اس کے بعد اپنے لیے اور دوائیں لے کے اور بی بی کو ساتھ لے کے گلزار گنج واپس گیا۔ نعیمہ حکیم صاحب سے رخصت ہوتے وقت بہت روئی۔ اور اُس کا رونا حکیم صاحب کے دل پر نقش ہو گیا۔ وہ جانتی تھی کہ میں پھر عذاب میں پڑنے اور نئی کوفتیں اُٹھانے کے لیے جاتی ہوں۔ اور حکیم صاحب کو بھی اسی کا خیال تھا۔ مگر

اس کی وہ کیا تدبیر کر سکتے تھے۔ بار خصت کرتے وقت رسوا سے کہا "دیکھو یہ ابھی بیماری سے اٹھی ہین۔ اِن کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ اب کی طبیعت بگڑی تو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ تم کو پھر ایسی نیک اور شریف بی بی نہ نصیب ہوگی۔ اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھو کہ خدا نے ایسی نیک اور جان فدا کرنے والی بی بی دی ہے"

رسوا "مین آپ کے کہنے کا خیال رکھون گا"

یہان سے جانے کے بعد اب رسوا نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ اپنے اور اپنی بی بی کے لیے اکثر خط لکھ کے دوائین منگواتا۔ اور حکیم صاحب مروت مین آ کے بھیج دیتے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بے تکلفی کہ نعیمہ کو جھوٹون درد سر ہوا اور آپ بے تکلف صفدر پور مین حکیم صاحب کے پاس لیے چلے آتے ہین۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد واپس لے چلے تو اس ٹھاٹھ سے کہ ناشتہ کے نام سے اتنا کھانا اور پاندان کے لیے اس قدر ڈلی کتھا ساتھ رکھ لیا کہ مہینے چار دن تک چولھا جلانے ہی کی ضرورت نہ ہو۔ اور نعیمہ کے دوبارہ صفدر پور آنے تک ڈلی کتھا سے چھٹی ہو جاتی۔ آہستہ آہستہ ان کی جرات یہان تک بڑھی کہ دواؤن کے علاوہ وہین سے کھانے پینے کی چیزین اور پہننے اوڑھنے کی چیزون کی فرمائشین ہونے لگین۔ کبھی حکیم صاحب کے پاس پروانہ پہونچتا ہے کہ آپ کی مریضہ کے پاس کنگھی نہین رہی خرید کے بھیج دیجیے۔ کبھی عطر اور تیل کی فرمائش چلی آتی ہے۔ کبھی ڈلی کتھا الائچیان اور پاندان کے دیگر لوازم مانگے جاتے ہین ایک بار اسی رو مین میان رسوا نے گھبرا کے لکھ دیا "اپنی مریضہ کے لیے دو ایک جوڑے چوڑیون کے بھیج دیجیے۔ یہان اچھی چوڑیان ملتی ہی نہین ہین۔" دست طلب پھیلانے اور پھر اس مین بیحیائی اختیار کرنے کی یہان تک نوبت پہونچی کہ نعیمہ کے پہننے کے لیے کپڑے پائجامے۔ دوپٹہ۔ ساریان۔ دولائیان اور آخر مین محرم کرتی تک حکیم صاحب ہی کے یہان سے تیار ہو کے جاتین۔

چند روز تک حکیم سعید الدین صاحب ناگواری کے ساتھ ان فرمائشون

کو پورا کرتے رہے۔ اور رسوا نے اُن کی مروت و اخلاق و کمزوری سے فائدہ اُٹھا کے علانیہ کہنا شروع کر دیا کہ اپنی مریضہ کے مصارف کو حکیم صاحب نے اپنے ذمے لیا ہے اب وہ جانین اور اُن کی مریضہ جانے مجھے کچھ سروکار نہین۔ رسوا نے یہی نہین کیا کہ اپنی جورو کا روٹی کپڑا حکیم سعیدالدین کے ذمہ تھوپ دیا بلکہ نعیمہ کے سوتیلے بیٹے اور اپنے اصلی فرزند میان مراد کا بار بھی دلگی دلگی مین حکیم صاحب ہی کے ذمہ لگا دیا۔ یہ میان بدنام رسوا کے بڑے ہونہار فرزند تھے۔ ایک دفعہ لوگون نے سر بازار یہ تماشا دیکھا کہ بدنام کو مذاق کے تیورون سے باپ کی طرف اشارہ کر کر کے کہہ رہا ہے "ابے باوا ابے باوا" اور باوا جواب دیتے ہین "ابے مردک ابے مردک" یہ تماشا لوگون کو ایسا بھلا معلوم ہوا کہ اس کی یادگار مین یارون نے میان بدنام کا نام ہی مردک رکھ دیا۔ اور اس نام کی اس قدر شہرت ہوئی کہ اب سب لوگ اُنھین مردک ہی کہتے ہین۔ اصلی نام بدنام شاذ و نادر ہی کوئی جانتا ہے۔ غرض رسوا کا سارا خاندان حکیم صاحب کی روٹیون پر پل رہا تھا۔ اور نعیمہ کا سارا بناؤ سنگار حکیم صاحب کے روپئے سے تھا۔

تیسوان باب

رذیل کے ساتھ شریف کی مٹی خراب

یہ حالت کب تک نبھتی؟ آخر کار حکیم صاحب کو خیال آیا کہ یہ مردود مجھے بنا رہا ہے۔ جس طرح اِس کے بزرگون نے ہمارے بزرگون کو تباہ و برباد کیا ویسے ہی یہ معلوم ہوتا ہے میری تباہی کے درپے ہے۔ دوست بنا ہے اور اسکی دوستی اسی خوفناک محبت کا نمونہ ہے جس نے ہمارے بزرگون کو برباد کیا اپنی گزشتہ مروت پر سخت نادم ہوئے۔ اور دل مین کہا "اب مین اس بارے مین بھائی محمود متقی صاحب کی بھی نہ سنون گا۔ وہ مروت کے پتلے ہین۔ اور رسوا کے فریب مین آ کے اپنے نیک و بد کو نہین سمجھتے اور سچ یہ ہے کہ انھین کی کمزوری اور مروت سے مین آفت مین پھنس گیا۔"

یہ منصوبہ دل میں ٹھہراتے ہی اُنھوں نے رسوا کی طرف سے کان بہرے کرلیے۔
نہ اُس کے خطوں کا جواب دیتے۔ نہ اُس کی فرمایشوں کی طرف توجہ کرتے۔ اور ایسے
بے تعلق بن گئے جیسے کبھی واسطہ ہی نہ تھا۔ مجبوراً رسوا نے نعیمہ کے ہاتھ سے خط
لکھوا لکھوا کے بھیجنا شروع کیے۔ حکیم صاحب نے اُن کا بھی جواب نہیں دیا۔
اگرچہ نعیمہ سے بے مروتی کرنے میں اُن کا دل دُکھتا تھا۔ مگر یہ کہہ کے دل کو تسلی
دے لیتے کہ "یہ خط نعیمہ کے نہیں ہیں بلکہ خود رسوا کے ہیں جو اُس سے زبردستی
لکھوا کے بھیجے جاتے ہیں۔ نعیمہ کو رسوا کے ساتھ نے لاکھ بے غیرت بنا دیا
ہے مگر اُس میں کچھ شرافت ہے۔"

حکیم سعید الدین یہ بھی پہلے سے سمجھ گئے تھے کہ جب میں جواب نہ دوں گا تو
رسوا بی بی کو لے کے آدھمکے گا۔ اس لیے پُرانا مکان چھوڑ کے ایک ایسا
مکان کرایہ پر لے لیا جس میں زنانے کے رہنے کی گنجایش ہی نہ تھی۔ مگر وہی
ہوا جس سے وہ بچتے تھے۔ رسوا نعیمہ کو لے کے آیا۔ اور آنکھوں پر ٹھیکری
رکھ کے اُسی مردانے مکان میں جورو کو اُتار کے کھسک گیا۔ اور دل میں
کہا "میں کیوں دخل دوں؟ بی بی خود ہی حکیم صاحب کو سیدھا کرلیں گی۔"
پہلے تو حکیم صاحب نے نعیمہ سے بولنے چالنے میں تامل کیا۔ مگر جب دیکھا
کہ وہ بار بار ناراضی کا سبب پوچھتی ہے اور بے بولے نہیں رہا جاتا تو
کہنے لگے "نعیمہ سنو۔ تمھارے شوہر کو خدا نے کچھ بھی غیرت دی ہے؟
تمھاری سرشت ایسی نہیں ہے کہ اپنی حالت اور اپنے شوہر کے واقعات
پر تم نادم نہ ہوتی ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ تمھارے میاں کو ہو کیا گیا ہے؟
مانا کہ وہ مجھ سے اور بھائی محمود تقی سے بہت بے تکلف ہیں۔ مگر بے تکلفی
کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان بےحیا و بے عزت ہو جائے۔ بے تکلفی بے غیرتی
کا نام نہیں ہے۔ عورت کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے۔ آخر اس کی وجہ
کیا کہ وہ حرب ضرب تمھیں یہاں لائے اور چھوڑ کے چلے جاتے ہیں؟ لوگ
سنیں گے تو کیا کہیں گے؟ علاج کے لیے آئے اور دوائیں طلب کرنے
تک کوئی مضائقہ نہ تھا۔ مگر اس کی کیا وجہ کہ اب اُنھوں نے تمھارے

روٹی کپڑے اور تمھارے بناؤ سنگار تک کا خرچ میرے سر ڈال دیا ہے ۔ انھین کسی غیر مرد سے بی بی کے لیے چوڑیان اور محرم کرتی مانگتے شرم نہین آتی ؟"

یہ فقرہ سن کے نعیمہ آبدیدہ ہو گئی ۔ اور بہت ہی حسرت کے لہجے مین بولی "اب مین اس کا کیا جواب دون ۔ بجز اس کے کیا کہہ سکتی ہون کہ بدکاری اور عیاشی انسان کو بے غیرت بنا دیا کرتی ہے ۔ وہ بازاری تھاؤن کے سوا نہ جورُو کو جانتے ہین نہ اولاد کو ۔ نہ مان کی پروا ہے نہ بہن کی ۔ پہلی بی بی لکھی پور مین پڑی فاقہ کرتی اور ایڑیان رگڑتی ہین ۔ مین ہی کبھی کبھی دس بیس روپیہ بھیج دیتی ہون تو اُن کا پیٹ چلتا ہے ۔ انھین فکر نہین ۔ ایک فکر ہے تو عیاشی کی ۔ وہان گذارہ نہ تھا مین رات دن کسبیون کے وہان پڑے رہتے ہین ۔ میرے مرنے جینے کی پروا نہین ۔ پھر مین جب تک وہان موجود رہتی ہون دو دو دن پیچھے آ کے گھر جھانکنا پڑتا ہے ۔ یہان چلی آتی ہون تو اس کی بھی ضرورت نہین رہتی ۔ اور اِسی لیے جہان ذرا بھی موقع ملا مین یہان پھنکوا دی جاتی ہون ۔ اُن دنون میرے علاج کے خیال سے پورے مہینہ بھر یہان صفدر پور مین رہے تھے ۔ یہان بھی کسی مالزادی سے لسرکا ہو گیا ۔ اُسی کے شوق مین آپ سے ملنے یا میری تیمارداری اور علاج کے بہانے بار بار یہان آ پہونچتے ہین ۔ میرے ساتھ یہ ساری ہمدردی اور آپ سے یہ دوستی فقط اس مطلب کے لیے ہے ۔ مین نے جہان تک بنا اُن کے عیبون کو چھپایا ۔ اب کیا کرون مجبور ہون ۔ آپ نے لاجواب کیا تو کہنا پڑا ۔"

حکیم صاحب "اور اپنے عارضون کا بھی خیال نہین ۔ افسوس مجھے معلوم ہوتا کہ ان کی موت اسی بہانے ہونے والی ہے ۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے ۔ اور تمھاری ہر چیز مین ایک شرافت اور عظمت و عفت پائی جاتی ہے ۔ اس لیے مجھے تم سے دلی محبت ہے ۔ مگر تمھارا ساتھ

ایسے کا ہے کہ کوئی بات نہین بن پڑتی "
نعیمہ۔ (آبدیدہ ہوکے) "آپ کی عنایتون کو کیا مین دیکھتی نہین ہون؟ مین نے
کہا کہ مین ایسی ہی بار ہون تو مجھے میرے میکے مین بھیجدو۔ وہان جس طرح
بنے گی اپنی زندگی کاٹ لون گی۔ مگر یہ بھی نہین مانتے۔ کہتے ہین کہ مین
قاضی محمد محسن کی نظر مین اپنے آپ کو ذلیل نہ کرون گا۔ اب تو میرے
جو کچھ ہین آپ ہین۔ جانتی ہون کہ میرے ساتھ ثواب سمجھ کے
آپ ہمدردی کرتے ہون گے۔ ورنہ مجھے آپ پر کیا دعوی ہے؟ کچھ
دعوی بھی ہے تو اُنھین کو۔ آپ کے عزیز ہین۔ بزرگ ہین۔ آپ اُنکے
بھتیجے ہین اور وہ آپ کے چچا ہین "
حکیم صاحب " چچا تو وہ جیسے ہین مین جانتا ہون یا پھپھی پور کے لوگ
جانتے ہین "
نعیمہ " کیون؟ کیا وہ آپ کے چچا نہین ہین؟ وہ تو اپنے آپ کو پھپھی پور
کے قاضی کا بیٹا کہتے ہین۔ یہی کہہ کے ہمارے یہان پیام دیا تھا "
حکیم صاحب " اب اس ذکر کو جانے ہی دو۔ تمھین بیٹھے بٹھائے اور ملال ہوگا "
نعیمہ " میرے ملال کا خیال نہ کیجیے۔ مین تو وہ اب چاہے کوئی ہون
اُن کی ہون۔ اور جب تک سانس چل رہی ہے اُن کی اطاعت کرونگی۔
آپ صاف صاف بتا دین "
حکیم صاحب " اصل مین یہ وہان کے ایک بھانڈ کا لڑکا ہے جو تھوڑا
بہت پڑھ گیا اور یہان آکے شریف بن گیا۔ دغا بازی و مکاری اور
بچلپن اور شہدپن اس کے خاندان مین پشتون سے چلا آتا ہے۔ اس کے
دادا نے ہمارا سارا گھر فریب دے دے کے اور فساد ڈلوا کے تباہ
کر دیا۔ اور ہمارے ساتھ بھی اُسی مکاری سے ملتا ہے۔ رہا چچا ہونا۔ اسکی
اصلیت یہ ہے کہ ہمارے وہان دُھنیے چمار سب مین قاعدہ ہے کہ اُن کے
لڑکے شریفون کو چچا پھوپھا یا کوئی اور عزیز کہہ کے پکارتے ہین۔
اُسی طرح شریفون کے لڑکے رذیلون کو بھی اُن کا دل رکھنے کے

خیال سے چچا وغیرہ کہنے لگتے ہیں۔ بس ایسے ہی چچا یہ ہمارے ہیں۔"
یہ واقعات سُن کے نعیمہ نے سر پکڑ لیا۔ اور حسرت کے لہجے میں کہا "افسوس میری قسمت ہر طرح پھوٹ گئی" حکیم صاحب نے تسلی دی۔ اور کہا "گھبراؤ نہیں۔ ہم ہر طرح تمھاری مدد اور کفالت کو حاضر ہیں۔ گھبرائے میں تو رسوا سے" حکیم صاحب اگرچہ بہت ہی بگڑے ہوے تھے۔ مگر نعیمہ کی حالت پہ ترس آ گیا۔ اُسی وقت دوسرا زنانہ مکان لے کے اُس میں اُٹھ گئے۔ اور نعیمہ کو عزت و حرمت سے اپنے پاس رکھا۔ دو تین مہینہ کے بعد رسوا آ کے بی بی کو سوار کرا لے گیا۔ اور حکیم صاحب کو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کوئی بڑا بھاری بار اُن پر سے ہٹ گیا۔ مگر ساتھ ہی نعیمہ کے انجام کا خیال کر کے صدمہ بھی ہوا۔
نعیمہ کو گلزار گنج گئے پورا مہینہ نہیں ہوا تھا کہ حکیم سعید الدین سو روپیہ مہینہ کے نوکر ہو گئے۔ اور کوشش کر کے اپنا تبادلہ ایک ایسے مقام میں کرا لیا جہاں کا پتہ رسوا کو معلوم نہ تھا۔ اُس کے متواتر خطوط آ آ کے جب واپس گئے اور کچھ پتہ نہ لگا تو اُس نے محمود متقی صاحب کو خط بھیج کے حکیم صاحب کا پتہ دریافت کیا۔ مگر اُن کو حکیم صاحب نے تاکید کر دی تھی کہ خبردار میرا پتہ رسوا کو نہ بتائیے گا۔ اس لیے انھوں نے بھی خط کا جواب نہیں دیا۔ اب وہ محمود متقی سے ملنے کے لیے صفدر پور آنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ محمود متقی بھی سو روپیہ کی ترقی کے ساتھ ایک دُور دراز مقام میں بھیج دیے گئے۔ اُن کے روانہ ہونے کے بعد رسوا نے آ کے ایک ایک سے پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا کہ محمود متقی یا حکیم سعید الدین کہاں ہیں۔ آخر ہار کے اپنی قسمت پر روتا ہوا واپس گیا۔
اب حکیم صاحب دل میں خوش تھے کہ رسوا سے خوب پیچھا چھٹا۔ کبھی کبھی نعیمہ کی مصیبت کا خیال آ جاتا۔ اور دل کو اُس کی حالت کی جستجو ہوتی۔ مگر پھر آپ ہی دل کو روکتے۔ اور دوسرے مشغلوں میں بہلا لیتے۔ اس حالت کو پورے تین سال گزر گئے۔ اور حکیم صاحب نے

اتنی مدت مین تھوڑا بہت روپیہ بھی جمع کر لیا۔ اس لیے کہ ملازمت کے ساتھ مطب کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اور چونکہ خدا نے دست شفا دیا تھا اس لیے جو ایک دفعہ علاج کر لیتا زندگی بھر کے لیے اُن کے کمال کا معتقد ہو جاتا۔

ایک دن مطب مین بیٹھے مریضون کو دیکھ رہے تھے کہ ڈاکیہ نے لا کے ایک خط دیا۔ لفافہ چاک کر کے دیکھا تو نعیمہ کے ہاتھ کی تحریر تھی۔ شوق دل کو ہیجان ہوا۔ اور اُسے غور سے پڑھنے لگے۔ لکھا تھا "حکیم صاحب آپ سے بے مروتی اور بے دردی کی امید نہ تھی۔ اور جب آپ ہی کو میرا خیال نہ رہا تو پھر بتایئے کہ اپنا دُکھڑا کس کے آگے جا کے روُن؟ خیر مین تو ہر طرح آپ کی احسان مند اور شکر گزار ہون مگر جب سے آپ نے رُکھائی اختیار کی آپ کے چچا آپ کے دشمن ہو گئے ہین۔ ایک ایک کے آگے آپ کی بُرائیان کرتے ہین۔ آپ کی ہجو مین اشعار کہہ کہہ کے لوگون کو سناتے ہین۔ آپ کی مذمت مین مضمون لکھ لکھ کے اخبارون مین بھیجتے ہین۔ آپ پر پھبتیان کہتے۔ آپ کی ہر ایک چیز کا مضحکہ اُڑاتے اور کہتے پھرتے ہین کہ آپ دونون بھائی لونڈی بچے ہین۔ اور مین منع کرتی ہون تو مجھے گالیان دیتے ہین۔

بخدا مین آپ کو یہ باتین نہ لکھتی۔ اور لکھتے وقت میرا ہاتھ کانپ رہا ہے مگر کیا کرون یہ بھی اُن کا ظلم ہے کہ مجھ سی شکر گزار اور عقیدت شعار خادمہ کے ہاتھ سے آپ کو ایسی باتین لکھواتے ہین۔ جس مین اُن کی غرض فقط اس قدر ہے کہ اُن کے کرتوت اور اُن کے ہتھکنڈے آپ کو معلوم ہو جائین اور آپ کو اپنی مذمت سُن کے تکلیف ہو۔ اور دوبارہ آپ کے پیر ... مبارک کرنے لگین۔

اپنی اور اُن کی حالت ... ہے اُن کی عیاشی و حرام کاری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہین۔ مین مردون ... کو واسطہ نہین۔ نہ تن کو کپڑا ہے نہ پیٹ کو روٹی۔

چار چار دن تک گھر مین صورت نہین دکھاتے - کئی بار مجھے ہاتھ پکڑ کے گھر سے باہر نکال دیا - اور وجہ یہ کہ "ہم خود ہی فاقے کرتے ہین تیرے لیے کس کے گھر واہے سے لائین؟" بہرحال بے حیائی کا جینا جی رہی ہون - نہ کپڑا ہے نہ لتا ہے - نہ کوئی زیور باقی ہے - کئی بار جی چاہا کہ میکے چلی جاؤن - مگر دل نے گوارا نہ کیا - اور آپ ہی بتایئے کہ وہان کیا منھ لگا کے جاؤن؟ لوگ دیکھین گے تو کیا کہین گے؟ لونڈی سے بدتر حالت ہو رہی ہے - نہ ماما ہے نہ کوئی خدمتگار - آپ ہی کوٹتی پیستی - آپ ہی برتن مانجھتی - اور جب میسر ہوتا ہے تو ٹکیا سینک کے پیٹ کا دوزخ بھر لیتی ہون - اُنھین کیا فکر؟ رنڈیون کی بانڈیان چکھتے پھرتے ہین -

خدا کے لیے اپنے چچا کو سمجھایئے کہ کچھ تو میرا خیال کرین - اب ناک کٹنے مین کوئی کسر نہین باقی رہی ہے - اور جب یہان سب مین آپ کو اپنا عزیز مشہور کر رکھا ہے تو اُن کی بدنامی مین آپ کی بدنامی ہے" خط کو خاتمہ پر نعیمہ کے سوتیلے بیٹے میان سردک نے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ لکھ دیے تھے "ہماری امی کو بڑی تکلیف ہے - آپ کو تھوڑے روپے کا ہاتھ سے نکل جانا معلوم بھی نہ ہو گا اور وہ جی جائین گی - خدا کے لیے اُن کے حال پر ترس کھایئے"

اس خط نے حکیم سعید الدین کے دل پر بڑا اثر کیا - بیسیون دفعہ اُسے کھول کھول کے پڑھا - نعیمہ کی مصیبت اُن کے لیے ایک رقت خیز مرثیہ تھی - بار بار دل مین آتی کہ کچھ روپیہ بھیجدین - مگر پھر سوچتے کہ یہ سلسلہ پھر جاری ہوا تو جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا - کئی دن تک یہی حالت رہی کہ کبھی وقت ہمدردی پر آمادہ ہو جاتے اور کسی وقت اُس کے خلاف ہوتے - آخر بیس پچیس روز کے پس و پیش کے بعد یہی راے قرار دی کہ خاموش ہو رہنا ہی ٹھیک ہے - اور خط صندوقچہ مین بند کر کے رکھ لیا -

چوبیسوان باب

سچی محبت کی فتح

نعیمہ کے خط کو آئے چھ مہینہ کے قریب زمانہ گزر گیا۔ حکیم صاحب نے اگرچہ جواب نہین دیا۔ اور رسوا کے گھر سے پھر تعلقات پیدا کرنا یا نعیمہ کی ہمدردی کے لیے اُس سے ملنا اُنھین بالکل نامناسب معلوم ہوا۔ تاہم دل مین نعیمہ کا بار بار خیال آتا۔ اور اُس سے ہمدردی کرنے کو جی چاہتا جس جوش کر وہ بڑی [illegible] خلوص [illegible]۔

ایک دن ایک مریض کو دیکھ کے واپس آ رہے تھے کہ راستہ مین کیا دیکھتے ہین نعیمہ کے چھوٹے بھائی نعیم الدین نے سامنے آکے سلام لیا۔ اور ریکایک قدمون پر گر پڑا۔ حکیم صاحب نے اُسے دو ہی تین بار دیکھا تھا۔ اس لیے کہ ان کے زمانے مین وہ نعیمہ کے ساتھ نہین رہتا تھا۔ ذرا تامل سے دیکھ کے پہچانا اور ہاتھ پکڑ کے اُٹھا لیا۔ پھر کہا "تم کہان؟ خیریت تو ہے؟" حکیم صاحب کو پرسان حال پایا تو وہ اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔ یہان تک کہ ہچکیان بندھ گئین۔ حکیم صاحب نے تسلی وتشفی کی۔ اور ڈھارس بندھائی تب اُس نے آنسو پونچھ کے کہا "ہاے باجی بہت ہی بیمار اور دو ہی تین دن کی مہمان ہین۔ اُنھین لے کے آپ کے پاس آیا ہون کہ جس طرح پہلی بار آپ کی توجہ سے اُن کی دوبارہ زندگی ہوئی تھی اب کی پھر جی جائین۔ اُن کی ڈولی مطب کے سامنے رکھوا دی اور آپ کی تلاش مین مارا مارا پھر رہا تھا۔ اس لیے کہ آدمیون نے گھر مین اُترنے نہین دیا۔"

حکیم سعید الدین "تو رسوا اور اُس کا بیٹا مروک کہان ہین۔ جو ہمیشہ اُن کے ساتھ آیا کرتے تھے؟"

نعیم "جی اُنھین کے ظلمون نے تو یہ دن دکھایا ہے۔ ساڑھے تین مہینے ہوئے طلاق دے دی۔ اور اپنے گھر سے کھڑے کھڑے نکال دیا۔"

حکیم صاحب "افسوس! اتنا بڑا بے وقوف! ایسی نیک شریف سلیقہ مند [illegible] بی بی کو طلاق دے دی! مین رسوا کو ہر بات مین بدمعاش۔

بد اخلاق بیہودہ اور ذلیل سمجھتا تھا - اور اُس کے اپنے پاس بیٹھنے کا بھی خوشی سے روادار نہ تھا لیکن اسکی کسی چیز پر اگر مجھے کبھی حسد آیا تو وہ اُس کی بی بی تھی جو اُس کے بدمعاش شوہر کے ساتھ نباہتی بلکہ خود اُس کی ظاہری حیثیت نباہے رہتی تھی - ایسی بی بی کی قدر نہ کرنا کتنی بڑی بدقسمتی کی بات ہے - آخر اس کا سبب کیا ہوا ؟

نعیم " آپ سبب کیا پوچھتے ہیں - وہی اُن کی بدمعاشیاں - ایک بازاری عورت تو [illegible] باجی کی [illegible] اُن کا جھگڑا اور [illegible]
[illegible]
یہ ہے کہ جب تک آپ باجی کی خبر لیا کرتے تھے اور آپ کی فیاضی سے گھر کا خرچ چلے جاتا تھا وہ باجی پر مہربان رہے اور کوئی کلمہ زبان سے نکالتے ڈرتے تھے کہ آپ خفا ہو جائیں گے - جب سے آپ نے چھوڑ دیا اور آپکے دوبارہ مہربان ہونے کی کوئی امید نہ باقی رہی تو روز گھر میں آ آکے لڑنے لگے - اور خرچ بند کر دیا - باجی جب کبھی کچھ مانگتیں تو بگڑ جاتے اور کہتے حکیم صاحب سے کیوں بگاڑی ؟ میں نے تو اُن سے ملا کے بسر اوقات کا اچھا خاصہ ذریعہ پیدا کر دیا تھا مگر تم نے اپنی نالائقی سے ایسے اچھے ذریعۂ معاش کو ہاتھ سے کھو دیا کئی دن تک تو باجی سُن کے چپ ہو رہا کیں - مگر جب اُنھوں نے بار بار یہی کہنا شروع کیا تو ایک دن جھنجھلا کے بولیں اس میں میرا کیا قصور ہے ؟ وہ تمھارے بھتیجے ہیں مجھ سے جہان تک بنا خوشامد درآمد سے اُن کو خوش رکھا - مگر تم نے جو کشش مچا دی اور گھر کا سارا بار اُن پر ڈال دیا تو وہ خفا ہو گئے - اس پر آگ بگولا ہو کے کہنے لگے تم نے اُن کو اپنی محبت کے جال میں کیوں نہ پھانس لیا ؟ تم اگر اُن کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیتیں تو اُن کی مجال تھی کہ یون ایکبارگی چھوڑ کے بیٹھ رہتے ؟ میں کوشش کرتا تھا کہ تم میں اُن میں پینگ بڑھیں - اور میری کوشش کا اتنا اثر بھی ہوا تھا کہ وہ تمھاری صورت پر فریفتہ ہو گئے تھے - مگر تم نے اپنی بیہودگی اور بے وقوفی سے اُن کی محبت کی قدر نہ کی اور وہ دامن جھٹک کے الگ ہو گئے - باجی کو کبھی زندگی بھر کسی بات پر غصہ نہیں آیا تھا

مگر یہ باتین سُن کے بڑا طیش آگیا اور بولین تمھین ایسی باتین کہتے غیرت نہین آتی - بازار کی تجباؤن مین بیٹھتے بیٹھتے اُن کی حرکتین ایسی بھاگئی ہین کہ چاہتے ہو مین بھی ویسی ہی باتین کرنے لگون ؟ مگر یہ قیامت تک نہ ہوگا - مین شریف کی بیٹی ہون کوئی مالزادی نہین ہون - یہ جواب سنتے ہی باجی پر پِل پڑے اور اُنھین مارا - اسیکے بعد سے کبھی ایک گھڑی کو نہ بنتی تھی - وہ روز سیر سپاٹون مین رہتے تھے اور باجی گھر مین فاقے کرتی تھین - اس کی خبر ہمارے ابا کو ہوئی تو اُنھون نے دباؤ ڈالا اور حاکمون کے پاس جاکے شکایت کی - یہ دیکھ کے اُنھون نے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے طلاق دے دی - اس کا باجی کو اس قدر صدمہ ہوا کہ بچاری بیمار پڑگئین - اور چند ہی روز مین حالت ایسی خراب ہو گئی کہ اب جینا مشکل نظر آتا ہے "

حکیم صاحب " استغفر اللہ! کسی قدر ناپاک اور بیجا شخص ہے - مین اُس کی نیت کو پہلے سے سمجھا ہوا تھا - مگر تمھاری بہن کی عفت و عصمت نے مجھے گناہ سے بچایا - اور اس بے غیرت کی دیوسی کارگر نہ ہوئی " یہ کہہ کے حکیم صاحب اُس کے ساتھ گھر پر آئے - دروازے پہ ڈولی رکھی دیکھی تو قریب جاکے مزاج پوچھا - آواز پہچانتے ہی بیمار و ناتوان نعیمہ رونے لگی - اور حکیم صاحب نے تسلی دے کے کہا " گھبراؤ نہین - بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی "

نعیمہ " مین اچھی ہو کے کیا کرون گی ؟ میرا مرجانا ہی اچھا - حکیم صاحب کوئی ایسی تدبیر کیجیے کہ اس ایڑیان رگڑنے کے عذاب سے چھوٹون اور جلدی موت آ جائے "

حکیم صاحب " ایسا نہ کہو - یہ تمھارا مرنے کا سن ہے ؟ رہی مصیبتین تو خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو - اُس نے چاہا تو یہ ساری مصیبتین دُور ہو جائین گی " یہ کہہ کے ڈولی کے پاس بیٹھ گئے - نبض دیکھی - دیر تک غور کرتے رہے پھر کہا - " ضعف بے شک بہت زیادہ ہو گیا ہے - خصوصاً قلب کا ضعف - مگر میرے نزدیک تمھاری بیماری زیادہ اندیشہ کی نہین ہے "

نعیمہ " اوئی - اے وہان کے سارے حکیمون ڈاکٹرون نے جواب دے دیا

اور آپ کے نزدیک کوئی اندیشہ کی بات ہی نہین ہے ؟"
حکیم صاحب "ہان میرے نزدیک تو تم بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی - لیکن اس مرتبہ امین تمھین ہسپتال مین لیجا کے رکھون گا - میرے گھر مین زنانے کے رہنے کا موقع نہین ہے "
نعیمہ "جو آپ کی مرضی ہو - میرے جلدی مرنے کی اس سے اچھی تدبیر نہین ہو سکتی مین بھی یہی چاہتی ہون "
حکیم صاحب - (ندامت سے) " استغفر اللہ بھلا مین تمھارے ساتھ دشمنی کر سکتا ہون ؟ مجھے یقین ہے کہ وہان تمھارا علاج یہان سے اچھا ہوگا - مین خود لے چل کے تمھین وہان کے کسی خاص وارڈ مین رکھون گا - تمھاری خدمت کے لیے آدمی مقرر کر دون گا - روز خبر لیتا رہون گا - اور اگر دیکھون گا کہ علاج مین ذرا بھی غلطی یا بے پروائی ہے تو فوراً اپنے یہان اُٹھا لاؤن گا "
نعیمہ "جو آپ کی خوشی ہو مجھے اُس مین کوئی عذر نہین ہے "

حکیم صاحب اُسی وقت ڈولی کو اُٹھوا کے ہسپتال لے گئے - اور چونکہ ہاؤس سرجن سے رسم و راہ تھی اس لیے اُن کو خاص طور پر سمجھا دیا - دو مامین اپنی طرف سے خدمت کے لیے مقرر کر دین - ہسپتال کے تمام ملازمون کو انعام کا لالچ دلایا - اور ایک ایک سے تاکید کر دی کہ تدبیر و علاج مین کمی نہ ہونے پائے - یہ بندوبست کر کے حکیم صاحب اپنے گھر مین آئے اور دل مین کہا " اب نعیمہ کو ایک گھڑی کے لیے بھی اپنے گھر مین رکھنا مناسب نہین ہے - اول تو ایک خوبصورت جوان عورت کو جو کسی کی منکوحہ نہین ہے دو دن بھی اپنے گھر مین ٹھہرالون گا تو بدنام ہو جاؤن گا - ہسپتال مین اُس کا علاج بخوبی ہوگا مین خود نگرانی کرتا رہون گا - اور جب اچھی ہو جائے گی اُس کے باپ کے گھر پہونچا دون گا "

نعیمہ کا اصلی مرض ضعف قلب اور ناقابل برداشت مصیبتین اور مایوسیان تھین - حکیم صاحب نے جو دوسرے تیسرے جا جا کے تسلی دی اور اُسے ہر طرح کا آرام پہونچایا اُس کے ساتھ دواؤن نے قلب کو قوت دی تو ایک ہی ہفتہ

کے اندر حالت سنبھلنے لگی اور دوسرے ہفتہ مین جو حکیم صاحب عیادت کو آئے تو مسکرا کے کہنے لگی اب تو مجھے یقین آنے لگا ہے کہ آپ مجھے مرنے نہ دین گے۔ مگر یاد رہے کہ جب تک جیون گی آپ ہی کی لونڈی بن کے رہون گی۔ دنیا مین آپ کے سوا میرا کوئی نہین ہے۔ مجھے آپ جلاتے ہین تو میرے جینے کا بندوبست بھی آپ ہی کے ذمے رہے گا۔

حکیم صاحب "گھبراؤ نہین خدا مسبب الاسباب ہے۔ جس رحیم و کریم نے اس خوبصورت چہرے پر بحالی کے ساتھ بشاشت پیدا کی ہے وہی اس بشاشت کو ہمیشہ قائم بھی رکھے گا"

الغرض حکیم صاحب نے نعیمہ کو آرام پہونچانے مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھا چونکہ مرض نے رگ و پے مین جگہ پکڑ لی تھی صحت مین دیر لگی۔ چار مہینہ کے بعد خدا خدا کرکے وہ تندرست ہو گئی۔ اب جو حکیم صاحب نے جا کے دیکھا تو وہ وہی پہلی سی پری جمال نازنین تھی جس سے اکثر صحبت رہی تھی۔ رنگت نکھر آئی تھی۔ اور شوخی و شرم کی تحریک سے شباب کے پرجوش خون کی لہرین گالون کو دھوپ چھان کا گلابی اطلس بنا رہی تھین۔ یہ دلربا حالت دیکھ کے بہت خوش ہوئے اور کہا "الحمد للہ کہ اب تم بالکل اچھی ہو۔ خیر اب کیا ارادہ ہے"

نعیمہ "میرا ارادہ ہی کیا؟ جو آپ کا حکم ہو وہی میرا ارادہ ہے"

حکیم صاحب "سنو نعیمہ مین تم کو اپنے گھر مین لے چل کے چند روز رکھتا۔ اور خدا کی قسم جی یہی چاہتا ہے کہ تمھاری محبت تمھاری صحبت۔ تمھاری شریف النفسی اور تمھاری پاکدامنی کی اداؤن سے لطف اُٹھاؤن مگر اب تمھارا میرے پاس رہنا کسی طرح مناسب نہین ہے۔ پہلے تم ایک شخص کی منکوحہ بی بی تھین اور وہ خود تمھین اپنے ساتھ لا کے پہونچا جاتا تھا۔ اُس حالت مین تمھارا آنا اور رہنا اور بات تھی جس مین کوئی مضائقہ نہ تھا۔ اور کسی کی مجال نہ ہو سکتی تھی کہ کوئی بدگمانی کا کلمہ زبان سے نکالے۔ مگر اب تم ایک آزاد اور جوان شریف بی بی ہو اور اس کے ساتھ حسین و پری جمال۔ اب اگر ایک دن کے لیے بھی کسی نامحرم کے گھر مین رہ جاؤ گی تو لوگ سخت بدنام کرین گے۔ اب میرا تمھارا تنہائی مین اور آزادی سے ملنا میرے تمھارے دونون کے لیے برا ہوگا۔ کوئی

اور خیال نہ بھی کرے تو تمھارا بدمعاش شوہر زمانے بھر مین ڈھنڈورا پیٹتا پھرے گا۔ مصلحت یہ ہے کہ ہسپتال سے تم سیدھی اپنے والد کے گھر مین چلی جاؤ۔ اور جس کے ساتھ وہ کہین بلا تامل نکاح کر لو۔"

نعیمہ۔(آبدیدہ ہو کے) "تو کیا آپ مجھے بالکل چھوڑ دین گے؟"

حکیم صاحب "نہین۔ نہ مین نے چھوڑا ہے اور نہ چھوڑ دون گا۔ تم سے جیسے تعلقات رہے ہین ویسے ہی زندگی بھر قائم رہین گے۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ تم جس بات کی خواہشمند ہو گی اُسے مین فوراً اور سر آنکھون سے بجالاؤن گا۔"

نعیمہ "بس زیادہ کہنے کی ضرورت نہین۔ یہ کافی ہے۔ مگر اس وعدے کو بھول جائیے گا نہین یاد رکھیے گا۔"

حکیم صاحب "ہمیشہ یاد رکھون گا۔ اور کبھی تم اس کے خلاف نہ پاؤ گی جس بات کو کہلا بھیجو گی اُسے سب کام چھوڑ کے پہلے کرون گا تب اور باتون کی طرف توجہ کرون گا۔" اب حکیم صاحب نے سواری کا بندوبست کیا۔ نعیمہ اپنے بھائی کے ساتھ اسٹیشن پر گئی۔ اور چند گھنٹون مین اپنے گھر پہونچ گئی۔ باپ ماں اور بھائی بہنین اُس سے مل کے بہت خوش ہوئین۔ جنھین ہفتہ وار اُس کے مزاج کا حال حکیم صاحب لکھ کے بھیجا کرتے تھے۔ بار ہا بیٹی کے دیکھنے کو قاضی محمد محسن صفدر پور مین آئے تھے۔ اور حکیم صاحب سے مل کے بہت خوش ہوئے تھے۔ اور اُن کی وضع و قطع اور رحم دلی و نیک نفسی دیکھ کے نعیمہ کے تمام عزیزون کو یقین آ گیا تھا کہ جس قدر رسوا بدمعاش و بدوضع ہے اُسی قدر حکیم صاحب مہذب و شائستہ اور پاک نفس و دینا شعار ہین۔

نعیمہ کو حکیم صاحب سے اس قدر اُنس ہو گیا تھا کہ شب و روز اُنھین کا خیال رہتا تھی تو اپنے گھر مین مگر جب تنہا بیٹھتی خیال کا اُڑن کھٹولا بھیج کے حکیم صاحب کو اپنے پاس بُلا لیتی۔ اور گھنٹون اسی پاک خلوت و روحانی صحبت مین بسر ہو جاتے۔ اس پر بھی جب جی گھبراتا ضرورت ہو یا نہ ہو حکیم صاحب کے نام کوئی خط لکھتی اور چھوٹے بھائی نعیم کو بھیج کے ڈاک مین ڈلوا دیتی۔ حکیم صاحب کو بھی کچھ ایسا اُنس ہو گیا تھا کہ بے جواب دیئے نہ رہا جاتا۔ لڑکی کو گھر مین بٹھانا کوئی

آسان کام نہین ہے۔ آخر قاضی محمد محسن کو فکر ہوئی کہ کسی اور کے ساتھ نعیمہ کا عقد کر دیا جاے۔ بی بی سے مشورہ کیا۔ اور ماں نے جب بیٹی کا منشا دریافت کیا تو ہوشیار نعیمہ نے شرما کے آنکھین نیچی کرلین مگر خوشی و لاجوابی کی زبان سے بتا دیا کہ مین اب نکاح نہ کرون گی اور کرون گی تو حکیم سعید الدین سے۔ یہ امر قاضی صاحب کو بہت دشوار نظر آیا۔ مگر دل مین اسے بہت پسند کیا۔ اور تدبیرین سوچنے لگے۔

اس کے دو ہفتے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک دن تیسرے پہر کو حکیم صاحب اپنے مکان مین تنہا بیٹھے تھے کہ اُن کے گلزار گنج کے ایک رفیق آ گئے کہ جن سے وہان کے قیام کے زمانے مین اکثر صحبت رہی تھی۔ حکیم صاحب بڑی گرمجوشی سے ملے۔ اور مزاج پرسی کے بعد ادھر اُدھر کی باتین ہونے لگین۔ باتون باتون مین اُنھون نے کہا "ابھی تک آپ تنہا ہی ہین؟ مین سمجھا تھا کہ اب شادی ہو گئی ہوگی۔ آخر کب تک یونہین اکیلے بیٹھے رہیے گا؟"

حکیم صاحب "میرا قصد شادی کرنے کا نہین ہے۔ کون جھگڑے مین پڑے۔ بی بی نازکرتی ہوئی آئین گی ناز برداری چاہین گی۔ اور یہان مجھے خود کسی ناز بردار کی ضرورت ہے۔ ع مزاجے نازکے دارم زخود بسیار مے ترسم"

دوست "ماشاءاللہ! بس اتنی ہی بات کے لیے آپ شادی نہین کرتے؟ مین وعدہ کرتا ہون کہ آپ کے لیے ایسی بی بی ڈھونڈھ نکالون گا جو آپ کی ناز برداری کرے گی"

حکیم صاحب "جی معاف کیجیے۔ مجھے جس حال مین پڑا ہون پڑا رہنے دیجیے مجھ سے جورو بچون کی چل پون نہ برداشت کی جاے گی"

دوست "آخر کوئی اصول بھی ہے یا فقط زبردستی کی ضد ہے جس نے مصلحت و ضرورت اور عقل و نقل سب کو اُٹھا کے طاق پر رکھ دیا ہے؟"

حکیم صاحب "میرے نزدیک نہ اس مین مصلحت ہے نہ اس کی ضرورت ہے۔ اور نہ عقل و نقل کسی کو نکاح کرنے پر مجبور کرتے ہین"

دوست۔ قصور معاف آپ غلطی پر ہین۔ اور آپ کے سے ذی عقل اور ذی ہوش بزرگ سے ایسی غلطی ہونا تعجب ہے۔ نکاح سے زیادہ ضرورت تو

ایسی چیز کی نہین ہے۔ مانا کہ آپ متقی و پرہیز گار ہین اور آج تک آپ کے قدم کو لغزش نہین ہوئی مگر قدرت کے عطا کیے ہوے وہ جذبات جن کو شرع نے بھی تسلیم کر لیا ہے ایسے نہین ہین کہ انسان اُن پر ہمیشہ قابو رکھنے کا دعویٰ کر سکے۔ بھی نہ کبھی انسان کے قدم کو لغزش ہو ہی جاتی ہے۔ اور یہی بے اصول و خونناک لغزشین انسان سے ایسی فضول خرچیان کرا دیتی ہین کہ بی بی والے کے مصارف اکثر مجرد لوگون کے صرف سے کم رہتے ہین۔ اگر ایسی مصلحتین اور ضرورتین نہ ہوتین تو شرع نکاح کی ایسی سخت تاکید نہ کرتی۔ اب نقل کے عالم سے نکل کے عقل کی دنیا مین آیئے۔ اہل عقل اور فلسفیون کے نزدیک انسان کا پہلا فرض بقاے نسل ہے۔ اور جس طرح وہ خشک درخت جو پھلتا پھولتا نہ ہو کاٹ ڈالنے کے قابل ہے اُسی طرح جو انسان اپنی نسل کو نہ بڑھاے دنیا مین رہنے کا حق نہین رکھتا۔ دنیا صرف اُن مخلوقات کے واسطے ہے جو اپنی نسل کو باقی رکھین اور بڑھائین۔ ان سب باتون کا خیال کرنے کے بعد بھی کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ مجرد رہنا کوئی اچھی بات ہے"

حکیم صاحب۔ (مسکرا کے) "مین نے ایک معمولی بات کہہ دی تھی یہ نہین جانتا تھا کہ آپ یون ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ جائین گے۔ اصل یہ ہے کہ جب تک اس بات کا اطمینان نہ ہو جائے کہ مجھے اپنے مذاق کی بی بی ملے گی مین شادی کر کے اپنی زندگی خراب کرنا نہین چاہتا"

دوست۔ "مین آپ ہی کے مذاق کی بی بی آپ کے لیے ڈھونڈھ نکالون گا۔ پہلے آپ نکاح پر آمادہ تو ہون"

حکیم صاحب۔ "لیجیے مین راضی ہون۔ میرے لیے میری مرضی کی جورو ڈھونڈھ لایئے"

دوست۔ "کہین جانے اور ڈھونڈھنے کی ضرورت نہین۔ گلزار گنج کے قاضی محمد محسن بڑے شریف اور معزز لوگون مین ہین۔ اُن کی بیٹی نعیمہ کو رسوا نے طلاق دے دی۔ آپ اُس لڑکی کو دیکھ چکے ہین۔ اور اُس کے مزاج و اطوار سے بخوبی واقف ہین۔ اُس سے شادی کر لیجیے تو

آپ کی زندگی سُدھر جاے گی "

حکیم صاحب - (چونک کے اور جوش کے ساتھ) " استغفراللہ! پھر یہ بات زبان سے نہ نکالیے گا - جو عورت دوسرے کی صورت دیکھ چکی وہ میرے کس کام کی؟ مین شادی کرون گا تو کسی شریف گھرانے کی دوشیزہ لڑکی سے "

دوست - (قہقہہ لگا کے) " ماشاء اللہ! اپنے مذاق کی جورو چاہتے ہین اور پھر شرط یہ ہے کہ کنواری ہو - کنواری لڑکی کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ کیسی اور کس مذاق کی نکلے گی؟ "

حکیم صاحب " جہان تک ممکن ہوگا اُس کے عادات و اطوار اور مذاق و خصائل کو دریافت کر لون گا "

دوست " آپ لاکھ دریافت کرین جب گھوڑے پر ساز ڈالا ہی نہین گیا تو اُسکو کون جان سکتا ہے کہ کیسا نکلے گا؟ یا تو یہ نہ کہیے کہ اپنے مذاق کی جورو چاہتا ہون - اور یا کنواری کا نام نہ لیجیے - دونون باتون مین تضاد ہے "

حکیم صاحب " نعیمہ کو مجھ سے زیادہ کوئی نہین جان سکتا - مین نے بارہا اُس کا علاج کیا - مہینون میرے گھر مین رہی ہے - اور اُس کی شریف النفسی اور سلیقے کا مین معترف ہون - مجھے اُس سے بہت ہی محبت ہے - اور اُس کی تمام خوبیون کا قائل ہون - مگر رسوا کی جورو رہ چکی ہے جو ہمارے وطن مین اور ہمارے اعزہ کی نظر مین نہایت ہی حقیر و ذلیل اور ٹکے کا نفرہ ہے - علاوہ برین اگر اُس سے یا کسی اور بیوہ سے عقد کیا تو تمام اعزہ و احباب میری اس حرکت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھین گے "

دوست " مین پھر یہی کہون گا کہ یا عزیزون اور دوستون کا خیال کیجیے اور یا اپنی مرضی کی جورو حاصل کرنے کا - مگر مین یہ کہے دیتا ہون کہ نعیمہ کی سی بی بی آپ کو نصیب نہین ہو سکتی - وہ آپ کو جیسا خوش رکھے گی اور جس خوبی سے آپ کا گھر بنا دے گی دوسری عورت سے ممکن نہین ہے "

حکیم صاحب " ان سب باتون کو مین مانتا ہون مگر نعیمہ کے ساتھ عقد کرنا تو کسی طرح مناسب نہین معلوم ہوتا "

دوست " اچھا کل یا پرسون تک آپ سوچ لیجیے - جلدی جواب دینے کی ضرورت

نہین ہے - اور میرا خیال ہے کہ آپ رسم و رواج اور بیرونی غیر متعلق اوہام سے الگ ہو کے غور کرین گے تو نعیمہ پر کسی عورت کو ترجیح نہ دے سکین گے "

حکیم صاحب " جی نہین - اس بارے مین آپ میرا قطعی جواب ہی خیال فرمائین "

دوست " مگر مین ابھی اس جواب کو قطعی نہ مانون گا - پرسون جب رخصت ہونے کو آؤن گا اُس وقت جو کچھ باتین ہون گی قطعی ہون گی " یہ کہہ کے وہ دوست اُٹھ کے چلے گئے - اور حکیم صاحب سخت سوچ مین پڑ گئے - ان سے نعیمہ سے عزیزوں کا سا راہ و رسم تھا اُس سے محبت تھی - اُس کی قدر اور عزت کرتے تھے - اور اُسے تمام عورتون سے زیادہ شائستہ اور سلیقہ شعار خیال کرتے تھے - مگر اُس سے نکاح کرنا اور اُسے اپنی بی بی بناتا اُن کے خواب و خیال مین بھی نہین گزرا تھا - اب اس تحریک کے بعد جو غور کرتے نعیمہ کی صورت آنکھون کے سامنے قائم ہوتی جاتی - اُس کی محبت بھری آواز کانون مین گونجتی اور اُس کا گونجنا بڑھتا جاتا - اسی سوچ مین تھے کہ ڈاکیے نے ایک خط لا کے دیا - ہاتھ مین لے کے دیکھا تو خود نعیمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا - یہ خط نہ تھا ایک طلسمی نقش تھا جس نے دل کا جوش اور ولولہ اور بڑھا دیا اور لفافہ چاک کر کے ذوق و شوق سے پڑھنے لگے - کچھ زیادہ عبارت نہ تھی - صرف تین چار سطرین تھین جو حسب ذیل ہین "

" میرے محسن تسلیم - مین نے گھر مین کچھ سن گن پائی ہے کہ میری تمنّا کسی اور کی زبان سے آپ کے گوش گزار ہونے والی ہے - مجھے آپ کے وعدون پر ہمیشہ بھروسا رہا اور ہے - اس لیے فقط آپ کے چند محبت بھرے الفاظ جو میرے دل پر لکھے ہوے ہین آپ کو یاد دلائے دیتی ہون - آپ نے فرمایا تھا کہ تم جس بات کی خواہشمند ہو گی اُسے مین فوراً اور سر آنکھون سے بجا لاؤن گا -

آپ کی خادمہ نعیمہ "

یہ خط پڑھتے ہی حکیم صاحب سناٹے مین آگئے - اور دل مین کہا " اب تو انکار کی گنجائش نہین رہی - وعدہ مین بے شک کر چکا ہون - اور یہ بھی جانتا ہون کہ نعیمہ کے ساتھ میری زندگی بڑے عیش و آرام اور لطف کے ساتھ گزرے گی - رہی یہ بات کہ اعزہ مین سبکی ہو گی تو اس کو مین برداشت کرون گا - اور زفتہ

کیجیے کہ عزیزون کی مرضی کے مطابق مین نے کہین اور شادی کی اور بی بی مرضی کی نہ ہوئی تو میری زندگی کیسی خراب ہوگی - عزیزون کے خوش رہنے اور میری زندگی خراب ہونے سے یہ اچھا ہے کہ اُن کی نظر مین سُبکی ہو مگر میری زندگی لطف و آرام سے گزرے۔ یہ خیال آتے ہی اُنھون نے اپنے بڑے بھائی محمود متقی سے مشورہ کیا - اُنھون نے پہلے تو سخت اختلاف کیا مگر جب حکیم صاحب نے زیادہ اصرار کیا تو وہ فور مروت سے اپنی عادت کے موافق خاموش ہو رہے - جس کے معنی نیم رضا کے تھے -

اب حکیم صاحب کو فکر تھی کہ گلزار گنج والے دوست کب آئین گے - اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو بغیر مجھ سے ملے چلے جائین - پچھتاتے تھے کہ مین نے اُن سے کیون قطعی انکار کر دیا - ترود اور اُس کے ساتھ شوق زیادہ بڑھا تو اُن کی تلاش مین خود ہی چل کھڑے ہوے - آخر ملے اور ملتے ہی اُن سے نکاح کا تذکرہ چھیڑ دیا - اُنھون نے کہا " مین نے پہلے ہی عرض کر دیا کہ نعیمہ سے اچھی بی بی آپ کو کیا معنی کسی کو نہین نصیب ہو سکتی - بے قدری کرنے کی اور بات ہے "

حکیم صاحب " اور باتون سے قطع نظر بھی کر لیا جاے تو مجھے رسوا کا اندیشہ ہے وہ نہایت ہی بدمعاش اور اول درجے کا شہدا ہے - جب اُس کو خبر ہوگی تو دشمن ہو جاے گا - اور کیا عجب کہ طلاق سے بھی انکار کر جاے "

دوست " یہ مجال پڑی ہے - اُس نے تحریری فارغخطی دی ہے - اور اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا طلاق نامہ موجود ہے "

حکیم صاحب " تو وہ طلاق نامہ میرے پاس بھیج دیجیے - اُس کا اطمینان کر لینے کے بعد مین عقد کر لون گا "

دوست نے اس پر بے انتہا مسرت ظاہر کی دوسرے دن واپس جا کے قاضی صاحب کو اطلاع دی یہ مژدہ سنتے ہی گھر بھر مین خوشیان منائی جانے لگین - اور جب نعیمہ نے یہ خبر سنی تو بہت ہی خوش ہوئی اور دل مین کہا " ابھی تک تو مین نہ مرنے پر افسوس کرتی تھی مگر اب خوش ہون - یہ باقی زندگی جس لطف سے بسر ہوگی خدا نے چاہا تو ساری عمر کا بدلہ ہو جاے گا "

طلاق نامہ حکیم صاحب کے پاس بھیج دیا گیا - اُنھون نے اُسے اپنے دوست

وکیلوں اور معتبر اراکین شہر کو دکھلا کے اور پورا اطمینان کر کے قاضی صاحب کو پیام بھیجا۔ وہاں اس پیام کا انتظار ہی ہو رہا تھا۔ فوراً منظوری دی گئی اور اس کے بعد ایک ہی مہینہ کے اندر حکیم صاحب کا عقد نعیمہ کے ساتھ ہو گیا۔ جو دراصل نعیمہ کی گذشتہ مصیبتوں اور تکلیفوں کی جزائے خیر ہونے کے علاوہ ایک بہت ہی سچے شریفانہ عشق و تعلق کی تکمیل تھی۔

پچیسواں باب

خاتمہ

اب حکیم صاحب اور نعیمہ اطمینان و فارغ البالی کے ساتھ مے عیش کے جام لنڈھا رہے ہیں۔ اور کئی مہینہ تک ان کا عیش بے غل و غش رہا۔ یکایک رسوا کو خبر پہنچی کہ نعیمہ کی شادی حکیم سعید الدین سے ہو گئی اور اس کے دل میں ایک چھری سے اتر گئی جس کی سوزش نے بیقرار کر دیا۔ کسی طرح چین نہ پڑتا تھا۔ اور کسی حالت پر قرار نہ آتا تھا۔ اُسے حکیم صاحب سے خاندانی خلش تو تھی ہی مگر اب اس بات کا صدمہ سب باتوں پر غالب تھا کہ نعیمہ جب میری جورو تھی میں نے لاکھ کوشش کی اور ہر طرح کے موقع دیئے مگر انھوں نے بے پروائی ہی کی۔ اور اب جب میں نعیمہ کو چھوڑ چکا تو وہ اُس پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ شادی کر لی! دل میں بار بار کہتا کہ افسوس حکیم صاحب کی دولت سے اکیلی نعیمہ بہرہ ور ہے اور میں محروم ہوں! پھر بولا جو کچھ ہو میں ان دونوں کے عیش میں خلل ضرور ڈالوں گا۔ میرے دل کو تو چرکا لگا ہے مگر انھیں بھی چین سے بیٹھنے نہ دوں گا۔“

ان فتنہ انگیزی کے خیالات نے پہلے تو اُسے اس بات پر آمادہ کیا کہ طلاق سے انکار کر کے حکیم صاحب پر عدالت میں جورو بھگائے جانے کا مقدمہ دائر کرے۔ اور اگر عدالت میں کامیابی نہ ہو تو دنیا بھر میں انھیں بدنام کرے اور ایک ایک کے سامنے جا جا کے کہے کہ وہ ایسے بد اخلاق ہیں۔ اور اس قابل نہیں کہ کوئی شریف بی بی انھیں منھ دکھائے۔ عدالت میں جانے کی تو کسی قانون دان

شخص نے ادا نہین دی - اس لیے کہ سب کو معلوم تھا وہ دستخطی طلاق نامہ لکھ کے دے چکا ہے جس پر معزز اور معتبر لوگون کی گواہیان ثبت ہین - مگر ہان بہت سے حلقون مین اُس نے بدنام کرنا شروع کر دیا - اور اپنی عادت کے موافق حکیم صاحب کی ہجو اور مذمت مین نظمین تصنیف کر کے لوگون کو سنانا شروع کر دین - یہ سنتے ہی حکیم صاحب کو جو طیش آیا تو اُنھون نے نعیمہ کی طرف سے اُس پر مہر کا مقدمہ دائر کرا دیا جس مین اُس نے عدالت کے سامنے ہزار داد فریاد اور آہ و واویلا کی مگر ڈگری ہو گئی جس کی رقم ادا کرنا اُس کے امکان سے باہر تھا - وارنٹ جاری ہوا - اور وہ گرفتار ہو کے کئی مہینہ قید خانے مین پڑا رہا -

قید سے رہائی پاتے ہی وہ زیادہ بدمعاشی پر آمادہ ہوا اور ارادہ کیا کہ حکیم صاحب کو قتل کر کے اپنے دل کی آتش عناد کو فرو کرے - اس غرض کے لیے اپنے دونون بیٹون کو ساتھ لے کے وہ موقع ڈھونڈھ رہا تھا کہ اُس کے اس مجرمانہ ارادے کی خبر پولیس کو ہو گئی - اور کوشش کی گئی کہ حراست مین کر لیا جاے - یہ سنتے ہی اُس پر کچھ ایسی ناکامی سوار ہوئی کہ زہر لا کے اپنے دونون بیٹون کو کھلا دیا اور خود بھی کھا کے سو رہا - صبح کو تینون مردہ تھے -

اور نعیمہ اور حکیم سعید الدین صاحب کو جو تھوڑی فکر پیدا ہوئی تھی دُور ہو گئی اور اُن کے اس اطمینان کے ساتھ ہی اُس خوفناک محبت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا جس نے بلاقی شاہ کے زمانے سے آج تک مولوی محمد عظیم کے خاندان کے ساتھ دوستی کے پردے مین دشمنی کی تھی -

فہرست اغلاط

ناظرین - اس ناول مین جا بجا بقول "دروغ گو را حافظہ نباشد" بعض نام کچھ
ہو گئے ہین - ایسی لغزشین شاید اور بھی ملین - مگر جو نظر آ گئین یہان درج ہین - پہلے تو اس با
ہو کہ صفحہ ۱۵۳ مین اور اُس کے بعد جہان حیات اللہ نام آیا ہو اُس کی جگہ ر
بنا دیا جائے - اور اُس کے بعد ذیل کی غلطیان ہین

غلط	صحیح	صفحہ	سطر
۱	۲	۳	۴
سعید اللہ خان	سعید الدین خان	۱۴۸	۱۸
رحیم اللہ	رحیم الدین	"	۱۵
چچا	دادا	۱۶۳	۵
مراد	بدنام	۱۷۳	۶، ۷ و ۸ و ۱۱ و
پندرہ	بیس	۷۴	۱۷

خانہ معین العلاج ... سفوف مسیحا ...

چونکہ عوام جریان سے نا واقف ہوتے ہین اس لیے ہم کو یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ جریان کیا چیز ہی۔ اور اس
سے کیا نتائج پیدا ہوتے ہین تاکہ جن حضرات کو یہ مرض ہو ایک بکس سفوف مسیحا طلب کر کے استعمال کرین
جریان کو عربی مین۔ سیلان۔ اور ہندی مین میو۔ پرسوت۔ اور دھات بہنا کہتے ہین۔ اور دھات ایک جوہر نفیس ہے
بعد اعضا مین غذا تقسیم ہو جاتی ہی۔ تو اسکا فضلہ عروق سے ٹپک کر تیار ہو جاتا ہے۔ جسکو انسان کا جوہر (ست) کہنا
بجا ہی کیونکہ یہی تمام طاقتون کا بادشاہ دماغ کا صحت اور زندگی دینے والا ہے۔ علامات جریان حسب ذیل ہین۔ بعد پیشاب
کبھی قبل پیشاب کے ساتھ یا حالت قبض مین ودیات کا خارج ہونا۔ دھات کا پتلا ہو جانا اور کبھی کبھی احتلام۔ مگر
جب خواہش نفسانی سے حرکات بیہودہ مثل ... وغیرہ کی نوبت آتی ہے تو دل مثانے کی حالت بگڑ جاتی ہے
یعنی حالت بول مین گرمی جلن کا معلوم ہونا پیشاب مین سوزش۔ بار بار پیشاب کا ہونا۔ کمی لذت۔ خواہش ہوکر
پھر کر زائل ہو جانا۔ ... ہتھیلیون ... کا جلنا۔ اولاد نہونا۔ یا کمزور پیدا ہونا۔ پنڈلیون کا اینٹھنا۔
دوران سر۔ سستی۔ کاہلی۔ نیند کی کمی۔ غرضکہ بڑھتے بڑھتے سخت امراض مثل مرگی۔ لقوہ۔ فالج۔ گٹھیا۔ تپ شدید
وغیرہ لاحق ہو کر جان پر بن جاتی ہے۔ ہم نے بغرض رفاہ عام یہ سفوف صرف ہندوستانی بوٹیون سے تیار کیا ہی
معدنیات سے بالکل پاک ہی جس سے بجز فائدہ کچھ اندیشہ نقصان نہین۔ یہ سفوف جریان کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔
اس سفوف کا کام گردون کا درست کرنا۔ گندے خون کو صاف کرنا۔ کمزور معدہ کو طاقتور بنا دینا۔ تمام اعضائے
رئیسہ کی خرابیونکو رفع کرنا اور مقوی بنانا۔ اور اپنے منصبی کام کے لیے آمادہ کر دینا۔ نامردی ضعف باہ۔ ضعف مثانہ
ضعف اعصاب ضعف دماغ و جگر و معدہ۔ ذیابیطس اور اصلاح قلب کے لیے بمنزلہ تریاق ہی۔ آٹھ یوم مین قوت مردی
بڑھا نا شروع کر دیتا ہی۔ اور طاقت جوانی پیدا کرنیکے لیے اکسیر ہی۔ یہ سفوف حلق سے اترتے ہی مثانہ کی راہ سے عضو مخصوصہ کی
رگون کی قوت بڑھاتا ہی۔ اور ہر قسم کے جریان کا قاطع ہی لطف یہ کہ اسکے استعمال کے لیے نہ تو کسی موسم کی قید نہ زیادہ
پرہیز کی ضرورت۔ **قیمت فی بکس ۳۰ خوراک تین روپیہ (سے ر)**۔

فہرست۔ دواخانہ معین العلاج جس مین ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائین و نیز مختصر واقعات عالی جناب مولوی حکیم
حاجی محمد عبد العزیز صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ درج ہین حسب الطلب روانہ ہوتی ہی۔ دواخانہ معین العلاج جس کی غرض
یونانی دواؤن کو عمدہ صورتون اور آسان طریقون سے ملک مین پیش کرنا اور یونانی اطبا کے مقررہ اصول در بہترین
ہدایتون کے موافق تھوڑی قیمت پر مہیا کرنا ہی۔ ابتدا اس کی ۱۸۹۳ء مین بمقام لکھنؤ چوک مین ہوئی اور ۱۹۰۹ء مین
اپنی ابتدائی جگہ چوک مین ایک شاخ چھوڑ کر محلہ جھوائی ٹولہ مین مستقل طور سے منتقل ہو آیا۔ ابتدا سے
اعلی جناب حضرت حاجی حکیم صاحب مرحوم مغفور نے اس دواخانہ کی سرپرستی فرما کر
جو عزت افزائی فرمائی اسکی شکر گزاری ... بات کا مصداق ہے۔

المشتہر

مرزا سجاد حسین عطار مالک دواخانہ ... **لہ چوک لکھنؤ** [صرف تار کا پتہ عطار لکھنؤ]